



~~5574~~

5608

(17)

انڈیہ کے سب سے بڑے ایک

مرکزی مجلس رضا لاہور

سلسلہ مطبوعات مرکزی مجلس رضا، لاہور (۶۳)

بانی مجلس حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ اترسری مدظلہ

81585

نام کتاب _____ اندھیرے سے اُجالے تک

تصنیف _____ محمد عبدالحکیم شرف قادری

صفحات _____ ۲۸۰

کتابت _____ محمد عاشق حسین ہاشمی، پٹیوٹ

تصحیح _____ مولانا حافظ عبدالستار قادری سعیدی

بارِ اول _____ جنوری ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء

تعداد _____ چار ہزار

بار دوم دو ہزار _____ مارچ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

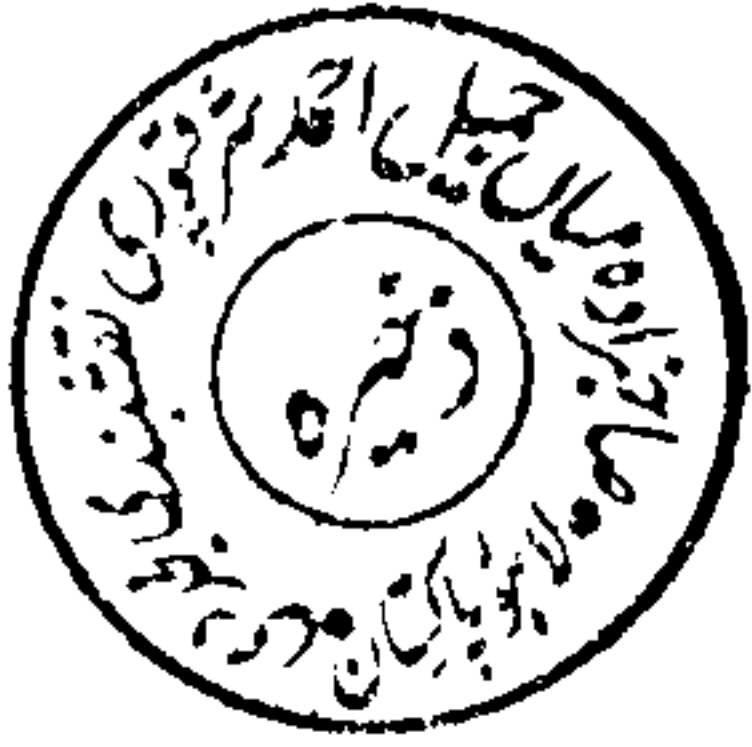
مطبع _____ محمود ریاض پرنٹرز، لاہور

ہدیہ _____ دعائے خیر بحق معاونین مرکزی مجلس رضا

_____ طے کاپتہ _____

مرکزی مجلس رضا، پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶ لاہور

نوٹ: بیرونجات کے حضرات ۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔



فہرست

- ۹۔ حرفِ آغاز
- ۱۰۔ بریلوی نیا فرقہ؟
- ۱۲۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات
- ۱۵۔ البریلویہ
- ۱۷۔ عجمی عربیت کی چند مثالیں
- ۲۹۔ کچھ اس تالیف کے بارے میں
- ۳۰۔ ہدیہ سپاس
- ۳۱۔ عطیہ محمد سالم کے نام
- ۳۳۔ ظہیر، حافظ عبدالرحمن مدنی کی نظریں میں
- ۴۰۔ دورِ زوال یا دورِ کمال؟
- ۴۲۔ مرزا غلام قادر بیگ
- ۴۳۔ نادر استمدال
- ۴۵۔ قائدِ اعظم، اقبال اور ضیاء
- ۵۲۔ علامہ اقبال نجدی علماء کی نظریں میں
- ۵۳۔ صدر پاکستان

- ۵۶۔ قرآن پاک جلد دو۔
- ۵۷۔ قصیدہ بُردہ اور دلائل الخیرات جلد دو۔
- ۵۸۔ بخاری شریف جلد دو۔
- ۵۹۔ حکومت پاکستان فتوے کی زد میں۔
- ۶۰۔ یہ سب آلِ شیخ کا کیا دھرا ہے۔
- ۶۱۔ شرک کا ہوا۔

امام احمد رضا بریلوی

- ۶۳۔ مفکرِ اسلام، امام اہل سنت۔
- ۶۴۔ عبدالمصطفیٰ۔
- ۶۵۔ قوتِ حافظہ۔
- ۶۶۔ قوتِ ایمان۔
- ۶۷۔ غیرتِ عشق۔
- ۶۸۔ حزم و احتیاط۔
- ۶۹۔ عبقریت۔
- ۷۰۔ اتباعِ سنت۔
- ۷۱۔ معصوم کون؟
- ۷۲۔ منظرِ صحابہ۔
- ۷۳۔ قابلِ رشک بچپن۔
- ۷۴۔ نبوت کا دعویٰ کون؟
- ۷۵۔ بچپن کا ایک واقعہ۔

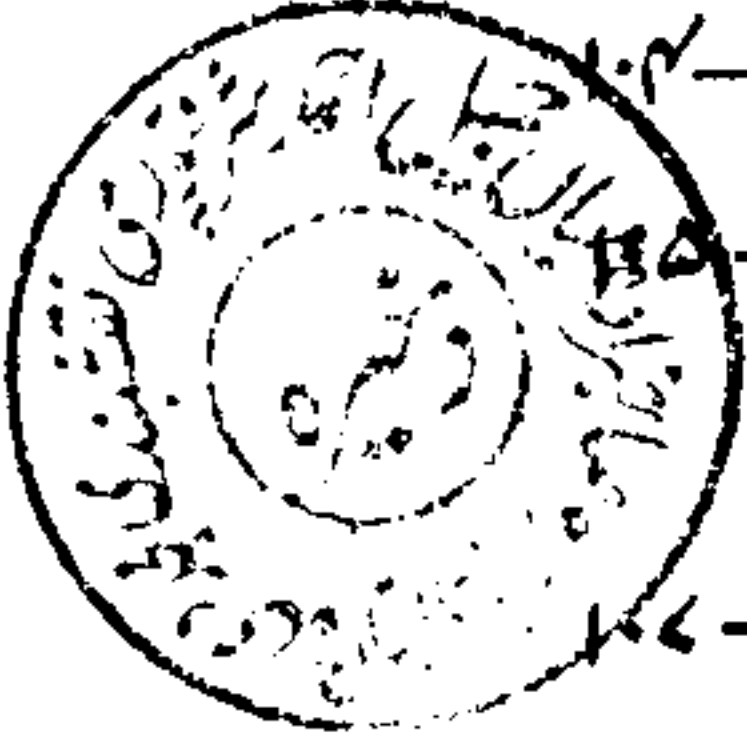
- ۹۷ ————— مرزا غلام قادر بیگ کون؟
- ۹۸ ————— ردِ مرزا بیت
- ۱۰۱ ————— علامہ عبدالحق خیر آبادی سے بلاقات
- ۱۰۲ ————— شاہ آل رسول سے اجازت
- ۱۰۵ ————— شاہ ابوالحسین احمد لوری سے استفادہ

ردِ شیعہ

- ۱۰۷ ————— امام احمد رضا اور شیعہ
- ۱۱۰ ————— تفضیلیہ سے مناظرہ
- ۱۱۱ ————— سنت اختیار کریں
- ۱۱۲ ————— شیعہ کا حکم
- ۱۱۳ ————— شیعہ ہونے کا الزام
- ۱۱۵ ————— حدائق بخشش حصہ سوم
- ۱۲۱ ————— ائمہ اہل سنت اور فضائل اہل بیت
- ۱۳۷ ————— عربی شجرہ طریقت
- ۱۴۳ ————— اہل حدیث کا شیعہ ہونے کا اقرار

چند دوسرے پہلو

- ۱۴۶ ————— دنیا سے بے نیازی اور سخاوت
- ۱۵۲ ————— اہل مدینہ کے لیے ہدیہ
- ۱۵۳ ————— پان اور حُقہ
- ۱۵۷ ————— ہاتھ اور پاؤں کا چومنا
- ۱۵۹ ————— شاہ علی حسین اشرفی
- ۱۶۰ ————— شدت کا الزام



- ۱۶۴ ————— علمی شکوہ اور قدرتِ کلام
- ۱۶۸ ————— تفسیر و خطابت
- ۱۷۳ ————— تصانیف
- ۱۷۴ ————— تعداد تصانیف
- ۱۷۷ ————— فتاویٰ رضویہ
- ۱۸۰ ————— اعتراضات
- ۱۸۵ ————— جد الممتار حاشیہ شامی
- ۱۸۶ ————— حاشیہ فوارح الرحموت

اسلامی سیاست

- ۱۸۸ ————— تحریک ترک موالات
- ۱۸۹ ————— اسلامی تشخص تک قربان
- ۱۹۱ ————— قائدِ اعظم اور ترک موالات
- ۱۹۲ ————— علامہ اقبال اور دو قومی نظریہ
- ۱۹۶ ————— امام احمد رضا بریلوی اور ترک موالات
- گاتے کی قربانی
- ۱۹۹ ————— اسلامیہ کالج لاہور
- ۲۰۴ ————— تحریک ہجرت
- ۲۰۶ ————— جہاد
- ۲۰۸ ————— تحریک خلافت اور ترک موالات
- ۲۱۱ ————— دارالاسلام

- ۲۱۶ _____ ہندوؤں کا تعصب
- ۲۱۷ _____ گاندھی کی ملاقات سے انکار
- ۲۱۸ _____ تحریکِ خلافت
- ۲۲۱ _____ الائتھ من قریش
- ۲۲۵ _____ بریلی کی تاریخی کانفرنس
- ۲۳۰ _____ جماعتِ انصارِ اسلام
- ۲۳۲ _____ تحریکِ شدھی
- ۲۳۵ _____ فرانسس روبنسن کی بے خبری
- ۲۴۱ _____ امام احمد رضا اور انگریز
- ۲۴۸ _____ بہت دور کی سوجھی

وصال ۲۵۰

- ۲۵۴ _____ مبالغہ آرائی
- ۲۵۹ _____ اربابِ علم و دانش کے تاثرات
- ۲۶۱ _____ تواضع زگردن فرازاں نکوست
- ۲۶۳ _____ تلامذہ اور خلفاء
- ۲۶۴ _____ تحریکِ پاکستان
- ۲۶۶ _____ آل انڈیا سنی کانفرنس
- ۲۷۱ _____ مفتی اعظم پاکستان
- ۲۷۲ _____ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس
- ۲۷۸ _____ جمعیتہ العلماء پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ آغاز

متحدہ پاک و ہند میں ہمیشہ اہل سنت و جماعت کی غالب اکثریت رہی ہے۔ ہر زمین ہند میں بڑے بڑے نامور اور باکمال علماء و مشائخ پیدا ہوئے، جنہوں نے دین اسلام کی زریں خدمات انجام دیں اور ان کے دینی اور علمی کارنامے آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں افریقہ ہند پر ایک ایسی شخصیت اپنی تمام تر جلو سامانیوں کے ساتھ نظر آتی ہے جس کی ہمہ گیر اسلامی خدمات، اسے تمام معاصرین میں امتیازی حیثیت عطا کرتی ہیں۔ شخص واحد جو عظمت الوہیت، ناموس رسالت، مقام صحابہ و اہل بیت اور حرمت ولایت کا پہرہ دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ عرب و عجم کے ارباب علم جسے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہماری مراد ہے امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز جنہوں نے مسدک اہل سنت اور مذہب حنفی کے خلاف اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر مرحلے پر سرفراز ہوئے۔

اہل سنت و جماعت کے عقائد ہوں یا معمولات جس موضوع پر بھی انہوں نے قلم اٹھایا، اسے کتاب و سنت، ائمہ دین اور فقہاء اسلام کے ارشادات کی روشنی میں پایہ ثبوت تک پہنچایا۔ آپ کی سینکڑوں تصانیف میں سے کسی کو اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ہر کتاب میں آپ کو یہ انداز بیان مل جائے گا۔

بریلوی نیا فرقہ؟

امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات کی بے پناہ مقبولیت سے متاثر ہو کر مخالفین نے ان کے ہم مسلک علماء و مشائخ کو بریلوی کا نام دے دیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ دوسرے فرقوں کی طرح یہ بھی ایک نیا فرقہ ہے جو سر زمین ہند میں پیدا ہوا ہے۔

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں:

”یہ جماعت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے، مگر دیوبندی

مقلدین (اور یہ بھی بجائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم یافتگان

مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں ”بریلوی“ کہتے ہیں۔“

جبکہ حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ بریلی کے رہنے والے یا اس سلسلہ سے شاگردی

یا بیعت کا تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو بریلوی کہیں تو یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے کوئی اپنے آپ کو

قادری، چشتی، یا نقشبندی اور سہروردی کہلائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خیر آبادی، بدایونی،

رامپوری سلسلہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو علماء بریلی کا ہے، کیا ان سب حضرات کو بھی بریلوی

کہا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اگرچہ مخالفین ان تمام حضرات کو بھی

بریلوی ہی کہیں گے۔ اسی طرح اسلاف کے طریقے پر چلنے والے قادری، چشتی، نقشبندی،

سہروردی اور رفاعی مخالفین کی نگاہ میں بریلوی ہی ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی کچھوچھوی فرماتے ہیں:

”غور فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے از اول تا

آخر مقلد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی صحیح

لے ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی؛ تراجم علمائے حدیث ہند (سبحانی اکیڈمی لاہور) ص ۳۷۶

ص ۷

السیریلویۃ

لے ظہیر

ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین و ائمہ و مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلام کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لیے بھی سبیل مومنین صالحین سے نہیں ہٹے۔

اب اگر ایسے کے ارشادات حقائق اور توضیحات و تشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں سلف صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں کو بریلوی کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت و سنت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیا گیا، اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی تسلیم نہیں کر لیا گیا؟

خود مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں:

”یہ جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے، لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔“

اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دراصل ان ہی عقائد و افکار کو نشانہ بنا رہے ہیں جو زمانہ قدیم سے اہل سنت و جماعت کے چلے آ رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرات نہیں ہے کہ کھلے بندوں اہل سنت کے عقائد کو مشرکانہ اور غیر اسلامی قرار دے سکیں۔ باب عقائد میں آپ دیکھیں گے کہ جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرکانہ قرار دیا گیا ہے، وہ قرآن و حدیث اور متقدمین علمائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہیں۔ کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی تو نہیں پیش کیا جاسکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو، اور متقدمین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی کے القاب میں سے ایک لقب ہی عالم اہل سنت

سے سید محمد رفیع شیخ الاسلام، تقدیم دور حاضر میں بریلوی اہل سنت کا علامتی نشان (مکتبہ حبیبیہ لاہور) ص ۱۱

لے ظہیر
البریلویہ، ص ۷

تھا۔۔۔۔۔ اہل سنت و جماعت کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا ارگن بننے کے لیے سنی ہونا شرط تھا، اس کے فارم پر سنی کی یہ تعریف درج تھی =

”سنی وہ ہے جو مانا علیہ واصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں،

جو ائمہ دین، خلفاء اسلام، اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین

سے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء بحر العلوم

صاحب فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی، حضرت مولانا

فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری،

اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔“ ۱

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں پر کاربند

رہے۔ مشہور مؤرخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں:

”تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو

اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے

علماء تھے۔“ ۲

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

”انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی

طریقوں کی حمایت کی۔“ ۳

اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

”امرتسری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے،

۱۔ محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (مکتبہ ضویہ، لاہور) ص ۶-۸۵

۲۔ سلیمان ندوی، حیات شبلی ص ۲۶ (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۲۲)

۳۔ محمد اکرام شیخ، موج کوثر، طبع ہفتم ۱۹۶۶ء ص ۷۰ (بحوالہ سابقہ)

اسی سال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو بریلوی حنفی خیال
کیا جاتا ہے۔" لے

یہ امر بھی سامنے رہے کہ غیر متقلدین براہ راست قرآن و حدیث سے استنباط کے
قائل ہیں اور ائمہ مجتہدین کو استنادی درجہ دینے کے قائل نہیں ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر
رکھنے والے اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، تاہم وہ بھی ہندوستان کی کسی مسلم شخصیت یہاں تک
کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کو دیوبندیت کی ابتدا طائفے
کے لیے تیار نہیں ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کے صاحبزادے، دارالعلوم دیوبند کے استاذ التفسیر مولوی
انظر شاہ کشمیری لکھتے ہیں،

"میرے نزدیک دیوبندیت خالص دینی فکر بھی نہیں اور نہ کسی خانوادہ
کی لگی بندھی فکر دولت و متاع ہے، میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتداء
میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت
مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے۔ دیوبندیت کی ابتدا حضرت
شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے
کرتا ہوں۔" لے

پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے دیوبند کا تعلق قائم نہ کرنے کا ان الفاظ میں اظہار
کرتے ہیں:

اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی۔ نیز حضرت
شیخ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا۔ سنا ہے

لے شمار اللہ امرتسری
لے انظر شاہ کشمیری، استاذ دیوبند
شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰
ماہنامہ البلاغ (مارچ ۱۹۶۹ء/ ۱۳۸۸ھ) ص ۴۸

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعت و سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا۔ بس اسی اجمال میں ہزار ہا تفصیلات ہیں، جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔ لے

امام احمد رضا اور عالمی جامعات

امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد نصف صدی تک ان پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا، لیکن گزشتہ چند سال سے مرکزی مجلس رضالاہور اور الجمع الاسلامی، مبارک پور انڈیا نے دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق جو کام کیا ہے، عالمی سطح پر اس کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں حال ہی میں فاضل بریلوی کی فقہیت پر مولانا حسن رضا خاں نے کام کیا ہے جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے۔ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سندھ یونیورسٹی (پاکستان) اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) میں بھی کام ہو رہا ہے۔

۱۹۷۵ء میں جامعہ ازہر، مصر کے پروفیسر محی الدین الواتی (اہل حدیث) نے فاضل بریلوی پر عربی میں ایک مقالہ لکھا جو صوت الشرق قاہرہ میں شائع ہوا، کیلی فورنیا یونیورسٹی، امریکہ کے شعبہ تاریخ کی فاضلہ، ڈاکٹر باربرا امٹکاف نے فاضل بریلوی پر اپنے انگریزی مقالہ میں اظہار خیال کیا ہے، مگر انہوں نے گہرا مطالعہ نہیں کیا۔ ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی، شعبہ اسلامیات کے پروفیسر جے ایم ایس بلیان بھی اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور دیگر فتاویٰ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ لے

فٹ نوٹ ماہنامہ البالغ (مارچ ۱۹۶۹ء/۱۳۸۸ھ) ص ۴۹

حیاتِ امام اہل سنت (مرکزی مجلس رضالاہور) ص ۶-۷

لے انظر شاہ کشمیری،

لے محمد مسعود احمد، ڈاکٹر

البریلویہ

امام احمد رضا بریلوی کی روز افزوں مقبولیت نے مخالفین کو تشویش اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے جس کے نتیجے میں بعض لوگ محض عناد کی بنا پر انصاف و دیانت کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر الزام کی حد سے گزر کر اتہام تک جا پہنچے ہیں۔ ایسی ہی کوشش بتعلیم خود علامہ احسان الہی ظہیر نے کی ہے اور عربی زبان میں البریلویہ نامی کتاب لکھ کر سعودی ریال کھرے کئے ہیں۔ خدا جانے علماء نجد کی آنکھوں پر کونسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ ہر اس کتاب کے دل و جان سے خریدار ہیں جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا ہو۔

اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ پہلے باب میں کوئی بات بھی اُس کے صحیح پس منظر میں بیان نہیں کی گئی۔ ہر جگہ دست تصرف نے خوبصورت کو بد صورت بنا کر پیش کیا ہے۔ ایک فاضل نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

”یہ کتاب تنقید کی بجائے تنقیص کی حد میں داخل ہو گئی ہے۔“

حافظ عبدالرحمن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں:

”یہ شکایت اُس (ظہیر) کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔“

۲۔ دوسرے اور تیسرے باب میں وہی عقائد و معمولات مضحکہ خیز انداز میں بریلویوں کی طرف منسوب کیے ہیں، جن کے قائل اور عامل متقدمین اہل سنت و جماعت رہے، اور

لہ عبدالرحمن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۳ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۶

نجدی و ہابی علماء ان کی مخالفت کرتے رہے ہیں، بلکہ ایسے عقائد کا بھی تمسخر اڑایا ہے جن کو خود ان کے اپنے اکابر مثلاً علامہ ابن قیم، شوکانی، نواب صدیق حسن خاں، نواب وحید الزماں قائل ہیں، جیسا کہ آئندہ ابواب میں بیان کیا جائے گا۔

۳۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عربی زبان پر جا بجا جوڑیوں کی ہیں، جبکہ اپنی حالت یہ ہے کہ ان کی عربی تحریر سمجھنے کی لیاقت بھی نہیں ہے اور اپنی عربی زبان کا عالم یہ ہے کہ عجمیت زدہ ہے۔

حافظ عبدالرحمن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں،

”جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو چند صفحات کے سرسری مطالعہ سے سامنے آتی ہیں، گہری نظر سے پوری کتاب کا مطالعہ کیا جائے، تو طویل فہرست تیار کی جاسکتی ہے۔ البریلویہ کے ص ۲۳ پر ایک درود شریف نقل کیا ہے جس میں امام احمد رضا بریلوی نے صنعت ایہام میں مشائخ سلسلہ قادریہ کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ ظہیر صاحب اس عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ آئندہ صفحات میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں،

فانهم اعطوا للعصاة البغاة رسيد اللجنة له

یہ احساس ہی نہ ہوا کہ ”رسید“ لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،

لہ عبدالرحمن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۳ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۶

ص ۱۳۵

البریلویہ

ظہیر

بل اصدروا فرماناً

انہیں کون سمجھائے کہ فرمان "لفظ عربی نہیں ہے، فارسی ہے۔ ذیل میں اغلاط کی مختصر

صحیح	غلط	فہرست ملاحظہ ہو:	
		صفحہ	سطر
وتلا	ان اخلص المحبتين قلوبه	۱۵	۱۲
عن البريلوية	انفصلت البريلوية	"	۱۷
مع ان الثابت	مع الثابت	۱۸	۱۰
المخير آبادي	عبدالحق خير آبادي	۲۰	۱۱
من ابن ابنه	من ابنه ابى الحسين	"	۱۷
بين اهل السنة	لعلكن راجحة بين السنة	۲۱	۱۵
بين اهل السنة	يروجها بين السنة	۲۱	۲۰
لاهل البيت	كتب فيها آل البيت	۲۲	۱۴
اهل السنة	كفر السنة	۲۴	۴
حلياً	حلي	۲۵	۳
فلسا	ولافلسا	"	۲۱
ان يصفه بها	اي يصفه بها	۲۷	۱۴
الى ان القوم	ان القوم	۲۸	۱۷
المواضع	المواضع	"	۲۱
تلك الكتب	هذه الكتب	۲۹	۱۴
الى البريلوي	الى البريلوية	"	"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲	۱۶	الحجم الصغير	القطع الصغير
"	۱۸	يشتمل على ۲۶۴ صفحة	۲۶۴ صفحة
۳۷	۱۶	اصدروا فرمانا	حكما و فرمان لفظ فارسي
۳۹	۱۲	نظرة تقدير واحترام	نظرة تعظيم واحترام
۴۰	۱	اعتزلت البريلوي	اعتزل البريلوي
"	۱۵	غضبوها	غضبوها
"	۱۸	استترقاق	استترقاق
"	۲۲	في صالح المستعمرين	في مصلحة المستعمرين
۴۱	۲۰	استخالص	استخلاص
۴۲	۴	والا المقصود الاصلى	والا المقصود الاصلى
"	۲۱	مناصرة للاستعمار	للاستعمار
۴۲	۱۰	الاستعمرا	الاستعمار
۵۲	۱۶	ستمبر	سبتمبر
۵۳	۱۲	من ابن البريلوي احمد رضا	حامد رضا
۱۵۵	۱۸	بعد ما كنت مرفوضة	كانت
۶۷	۷	فلي نصف القراءة	القراء
"	۸	ومن جاء	الى من جاء
"	۱۷	كبيب النمل	كدبيب النمل
۶۸	۷	فيكتبت	فيكتب
۷۶	۶	الذي بينهما	التي بينها

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۰	۱۶	ولم یبقی	ولم یبق
۱۱۱	۸	ولکن تعسی	ولکن تعسی
۱۱۷	۳	رد المختار	رد المختار
"	"	دار المختار	الذر المختار
۱۳۵	۸	رسید الجنة	رسید مجھی لفظ
۱۳۸	۱۹	آن بیوس	مجھی بوسہ سے ماخوذ
۲۰۵	۳	توک التکایا	تکبیر کی جمع، مجھی لفظ

۴۔ بریلویت کی آرٹھیں دنیا بھر کے عامۃ المسلمین اور اہل سنت و جماعت کو مشرک

قرار دیا گیا ہے۔ تصریح ملاحظہ ہو!

● "ابتداءً میرا گمان تھا کہ یہ فرقہ پاک و ہند سے باہر موجود نہیں ہوگا، مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا۔ میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے (مضمناً) لے

اب ذرا دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف یلغار کے چند نمونے بھی دیکھتے چلیں:

● سال کے مخصوص دنوں میں ان لوگوں کی قبروں پر حاضر ہونا، جنہیں وہ اولیاء

وصالحین گمان کرتے ہیں، عرسوں کا قائم کرنا، عید میلاد وغیرہ منکرات جو

ہندوؤں، مجوسیوں اور بت پرستوں سے مسلمانوں سے ور آئے ہیں (ترجمہ و تفسیر)

● ان کے عقائد کا اسلام سے دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ بعینہ

وہی عقائد ہیں جو جزیرہ عرب کے مشرک اور بت پرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ص ۱۰

البریلویت

لے ظہیر

ص ۷-۸

"

ایضاً:

کی بعثت سے پہلے رکھتے تھے، بلکہ دور جاہلیت کے لوگ بھی مشرک میں اس قدر غرق نہ تھے، جس قدر یہ ہیں۔" لہ

● "بریلویوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں جو دین کے نام پر بت پرستوں، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔" لہ

● "کفار مکہ، جزیرہ عرب کے مشرکین اور دور جاہلیت کے بت پرست بھی ان سے زیادہ فاسد اور ردی عقیدہ والے نہیں تھے۔" لہ

یہ وہ کیف باطن ہے جو کتاب کے مختلف صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ اگر یہی وہاں بیت ہے اور یقیناً یہی ہے، تو علماء حقیق نے وہاں بیوں کے خلاف جو فتوے دیئے تھے، بالکل صحیح دیتے تھے۔ جو فرقہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی قرار دے، وہ خود ان خلعتوں کا مستحق ہے۔

قد بدت البغضاء من افواہم وما تخفی صدورہم اکبر
طرفہ یہ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے دیتے خود اپنے مشرک ہونے کا فیصلہ بھی دے گئے ہیں۔ اتحاد کی دعوت دینے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"میں جانتا ہوں کہ وحدت و اتحاد اور اسلامی فرقوں کو قریب کرنے کے احمق اور بیوقوف داعیوں کی پیشانیوں پر بل پڑ جائیں گے، لیکن میں کتنی دفعہ یہ کہہ چکا ہوں کہ عقائد و افکار کے اتحاد و اتفاق کے بغیر، اتحاد و اتفاق نہیں ہو سکتا، کیونکہ اتحاد کا مطلب ہی یہ ہے کہ بنیادی امور میں اتفاق ہو (ترجمہ و تلخیص)

۹ ص	البریلویہ	لہ ظہیر:
۵۵ ص	"	لہ ایضاً:
۶۵ ص	"	لہ ایضاً:
۱۱ ص	"	لہ ایضاً:

دوسری طرف اہل سنت و جماعت (بریلوی) کی نمائندہ سیاسی جماعت جمعیتہ العلماء پاکستان کے ساتھ ظہیر صاحب کی جماعت کا اتحاد ہو چکا ہے جو سہ جماعتی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور وہ خود تصریح کر رہے ہیں کہ بنیادی امور میں اتحاد کے بغیر اتحاد نہیں ہو سکتا، تو جس کا مشرکوں کے ساتھ بنیادی امور میں اتحاد ہو گا وہ مشرک نہیں ہو گا تو کیا ہو گا؟

۵۔ خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں تو وہ غلط بیانی کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے: ”وہ شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے سنت کا نقاب اوڑھ لکھا تھا۔ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کے شاگرد تھے۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں تفریق کے لیے ایک تو قادیانی کو مقرر کیا اور دوسرا بریلوی کو وغیرہ وغیرہ“
غرض یہ کہ:

شرم نبی، خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۶۔ غلط بیانی ان کا شیوہ ہے اور اس پر انہیں فخر ہے۔ ایک مثال دیکھتے تکبیر تحریر کے علاوہ نماز میں ہاتھ اٹھانے اور نہ اٹھانے کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہیں، شافعی نے امام شافعی کی پیروی میں احادیث کی پہلی قسم پر عمل کیا اور احناف نے امام ابوحنیفہ کی پیروی میں احادیث کی دوسری قسم پر عمل کیا۔ کوئی فریق بھی دوسرے فریق کو شرک یا مخالفت رسول کا الزام نہیں دے سکتا، کیونکہ ہر فریق کا عمل احادیث مبارکہ پر ہے:

شاہ اسماعیل دہلوی امام معین کی تقلید پر رو کرتے ہوئے تنویر العینین میں لکھتے ہیں:

۱۔ عبدالرحمن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، ۳ اگست ۱۹۸۴ء، ص ۷

ص ۲۱

البریلویہ

۲۔ ظہیر:

ص ۲۴

”

۳۔ ایضاً:

ص ۱۹

”

۴۔ ایضاً:

ص ۳۸

”

۵۔ ایضاً:

”شخص معین کی تقلید سے چمٹے رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؛ جبکہ امام کے قول کے خلاف صریح دلالت کرنے والی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث موجود ہوں۔ اگر امام کے قول کو ترک نہ کرے، تو اس میں شرک کا شائبہ ہوگا۔“

اس پر امام احمد رضا بریلوی نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب امام معین (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقلد تھے، اور شاہ اسماعیل دہلوی کے مسلم پیشوا، اب دو ہی صورتیں ہیں

(۱) یا تو یہ تمام بزرگ، امام معین کی تقلید کے سبب مشرک ہوں (معاذ اللہ)

اور جب امام و مقتدا مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بطریق اولیٰ مشرک ہوگا۔

(۲) یہ بزرگ، مقلد ہوتے ہوئے بھی مومن، مسلمان تھے اور اسماعیل دہلوی

البتہ گمراہ، بددین، مسلمانوں کو کافر کہنے والا تھا۔

بہر صورت اس کا اپنا حکم ظاہر ہو گیا (ملخصاً) لہ

یہ بہت ہی معقول گرفت تھی، جسے ظہیر نے من مانی کرتے ہوئے من گھڑت انداز میں

پیش کیا ہے، اُس نے لکھا ہے:

”یعنی دہلوی اس لیے کافر ہے کہ اس کے نزدیک تقلید شخصی جائز نہیں ہے

جبکہ امام کے قول کے خلاف پر دلالت کرنے والی احادیث کی طرف رجوع کیا

جاسکے اور اس کے نزدیک کسی بھی شخص کے قول کے مقابل سنت کا ترک

کرنا جائز نہیں ہے، تو یہ بریلوی کی نظر میں کفر ہے اور اگر یہ کفر ہے تو ہم نہیں

جانتے کہ اسلام کیا ہے؟“ لہ

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

لہ احمد رضا بریلوی، امام؛

الکوئبة الشہابية (مطبوعہ مراد آباد)

ص ۱-۵۰

لہ ظہیر؛

البریلویۃ ۸۱۵۸۵

ص ۶-۱۶۶

امام احمد رضا بریلوی نے قطعاً یہ نہیں فرمایا جو ان کے ذمہ لگایا جا رہا ہے۔ انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کے مقلدین، عامۃ المسلمین کو مشرک کہنے والا خود بھی مشرک یا گمراہ ہونے سے بچ نہیں سکتا، کیونکہ اس کا فتویٰ اگر صحیح ہے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر مسلم حضرات کا مشرک ہونا لازم آتے گا اور جب امام مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بھی اسی خانے میں جائے گا، اور اگر فتویٰ غلط ہے، تو خود اس کا گمراہ ہونا ثابت ہو گیا۔

پھر یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ ائمہ دین مجتہدین نے جو احکام بیان کیے ہیں، وہ ان کے خود ساختہ نہیں ہیں، بلکہ یا تو صراحتاً کتاب و سنت میں بیان کیے گئے ہیں یا قیاس صحیح کے ساتھ کتاب و سنت سے مستنبط ہیں، لہذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ ہم کتاب و سنت کی پیروی کرتے ہیں اور مقلدین ائمہ کی پیروی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مقلدین کتاب و سنت کے ان احکام پر عمل پیرا ہیں جو ائمہ مجتہدین نے بیان کیے ہیں اور غیر مقلدین براہِ راست استنباط احکام کے مدعی ہیں۔ گویا یہ لوگ اپنے فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور مجتہدین کے فہم پر اعتماد نہیں کرتے جن پر مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اعتماد کیا ہے اور جن کے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔

۷۔ اہل سنت پر بریلویت کی آڑ میں رد کرنے کے لیے ان امور پر بھی طعن کیا ہے جو صراحتاً کتب احادیث یا کتب سلف میں وارد ہیں۔

● ایک جگہ بطور اعتراض لکھا ہے:

”ایک بریلوی کہتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، چلتے پھرتے ہیں

اور نماز پڑھتے ہیں۔“ لہ

حالانکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء
فنبى الله حتى يرزق رواه ابن ماجه له

”اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ
کا نبی زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے کتاب
الجنائز کے آخر میں، روایت کیا۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا:

مردت علی موسی لیلۃ اسری بی عند الکئیب الاحمر وهو
قائم یصلی فی قبرہؑ

”شب معراج کئیب احمر (سرخ ٹیلے) کے پاس، میں موسیٰ علیہ السلام کے
پاس سے گزرا، وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔“

● ایک دوسرا بریلوی کہتا ہے:

”جب واقعہ حترہ میں لوگ مدینہ سے تین دن کے لیے چلے گئے اور مسجد نبوی
میں کوئی بھی داخل نہ ہوا، تو پانچوں وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اذان
سنی جاتی تھی۔“

جبکہ امام ابو محمد عبد الرحمن دارمی راوی ہیں کہ سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ واقعہ حترہ
کے دنوں میں تین دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں نہ تو اذان کہی گئی اور نہ تکبیر
حضرت سعید بن مسیب (جو اہل تابعین میں سے ہیں) مسجد میں ہی رہے۔

۱۔ ولی الدین، شیخ خطیب؛ مشکوٰۃ شریف (نور محمد، کراچی) ص ۱۲۱

۲۔ مسلم بن الحجاج القشیری، امام؛ مسلم شریف (رشیدیہ، دہلی) ج ۱۷ ص ۲۶۸

۳۔ ظہیر؛ البریلویۃ ص ۸۱

وكان لا يعرف وقت الصلوة الا بهمة يسمعا

من قبر النبي صلى الله عليه وسلم . لہ

”انہیں نماز کا وقت صرف اُس وحی آواز سے معلوم ہوتا تھا جو انہیں نبی اکرم
صلى الله تعالى عليه وسلم کے روضہ مبارکہ سے سُنا تی دیتی تھی۔“

• ایک اور بریلوی کہتا ہے :

”جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حجرہ شریفہ کے سامنے رکھا گیا
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں نے سنا کہ حبیب کو حبیب
کے پاس لے آؤ۔“ لہ

حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا تذکرہ امام فخر الدین رازی

نے ان الفاظ میں کیا ہے :

فاما ابو بكر فمن كراماته لما حملت جنازته الى
باب قبر النبي صلى الله عليه وسلم ونودي السلام عليك
يا رسول الله هذا ابو بكر بالباب قد انفتح واذا بهاتف
يهتف من القبر

ادخلوا المحبيب الى المحبيب

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کا
جنازہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے دروازہ پر حاضر کیا گیا اور
عرض کیا گیا السلام علیک یا رسول اللہ! یہ ابو بکر دروازے پر حاضر ہیں، تو دروازہ
کھل گیا اور قبر اللہ سے یہ آواز آئی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔“

سنن الدارمی (دارالمحاسن قاہرہ) ج ۱، ص ۴۳
البریلویہ ص ۸۱

امام عبدالعزیز عبدالرحمن الدارمی، امام
محمد ظہیر

تفسیر کبیر (عبدالرحمن محمد مصر) ج ۲۱، ص ۸۷

امام رازی

ہر کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیسے اہل حدیث ہیں اور کیسے سلفی ہیں؟ حدیثوں اور ارشاداتِ سلف کو ہی نہیں مانتے۔

۸۔ اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے بے دریغ غلط باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں، مثلاً:

● ”بریلویوں نے اللہ تعالیٰ کو معطل اور اختیار، قدرت اور اقتدار سے محروم قرار دے رکھا ہے اور ان کے گمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کا ملک اور اختیارات، انبیاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں (مخصوصاً، یہ افتراء محض ہے یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ یہ بیان اس مفروضہ باطلہ پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو قدرت و اختیار دے دے تو معاذ اللہ! نہ اس کے پاس قدرت رہتی ہے، نہ اختیار۔“

● ”رسول اللہ پر ایک لحظہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوتی۔“

یہ بھی افتراء ہے، خود اسی صنف پر اہل سنت کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے:

ان حياة الانبياء حياة حقيقية حسية دنيوية يطرأ عليهم الموت لثانية من الثواني ليصدق وعد الله
”انبیاء کی حیات، حقیقی، حسی، دنیاوی ہے، ان پر ایک لحظہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہو جائے۔“

● ”بریلویوں نے انبیاء اور رسل کی بشریت کا انکار کیا ہے۔“

ص ۵۶	البرطویۃ	۱۰ ظہیر
ص ۸۰	”	۱۱ ایضاً
ص ۱۰۰ سطر ۱	”	۱۲ ایضاً
ص ۱۰۲	”	۱۳ ایضاً

یہ بھی غلط محض ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے، وہ کافر ہے۔“ ۱

یہ چند مثالیں ہیں، ورنہ اس قسم کی غلط بیابیاں اس کتاب میں کثرت سے ہیں۔

۹۔ مصنف کا دعویٰ یہ ہے:

”ہم نے بریلویوں کا جو عقیدہ بھی ذکر کیا ہے، وہ ان کی معتبر اور معتمد کتابوں سے صفحہ اور جلد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔“ ۲

اور حال یہ ہے کہ تجانب اہل سنت، نغمۃ الروح، باغ فردوس، اور مدارح اعلیٰ حضرت یہ قسم کی کتابوں کے جا بجا حوالے دیتے گئے ہیں، یہ کہاں کی مستند اور معتبر کتابیں ہیں؟

۱۰۔ پانچویں باب میں مختلف حکایتیں بیان کر کے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے عقائد کا دار و مدار ان حکایات پر ہے، حالانکہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا جانتا ہے کہ حکایات کسی عقیدے کی عکاسی تو کر سکتی ہیں، مگر عقائد کے لیے بنیاد نہیں لکھتیں۔

البتہ کوئی صاحب کرامات کا تذکرہ پڑھنا چاہے تو وہ عبدالمجید خادم سوہدروی کی تالیف ات اہل حدیث کا مطالعہ کرے۔ اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ سے اس کا عکس چھپ ہے یا پھر سوانح حیات مولانا غلام رسول، قلعہ مہیاں سنگھ، گوجرانوالہ کا مطالعہ کرے، ان کے صاحبزادے عبدالقادر نے لکھی ہے اور وہ حال ہی میں دوبارہ شائع ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ مولانا غلام رسول اہل حدیث کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے لکھتے تھے۔ ۳

فتاویٰ رضویہ (مبارکپور، انڈیا) ج ۶، ص ۶۷

امام احمد رضا بریلوی، امام

ص ۱۱۲

البریلویہ

طہیر

سوانح حیات مولانا غلام رسول (فضل بک ڈپو، گوجرانوالہ) ص ۳۹

عبدالقادر

ایک کرامت سن لیجئے، قلعہ میہاں سنگھ کا ایک چوکیدار گلاب نامی موضع مرالیوالہ
 چوکیدار مقرر ہوا اور وہاں کی ایک بیوہ دھوبن پر فریفتہ ہو گیا۔ مرالیوالہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا
 انہوں نے چوکیدار کو نکال دیا۔ وہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور کہتا کہ حضرت میں مرجھا
 کوئی تدبیر کریں۔ ایک دن مولوی صاحب نے اپنے خادم بڈھا کشمیری کو کہا کہ اس سے قسم لے
 کہ نکاح کے بغیر اسے نہیں چھوئے گا۔ اُس نے قسم اٹھالی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ عشاء
 بعد اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر مرالیوالہ کی طرف منہ کر کے تین دفعہ کہنا، آجا۔ آجا۔ آجا۔ پھر
 مجھے بتانا۔ باقی حصہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ میں سنئے:

”تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آگئی اور کہنے لگی کہ
 پرسوں عشاء سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی تمہارے
 گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہو گیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا اور
 متواتر تین روز اندر ہی رہا۔“

تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ
 جاؤ اور اُس موذی کو پکڑ لاؤ، وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا گیا اور گلاب کو فوراً
 پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا جا میری آنکھوں کے سامنے سے دُور ہوجا۔ وہ
 لوٹ کر گھر گیا، وہ عورت جیسے آئی تھی، ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔ لے

دیکھا آپ نے قدرت و اختیار کا مظاہرہ کہ وہ عورت کس طرح کھنچی ہوئی چلی آئی اور یہ علم غیب
 کہ گلاب اس وقت فعل بد میں مصروف ہے۔ شاید اس کرامت پر اس لیے اعتراض نہ ہو کہ یہ ایک
 اہل حدیث مولوی کی کرامت ہے لیکن کوئی شخص یہ بھی تو پوچھ سکتا ہے کہ اتنی قدرت اور اتنا علم
 غیب رکھنے کے باوجود گلاب کو اتنی چھٹی کیوں دے رکھی کہ وہ اس عورت کے ساتھ تین دن
 تک اندر ہی رہا اور اپنی حسرتیں نکالتا رہا کیونکہ یہ کہنے کی تو گنجائش نہیں ہے کہ یہ فعل بد تیسرے دن
 ہی ہوا ہوگا۔

کچھ اس تالیف کے بارے میں

پیش نظر کتاب کے پہلے باب میں آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے حالات زندگی، مذہبی اور سیاسی خدمات کا مطالعہ کریں گے۔ نیز اہل علم اور دانشوروں کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں گے جو انہوں نے امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی کے بارے میں بیان کیے۔ اس کے علاوہ البریلویہ، دھماکہ، بریلوی مذہب وغیرہ قسم کی کتابوں میں جو اتہامات اور مطامع امام احمد رضا خاں بریلوی پر قائم کئے گئے ہیں، ان کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ تعصب کا چشمہ لگائے بغیر حقائق کا مطالعہ کرنے سے دلچسپی لینے والے حضرات اس میں تسکین کا بہت کچھ سامان پائیں گے اور جو تاریخ کو عقیدے کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں، ان کے لیے یہ کوشش بے سود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قادر و کریم ہے چاہے تو انہیں بھی فائدہ عطا فرمادے۔

دوسرے باب تذکرہ علمائے اہل حدیث میں آئینہ حقائق سامنے رکھا گیا ہے کہ اس طبقہ کے انگریزی حکومت کے ساتھ کس طرح کے روابط عقیدت و محبت قائم کر رکھے تھے اور ان مراحل سے گزر کر ترقی کی منزلیں طے کیں۔ اس باب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ لفظ "فہم" لینے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں اور یہ کہ اگر فتنہ برابر انصاف ہو تو یہ الزام زبان پر بھی نہ لائیں انگریز گورنمنٹ کے ساتھ علمائے اہل سنت کا کوئی تعلق بھی تھا۔

آئندہ ابواب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر گفتگو کی جائے گی، انشاء اللہ!

ہدیہ سپاس

سلسلہ گفتگو اس وقت تک ادھورا رہے گا، جب تک اس تالیف میں علمی اور اخلاقی امداد و تعاون کا شکر یہ ادا نہ کروں، خصوصاً اراکین مرکزی مجلس رضالہ پور جن کی مساعی سے یہ

کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔

- ۱- حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور
- ۲- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ٹھٹھہ، سندھ
- ۳- مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، لاہور
- ۴- استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد گولڑوی، کراچی
- ۵- علامہ غلام رسول سعیدی، لاہور
- ۶- مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی، لاہور

ان حضرات کے ذاتی کتاب خانہ سے راقم نے استفادہ کیا۔

- ۷- پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور
- ۸- محمد عالم مختار حق، لاہور
- ۹- حکیم اسد نظامی، جہانیاں
- ۱۰- جناب خلیل احمد، جہانیاں

۱۱- میاں زبیر احمد قادری، لاہور

۱۲- مولانا محمد منشا تابش قصوری، مریدکے

۱۳- مولانا محمد شفیع رضوی، لاہور

۱۴- مولانا اظہار اللہ ہزاروی، لاہور

۱۵- مولانا حافظ عبدالستار قادری، لاہور

۱۶- حکیم محمد سلیم چشتی، فیصلہ

۱۷- جناب سید ریاست علی قادری، کراچی، ۱۸- جناب خواجہ محمود، لاہور

مولائے کریم اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی کے لیے ان حضرات کو کامیابی کے

کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔ آمین!

محمد عبدایم شرف قادری

۱۲۰۵ھ

۱۹۸۵ء

ربیع الثانی

یکم جنوری

شیخ عطیہ محمد سالم کے نام

مسلمان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اُس کے قول و فعل میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ یہی کتاب و سنت کی تعلیم ہے اور یہی عقل سلیم کا تقاضا ہے۔ اس کے برعکس آج کل فیشن بن چکا ہے کہ الفاظ کی دنیا میں اتحاد اور ایک جہتی کی تلقین کی جاتی ہے اور جیسے ہی کسی مخالف کا ذکر آیا، ہر قسم کی احتیاط بلائے طاق رکھ کر شدید سے شدید تر فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ ایسا فتویٰ اگر تحقیق اور دیانت پر مبنی ہو تو بے شک قابل قبول ہوگا، لیکن اگر محض جانبداری، ظن و تخمین اور سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہو تو وہ ہرگز لائق قبول نہ ہوگا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :
 کفی بالمرء کذبا ان یحدث بكل ما سمع لہ
 آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔
 شیخ عطیہ محمد سالم نجدی نے البریلویہ کی تقدیم میں بڑی خوبصورت خواہش کا اظہار کیا ہے
 وہ لکھتے ہیں :

وفي هذا الوقت الذي نحن احوج ما نكون الى وحدة
 الكلمة وتوحيد البصيف لہ

لہ مسلم بن الحجاج قشیری، امام، مسلم شریف، عربی (نور محمد، کراچی) ج ۱، ص ۸
 لہ طہیریہ البریلویہ (تقدیم) ص ۵

”اس وقت کی شدید ترین ضرورت یہ ہے کہ ہمارے درمیان اتحاد پایا جائے

اور ہماری صفیں وحدت کی لٹری میں پر دتی ہوتی ہوں۔“

اس حسین آرزو کے باوجود چھ صفحے کی تقدیم میں سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے بارے میں جو تبصرہ کیا ہے، وہ اس آرزو کے یکسر منافی اور قول و فعل کے تضاد کی واضح مثال ہے۔

مصنف کو اعتراف ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں پائے جانے والے تمام فتاوری،

سُہروردی، نقشبندی، چشتی، رفاعی، وہی عقائد و تعلیمات رکھتے ہیں، جو بریلویوں کے ہیں۔

اور تقدیم نگار بریلویوں کو کافر، مشرک، قادیانیوں کے بھائی، انگریز کے خادم اور نہ جانے کیا کیا

کہہ رہے ہیں۔ یہ مقام حیرت ہے کہ وحدت و اتحاد کو ایک ضرورت قرار دینے والا دنیا بھر

کے عامۃ المسلمین کو کس بے دردی سے کافر و مشرک قرار دے رہا ہے۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ایسا سنگین فیصلہ صادر کرتے وقت کسی تحقیق و جستجو کی ضرورت

محسوس نہیں کی، بلکہ ایک مخالف کے بیان پر آنکھیں بند کر کے بے دھڑک فیصلہ دے دیا ہے۔

انہیں خود اعتراف ہے :

اگر فاضل مصنف کا اس گروہ کے ساتھ میل جول اور ہمیں ان کی علمی دنیا

پر اعتماد نہ ہوتا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایسا فرقہ موجود ہوگا۔“

علمی دنیا میں ایسی تحقیقات کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا کہ ایک شخص اپنے کنوئیں سے باہر جانکنے

کی زحمت بھی گوارا نہ کرے، اربابِ علم و دانش پر مخفی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا لَهُ

ص ۷

(مقدمہ) البریلویہ

۱۔ ظہیر

ص ۲-۳

” (تقدیم)

۲۔ ایضاً

ص ۱۰

” ”

۳۔ ایضاً

آیت ۶

الحجرات ۲۹

۴۔ القرآن

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تم تحقیق کرو۔“
 شیخ عطیہ محمد سالم نے چونکہ تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کی اور ہو سکتا ہے کہ وہ تحقیق کرنا ہی
 نہ پاتے ہوں۔ ذیل میں ہم ان کے ”فاضل مصنف“ کے بارے میں ایک اہل حدیث فاضل
 کے تاثرات بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ شیخ عطیہ محمد سالم کی تحریر قطعاً
 غیر تحقیقی ہے۔

ظہیر حافظ عبدالرحمن مدنی کی نظر میں

میاں فضل حق صاحب اہل حدیث پاکستان کے راہنما اور سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں
 ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ان کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس پرچے کا شمارہ ۱۳ گشت
 ۱۹۸۴ء ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں صفحہ پانچ سے سات تک حافظ عبدالرحمن مدنی،

فاضل مدینہ یونیورسٹی کا ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے:

”احسان الہی ظہیر کے لیے چیلنج معاہلہ“

ذیل میں اس مضمون کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

● حقیقت یہ ہے کہ دنیا اس شخص کی محبت میں نہیں، بلکہ اس کے شر سے
 بچنے کے لیے اسے سلام کرنے کی روادار ہے، چنانچہ اس کے چھپوے پن
 کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

● الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت
 نہیں کہ اپنی تعریف میں خود ہی مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یاد کروں
 سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں، اس سلسلہ میں
 میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں، بلکہ میرے گواہ، میرے اپنے شاگرد ہیں،
 جو خود احسان الہی ظہیر کے لیے عربی، اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الہی
 ظہیر ان کا نام دیتے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا
 ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔

● کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اُس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اُس کے نام سے شائع ہوں گی۔
 ● جہاں تک عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے، ورنہ اُس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی ظہیر کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔

● یہ شکایت اس کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو یونہی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔

● مسیٰب حنیانوالی اور احسان الہی ظہیر کے سابق اہلِ محنت، ان دنوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند ٹکے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر یہ سکھلایا کرتا تھا کہ مجھے علامہ کہا کرو اور اب بھی اس شخص نے اپنی ذات سے دوستی یا دشمنی کا یہی معیار قرار دے رکھا ہے کہ کون اُن کے نام سے پہلے "علامہ" لگاتا ہے اور کون نہیں۔

● ان خود ساختہ علامہ صاحب کے کویتی سرپرستوں کو تو ہم نے مباہلہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے۔ اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں، بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے یہ نام زمانہ کردار کا اضافہ کر کے اس کو بھی شاملِ مباہلہ کرتے ہیں،

یعنی؛
 ۱۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطور رشوت

یا برائے نام قیمت پر پلاٹ اور کاروں کے پرمٹ حاصل نہ کیے تھے؟
 (۲) یورپ کے نائٹ کلبوں میں پاکستان کے یہ علامہ صاحب "پیس التحریر مجلہ
 ترجمان الحدیث" کیا گل کھلاتے رہے ہیں؟

(۳) اس شخص کے وہ راز ہاتے دروں "جو اس کی جلوتوں اور خلوتوں کے امین
 ساتھیوں کی شہادتوں سے منظر عام پر آنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، کیا
 یہ ان کی صداقت کے خلاف مبالغہ کر سکتا ہے۔

(۴) اپنے گھر میں جوان نوکرانیوں کے قصوں کے بارے میں مبالغہ کی جرأت
 پاتا ہے؟

(۵) حکومت عراق سے لاکھوں روپے آپ نے کس کار خیر کے سلسلہ میں
 وصول فرمائے تھے؟

(۶) حکومت سعودیہ کو درغلانے کے لیے موجودہ حکومت پاکستان کی شیعہ حمایت
 کے بے بنیاد قصوں کے محاسبہ اور دونوں حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے
 متضاد کردار کو بھی شامل مبالغہ فرمایا جیتے۔

(۷) شاہی مسجد لاہور کے عالیہ واقعہ "یا رسول اللہ کانفرنس" کے سلسلہ میں
 حکومت پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے حکومت سعودیہ کو رپورٹیں
 دینے اور کویتی وفد سے طویل مجلس کو بھی عنوان مبالغہ کا شرف عنایت کیجئے
 ۸۔ "البریلویہ" کے نام سے عرب ممالک میں ایک عربی کتاب کی وسیع پیمانہ
 پر اشاعت، لیکن انہی دنوں میں پاکستان کے بریلویوں سے اتحاد، جسے
 اخبارات نے "سہ جماعتی اتحاد" کا نام دیا۔

اسی طرح "الشیعہ والسننہ" لکھنے کے باوجود شیعہ علماء کے لیے عرب
 ممالک کے ویزے کے لیے کوششیں کرنے، نیز حکومت کے ایک اعلیٰ

عہدیدار کی والدہ کی وفات کی رسم قتل میں شرکت، لیکن سٹیجوں پر اس رسم کو بدعت قرار دینے کو بھی موضوع مباحلہ بنا لیجئے۔

(۹) ریس کورس کے لیے گھوڑوں پر شرطیں پڑنے اور اس خلاف اسلام کاروبار میں شرکت پر بھی مباحلہ کے سلسلہ میں نظرِ کرم ہو جائے۔

(۱۰) کویتی وفد کی اعلیٰ حیثیت اور ان کی طرف سے کروڑوں روپے کے تعاون کے اعلانات کے پس پر وہ حالیہ حکومت پاکستان کے خلاف، اسلام دشمن سیاسی تنظیموں کی سرپرستی اور ایم۔ آر۔ ڈی کو تقویت بھی مباحلہ میں شرکت کی اجازت چاہتی ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا الزامات، جناب علامہ (احسان الہی ظہیر) صاحب کے خلاف سماجی اور سیاسی حلقوں میں مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض رسائل و جرائد میں چھپ بھی چکے ہیں، لیکن حقیقت حال کی وضاحت نہ کی گئی اور ایک چُپ میں ہزار بلائیں ٹال دی گئیں۔

علاوہ ازیں ان جملہ خدمات کے ثبوت کے عینی شاہد ان حضرات کے منہ پر یہ باتیں بیان کرنے کی خواہش رکھتے تھے، لیکن چونکہ بات مباحلہ تک پہنچ چکی ہے، اس لیے مباحلہ میں، مولویت کے لبادے میں اس فتنہ پرور آدمی کے کردار سے پردہ اٹھ ہی جانا چاہیے، جس کے باعث جماعت اہل بیت کسی بھی شرعی مسئلہ میں اختلاف نہ رکھنے کے باوجود بُری طرح انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

● درحقیقت مذکورہ بالا الزامات حکومت کے ریکارڈ اور عین دینی گواہوں کی شہادتوں سے ثابت کیے جاسکتے تھے، لیکن احسان ظہیر نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گھناؤنے کردار کو چھپانے کے لیے خود پہلا وار کرنا مناسب

سمجھا اور بوکھلا کر خود ہی مباہلہ کا چیلنج دے دیا، حالانکہ یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔

● ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ اس مباہلہ کے ذریعے ہم سرفرو ہوں گے، اور اُس کے جھوٹوں اور بہتانوں، نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے یہ شخص جس کی دراز دستیتوں اور زبان درازیوں کی ابتدا اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی اپنے انجام کو جلد پہنچنا چاہتا ہے۔^۱

یہ طویل اقتباسات کسی سُستی بریلوی عالم کے نہیں ہیں، بلکہ خود ان کے ہم مسلک بھائی، اہل حدیث حافظ عبدالرحمن مدنی، فاضل مدینہ یونیورسٹی کے ارشادات ہیں۔ ثنائتگی اور متانت ہمیں اس قسم کی گفتگو کی اجازت نہیں دیتی، ورنہ یہ سلسلہ مزید دراز ہو سکتا ہے، اسی لیے قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے انتہائی تند و تیز زبان میں عائد کیے گئے الزامات کے جواب میں وہ زبان استعمال نہیں کی، صرف حقائق کے چہرہ سے نقاب اٹھنے پر اکتفا کیا ہے۔ کاش کہ شیخ عطیہ محمد سالم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر تھوڑی سی توجہ مبذول کر دیتے :

یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا
ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین^۲
اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاتے تو تحقیق کر لو کہ کہیں
کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔
(کنز الایمان)

بہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، شمارہ ۳، اگست ۱۹۸۴ء، ص ۵

۱۔ عبدالرحمن مدنی، حافظ،

المحجرات ۴۹ آیت ۶

۲۔ القرآن،

جہاں مذہبی اختلافات اس حد تک پہنچ جاتیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر و مشرک قرار دے رہا ہو، وہاں محض کسی ایک فریق کے بیان پر اعتماد کر کے دوسرے کے حق میں فیصلہ صادر کر دینا کسی طرح بھی معقول نہیں، جب تک خود دوسرے فریق کے اقوال و معتقدات کا جائزہ نہ لے لیا جائے۔

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی شاندار کامیابی کے بعد کعب بن اشرف بیچ و تاب کھاتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا، ابوسفیان (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) نے پوچھا، کیسے آتے؟ کعب نے کہا، ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معاہدہ ختم کر کے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان کے کہنے پر کعب نے بت کو سجدہ کیا، پھر ابوسفیان نے کہا تم کتاب پڑھتے ہو اور ہم اُمی ہیں، یہ تو بتاؤ کہ ہم میں سے کون ہدایت پر ہے، ہم یا محمد؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کعب نے کہا تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا:

”ہم حجاج کے لیے اونٹ نحر کرتے ہیں، انہیں پانی پلاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، قیدیوں کو رہائی دلانا، بیت اللہ شریف کی تعمیر اور اس کا طواف ہمارا کام ہے اور ہم اہل حرم ہیں۔“

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنا آبائی دین اور حرم بیت اللہ چھوڑ دیا، قطع رحمی کی، ہمارا دین قدیم اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین نیا ہے۔ کعب نے آنکھیں بند کر کے ابوسفیان پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا:

انتم والله اهدى سبيلا مني، محمد له
اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی یہ آیت نازل فرمائی:

المرتضى الذين اوْتوا نصيباً من الكتاب يؤمنون
بالحبت والطاعت و يقولون للذين كفروا هؤلءاء

۱۔ احمد بن محمد الصاوی المالکی، علامہ؛ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین (مصطفی البابی، مصر، ج ۱، ص ۲۱۰)

اهدی من الذین امنوا سبیل اولئک الذین
لعنہم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا
”کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا، ایمان لاتے ہیں بت اور
شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں، یہ ہیں جن
پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے، تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا“
کہنا یہ ہے کہ محض مخالف کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے بلا تحقیق فیصلہ صادر کر دینا
نہ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے اور نہ ہی اسے اہل علم و دانش قبول
کر سکتے ہیں۔ ابوسفیان نے جس طرح اپنے دین کی خوبیاں اور دین مصطفیٰ کی خامیاں بیان
کیں، کیا کوئی ہوشمند اور منصف حج اس بیان پر ایک طرفہ فیصلہ کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو شیخ
عطیہ محمد سالم کے لیے یک طرفہ فیصلہ کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟
شیخ عطیہ محمد سالم نے محض ایک مخالف کے بیانات پر اعتماد کر کے اہل سنت و جماعت
کے خلاف جو یک طرفہ فیصلہ دیا ہے اور جارحانہ رویہ اختیار کیا ہے، اس سے ان کے
غیر علمی اور غیر ذمہ دارانہ انداز فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وہ کہتے ہیں:

”اس کتاب (البریلویہ) کے مصنف نے فرقہ بریلویہ اور ان کے قریبی فرقوں
قادیانیہ اور بابیہ کو قوی اسلوب اور علمی تحقیق کے ساتھ پیش کیا ہے (ترجمہ مختصراً)
”اس کی تمام تحریرات سچائی، اعتدال، دلائل اور صداقت سے
مالا مال ہیں“ تہ

۱	لہ القرآن،	النساء ۴	الآیۃ	۵۱
۲	لہ عطیہ محمد سالم،	تقدیم البریلویہ	ص	۲
۳	لہ ایضاً،	”	ص	۳

کاش کہ وہ انصاف اور دیانت کے تقاضوں کے مطابق اہل سنت کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی زحمت اٹھا لیتے، تو ان کا فیصلہ یقیناً مختلف ہوتا۔

دور زوال یا دورِ کمال؟

امام احمد رضا بریلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء - ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا دورِ سیاسی اعتبار سے پہلے زوال اور پھر عروج کا زمانہ ہے، لیکن علمی، ادبی اور فکری لحاظ سے یہ دور مسلمانانِ ہند کا زرین دور ہے۔ اس عرصے میں جتنی قد آور شخصیتیں، اُفق متحدہ پاک و ہند پر نمودار ہوئیں، بعد کے زمانوں میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

حکیم عبدالحی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں علماء ہند کا تذکرہ کیا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں جلد میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء کا تذکرہ ہے۔ ایک نظر ان جلدوں کے دیکھنے سے ہمارے بیان کی صداقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

ابوالحسن علی ندوی، آٹھویں جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”اس جلد میں سابقہ تمام زمانوں کی نسبت، حالاتِ علماء کی کثرت اور

رنگارنگی میں زیادہ وسعت ہے، اس میں بڑے بڑے علماء، نابغہ عصر مؤلفین

اجلہ مشائخ، تربیت دینے والے اربابِ قلوب، عظیم معلم، اصحابِ درس و

تخریج ہیں، ان میں جدید فکر کے قائدین اور تحریکوں کے راہنما ہیں، ان میں

ادبار ہیں، شعراء ہیں اور سیاسی محرکوں میں بے خطر کو جانے والے لیڈر ہیں۔“

شیخ عطیہ محمد سالم نے تاریخ ہند کا مطالعہ نہیں کیا، اس لیے وہ کہتے ہیں:

”یہ دور، ہند میں علمی، فکری، حقیقی کہ ادبی ترقی کا دور نہیں ہے۔“

لُطْف کی بات یہ ہے کہ مصنف علمی اور فکری لحاظ سے اس دور کو سنہری قرار دے

رہا ہے، ان کا بیان ہے:

”۱۸۵۷ء کے بعد ۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۵ء تک وہابیوں کو بیخ و بن سے اُکھیلنے کے لیے ان کے علماء، زعماء اور قائدین کو تختہ دار تک پہنچایا گیا، اس دور میں جنہیں قید کیا گیا، وہ اہل توحید کے عموماً اور اہل حدیث کے خصوصاً سربراہ اور وہ علماء تھے۔ مثلاً شیخ جعفر تھانیسری، شیخ عبدالرحیم، عبدالغفار، شیخ المسلمین شیخ یحییٰ علی صادق پوری اور شیخ احمد اللہ وغیرہ، پھر ان کے بعد اہل حدیث کے قائد، زعمیم اور سلف صالح کے متبع، العلم الرفیع، شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی“

جبکہ عطیہ محمد سالم، اس دور کو بانجھ اور ناقابل ذکر قرار دے رہے ہیں، گویا تقسیم نگار خود مصنف کی تکذیب کر رہے ہیں، بلکہ وہ تو یہاں تک کہہ گئے کہ:

”استعمار کی عادت یہ ہے کہ ہر اس تحریک کا گلا گھونٹ دے جس میں زندگی کی رمت موجود ہو، لہذا یہ طائفہ (دہلویہ) استعمار کے ساتھ میں اس کی خدمت کے بغیر بھری نہیں سکتا تھا“

یہ تو آپ الگ باب میں ملاحظہ کریں گے کہ اہل حدیث نے انگریزی دور میں کتنی ترقی کی اور کس قدر خادمانہ روابط استوار رکھے، اس جگہ صرف ایک اقتباس پیش کرنا مناسب ہے گا۔ ایک دفعہ کسی مخالف کی شکایت پر میاں نذیر حسین دہلوی گرفتار ہو گئے۔ پھر کچھ وقت کے بعد رہا کر دیئے گئے، ایسا کیوں ہوا؟

”انگریزان کی ہیبت علمی، بلند مقام اور مسلمانوں میں ان کے اثر و رسوخ

سے مخالف تھے، اس لیے ان کے معاملہ میں پریشان ہو گئے، کہیں مسلمان
بھڑک نہ اٹھیں اور قیامت نہ آجائے۔“ لے

عطیہ محمد سالم کے بیان کی روشنی میں سوچیے کہ میاں صاحب کو اس قدر عروج
اور قوت و شوکت کیسے حاصل ہو گئی؟ جبکہ استعمار ہر اس تحریک کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے
جس میں زندگی کی کوئی بھی علامت موجود ہو۔

مرزا غلام قادر بیگ

ہٹلر کے دستِ راست گوبلز کا قول ہے کہ جھوٹ اتنا بولو کہ اس پر سچ کا گمان ہونے
لگے۔ امام احمد رضا بریلوی کے چند ابتدائی کتب کے استاد، مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ
کے بارے میں مخالفین نے اسی مقولے پر عمل کرتے ہوئے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کیا کہ وہ
مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

مرزا کا بھائی ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا تھا، جبکہ مرزا غلام قادر بیگ، ۱۸۹۰ء میں کلکتہ
میں حیات تھے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کی جائے۔ دراصل نام کے اشتراک سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کو مرزائی اور کافر بنا دیا اور اس سے
ان کے دل پر کوئی ملال نہیں آیا کہ کسی دلیل اور ثبوت کے بغیر ہم نے ایک مسلمان کو کافر کیوں قرار
دیا؟ اور ملال آئے بھی تو کیوں کر؟ جبکہ یہ لوگ تمام عامۃ المسلمین کو کافر قرار دے کر بھی اپنے
ضمیر پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتے۔

عطیہ محمد سالم بھی اسی پروپیگنڈے کے زیر اثر یہ کہہ گئے:

بریلویہ کے بانی کا پہلا استاد، مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی

ص ۳۸

البریلویہ

لے ظہیر

ص ۴۰

تقدیم البریلویہ

۲ عطیہ محمد سالم

کا بھائی تھا، لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ قادیانیت اور بریلویت دونوں استعمار
کی خدمت میں بھائی بھائی ہیں۔" اے

اگر کسی دعویٰ کا ثابت کرنا واقعی محتاج دلیل ہوتا ہے، تو ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے
دعوے کی صداقت پر کوئی دلیل پیش کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ قیامت تک کوئی دلیل نہ
اسکیں گے۔

نادرا استدلال

عطیہ محمد سالم، نہ جانے کس قابلیت کی بناء پر قاضی بنا دیئے گئے کہ وہ فیصلہ دیتے
تحت محض سنی سنائی باتوں پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں کہ دلائل و شواہد پر توجہ دینے کی زحمت بھی
لا ارا نہیں کرتے اور جن امور کو وہ منطقی دلائل کے طور پر پیش کرتے ہیں، انہیں دیکھ کر منطق کا
ابتدائی طالب علم بھی مسکراتے بغیر نہ رہ سکے گا۔

ذرا انداز استدلال ملاحظہ ہو، مغالطہ کی صحیح تصویر آپ کے سامنے آجائے گی، وہ
لکھتے ہیں:

"بریلویوں نے دیوبندیوں کی تکفیر کی ہے

دیوبندی حنفی ہیں

بریلوی بھی حنفی ہیں

لہذا بریلوی خود کافر ہوں گے

یہ واضح منطقی قیاس ہے۔" اے

اگر عطیہ محمد سالم نے منطق کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھی ہوتی، تو وہ کبھی اس مغالطہ

کو قیاس منطقی قرار دینے کی جرأت نہ کرتے۔ ان کی منطق کے مطابق کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے
 ”عطیہ محمد سالم اور دیگر نجدی علماء بریلویوں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں
 حالانکہ؛

بریلوی کلمہ گو ہیں

اور نجدی بھی کلمہ گو ہیں

لہذا نجدی خود کافر و مشرک ہوں گے

اور یہ واضح قیاس منطقی ہے

منطقی اصطلاح کے مطابق یہ قیاس اقترانی حملی شکل ثنائی ہے جس میں حد اوسط،
 صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول ہوتی ہے، لیکن اس شکل کے نتیجہ دینے کے لیے ضروری ہے
 کہ دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہوں، یعنی ایک موجب ہو تو دوسرا سالب ہو۔
 علامہ تفتازانی فرماتے ہیں؛

وفي الثاني اختلافهما في الكيف و کلیة الکبریٰ له

”شکل ثنائی میں شرط یہ ہے کہ دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہوں؛

اور کبریٰ کلیہ ہو۔“

شیخ عطیہ کے پیش کردہ دونوں مقدمے موجبے ہیں؛

دیوبندی حنفی ہیں

بریلوی بھی حنفی ہیں

اول تو یہ قیاس منطقی کے قواعد کی رُو سے ہے ہی غلط اور اگر صحیح بھی ہوتا تو اس کا نتیجہ

یہ ہوتا؛ — دیوبندی، بریلوی ہیں

سُبحان اللہ! کیا منطق ہے اور کیا شان استدلال؟

یہ تو عقلی استدلال تھا، نقلی دلیل بھی ملاحظہ ہو:

”علماء کا قدیم مقولہ ہے کہ جس نے اپنی جنس کو گالی دی، اس نے اپنے آپ

کو گالی دی، تو انہوں نے غیر محسوس طریقے پر اپنے آپ کو کا فر قرار دے دیا۔“

قطع نظر اس سے کہ حکم شرعی کے بیان کو گالی دینا نہیں کہہ سکتے، یہ کہنا سرے سے غلط ہے

کہ دیوبندی بریلوی کی جنس ہے، انہوں نے خود کہا ہے:

”دیوبندی مذہب حنفی کی طرف منسوب ہونے میں بریلویوں کے ساتھ

شریک ہیں۔“

اس لیے دیوبندی اور بریلوی میں سے کسی کو دوسرے کے لیے جنس نہیں کہہ سکتے۔

ہر ایک الگ الگ نوع ہے اور ضروری نہیں کہ ایک نوع کا حکم دوسری نوع پر بھی لگے۔

قائدِ اعظم، اقبال اور ضیاء

تحریک پاکستان کے دور میں سیاسی لیڈر مختلف گروہوں میں منقسم تھے۔ کچھ لوگ

انگریز کے حامی اور موید تھے، کچھ انگریز کے دشمن لیکن ہندو کے دل و جان سے دوست

اور اتحادی تھے۔ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء کا دینی اور اسلامی

نقطہ نظر یہ تھا کہ انگریز اور ہندو دونوں ہی ہمارے دشمن ہیں۔ ہندو اور مسلمان دو الگ

الگ قومیں ہیں، یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جسے بعد میں علامہ اقبال اور قائد اعظم نے اپنایا

اور اسی نظریے کی بناء پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سٹی کانفرنس کا بنارس میں تاریخی اجلاس ہوا جس میں اہل سنت

و جماعت (بریلوی) کے تمام علماء اور مشائخ نے شرکت کی اور مطالبہ پاکستان کی بھرپور

حمایت کی۔ اس دور میں مسلم لیگ اور قائد اعظم کے مطالبہ پاکستان کی حمایت جس زوردار اور جہت
انداز میں اہل سنت و جماعت کے شیخ سے کی گئی اور کسی طرف سے نہیں کی گئی۔

عظمتیہ محمد سالم کی تاریخ سے بے خبری ملاحظہ ہو، وہ کہتے ہیں:

”بریلویوں نے بانی پاکستان محمد علی جناح اور شاعر اسلامی پاکستانی محمد اقبال
بلکہ پاکستان کے موجودہ صدر محمد ضیاء الحق کی تکفیر کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ
لوگ بریلویوں کے دوست انگریزی استعمار کے دشمن تھے اور انہوں نے انگریز
کو نکالنے کے لیے جہاد کیا تھا۔“

حالانکہ تحریک پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ اگر علماء اور مشائخ اہل سنت حمایت نہ
کرتے تو یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکتی تھی یا پھر پاکستان کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔
تفصیل آئندہ اوراق میں ”اسلامی سیاست“ کے عنوان کے تحت ملاحظہ ہو۔

علامہ اقبال اور قائد اعظم کے خلاف فتویٰ دینے کے سلسلے میں تجانب اہل سنت کا
حوالہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مولانا محمد طیب کی انفرادی رائے تھی جسے علماء اہل سنت کی
جماعتی طور پر تائید حاصل نہیں ہوئی۔ شخص واحد کی انفرادی رائے کو پوری جماعت پر ٹھونس
دینا کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں:

”ہم یہ عقائد و معتقدات اور ان کے دلائل خود احمد رضا بریلوی، ان کے
خواص اور اس گروہ کے خواص و عوام کے نزدیک معتمد حضرات اور ان
نمایاں شخصیات سے نقل کریں گے جو ان کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے
مسلم ہوں۔“

ص ۵

تقدیم البریلویہ

۱۔ عظمتیہ محمد سالم:

ص ۲۰۵-۷

البریلویہ

۲۔ ظہیر:

ص ۵۶

”

۳۔ ظہیر:

اب ان لوگوں سے کون پوچھے کہ تجانب اہل السنۃ کے مصنف مولانا محمد طیب کہاں کی مسلم نمایاں اور غیر متنازع فیہ شخصیت ہیں؟ خود ظہیر صاحب نے بریلویوں کے جن زعماء کا ذکر کیا ہے۔ ان میں مولانا محمد طیب کا ذکر نہیں ہے، یہ کہاں کی دیانت ہے کہ ان کے اقوال تمام اہل سنت کے سر تقویٰ دیتے جاتیں؟

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”مولانا طیب صاحب ہمدانی مصنف تجانب اہل سنت“ علمی اعتبار سے کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں، وہ مولانا حشمت علی کے داماد تھے اور ان کا مبلغ علم فقط اتنا تھا کہ وہ شر قیور کی ایک چھوٹی سی مسجد کے امام تھے اور بس، تجانب اہل سنت میں جو کچھ انہوں نے لکھا وہ ان کے ذاتی خیالات تھے، اہل سنت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے بنارس کانفرنس میں قرارداد قیام پاکستان منظور کر کے مولانا حشمت علی کے سیاسی افکار اور تجانب اہل سنت کے مندرجات کو عملاً رد کر دیا تھا، لہذا سیاسی نظریات میں ایک غیر معروف مسجد کے غیر معروف امام (مولانا طیب)، اور غیر مستند شخص کے سیاسی خیالات کو سوادِ اعظم اہل سنت پر لاگو نہیں کیا جاسکتا، نہ یہ شخص ہمارے لیے حجت ہے اور نہ اس کے سیاسی افکار“

غزالیٰ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں،

”تجانب اہل سنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے، لہذا اہل سنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں

ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔“ لہ

اس جگہ اس امر کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ تحریک پاکستان کے زمانے میں علمائے اہل سنت اور علماء دیوبند کی اکثریت مخالف تھی البتہ بعض علماء حامی تھے۔ مولوی داؤد غزنوی الحدیث اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی آخر میں جا کر مسلم لیگ میں شریک ہوئے، جبکہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے تمام تر علماء پاکستان اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔ اگاد کا علماء جیسے مولانا حشمت علی وغیرہ ضرور اختلاف رکھتے تھے، لیکن وہ بھی نظریہ پاکستان کے مخالف یا کانگریس کے حامی نہ تھے۔ ان کا اختلاف محض اس بنا پر تھا کہ مسلم لیگ مختلف بد مذہبوں کا ملعوبہ ہے ہم اس کی حمایت نہیں کر سکتے۔ اہل سنت کی نمائندہ تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس چونکہ مسلم لیگ کی حامی تھی، اس لیے وہ اس تنظیم سے بھی اختلاف رکھتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے اجلاس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ڈٹکے کی چوٹ پر مطالبہ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کر کے ان حضرات کا انفرادی موقف مسترد کر دیا تھا۔ بعد میں مولانا حشمت علی خاں نے بریلی جا کر سنی کانفرنس کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا جس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے سنی کانفرنس کی مسلم لیگ کی حمایت کو تسلیم کر لیا تھا۔

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ فرماتے ہیں:

”مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں مشہور اور ناقابل انکار واقعہ ہے کہ انہوں نے بریلی شریف جا کر مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے، قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کی مخالفت سے توبہ کی تھی۔“ لہ

لہ قلمی یادداشت، حضرت عزالی زمان، تحریر ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۲ء، محفوظ نزد اقم (شرف تادری)

لہ ایضاً،

علامہ عثمانی دیوبندی نے لفظ الرحمن میوہاروی وغیرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،
 ”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون
 ہمارے متعلق چسپاں کیے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا
 آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا؟“ لے
 اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی حمایت کرنے پر دیوبند کی فضا میں ان
 کے خلاف کس قدر اشتعال تھا؟

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی زیر عنوان ”تحریک پاکستان میں غیر مقلدین کا
 طرز عمل“ لکھتے ہیں:

”برصغیر پاک و ہند کے ہر کہ وہیہ کو معلوم ہے کہ آپ کے اکثر اکابر نے تحریک
 پاکستان کی سرٹوڑ مزاحمت کی، بلکہ پاکستان دشمن جماعتوں کے سرخیل اور سرگروہیہ
 ہیں۔ مولانا سید اسماعیل صاحب غزنوی کی ذات مستثنیٰ ہے کہ انہوں نے اصولی
 طور پر پاکستان کی حمایت کی، مگر ان کا کردار نمایاں نہیں رہا، دوسرے عظیم رہنما
 حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی جو پنجاب میں ہندو نیشنل کانگریس کے
 صدر تھے، کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے
 ساتھ مل کر مسلمانوں پر خضر وزارت کو مسلط کیا، البتہ عوام اہل حدیث کا رجحان
 نظریہ پاکستان کے حق میں تھا اور بالآخر ان کے دباؤ سے مولانا سید محمد داؤد صاحب
 غزنوی بھی تحریک پاکستان میں شامل ہو گئے۔“ لے

احسان الہی قہیر، وکیل اہل حدیث محمد حسین بٹالوی کی انگریز نوازی سے انکار نہیں کر سکے،
 اس لیے گلو خلاصی کرانے کے لیے اپنے خیال میں آسان راستہ تجویز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لے طاہر احمد قاسمی، مکالمۃ القدرین (دارالاشاعت، دیوبند) ص ۲۱

مولانا عبدالستار خاں نیازی، مولانا، نعرۃ حق (مکتبہ رضویہ، گجرات) ص ۴۵

ترہا معاملہ محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا، تو ہم اس سلسلہ میں متنبی
 قادیانی کی امت کی طرح کسی قسم کی تاویل و تحریف کے چاکر میں پڑنے کی بجائے
 اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا، تو غلط کیا۔ ہم نہیں
 نہ معصوم سمجھتے ہیں نہ صاحب شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند ہو
 قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہوتا ہے،
 ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر دھبہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بنا پر
 کسی گروہ کو مطعون کیا جاسکتا ہے۔“ لہ

یہی فارمولا اہل سنت کی طرف سے پیش کیا جائے، تو قابل قبول کیوں نہیں ہے۔ چند
 افراد کے افکار کی ذمہ داری تمام جماعت پر کس طرح ڈالی جاسکتی ہے؟ ہمارے علماء نے بھی
 لگی لپٹی کے بغیر تجائب اہل السنۃ کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

پھر یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ جن ایڈریسوں کی ذمہ داری تنہا بٹالوی صاحب پر ڈالی جا رہی
 ہے ان میں وہ تنہا نہیں ہیں، بلکہ اہل حدیث کے بڑے بڑے (شیخ الكل قسم کے) علماء بھی شامل
 ہیں۔ چند اسماء ملاحظہ ہوں۔ لارڈ ڈفرن، گورنر جنرل اور وائسرائے ہند کو دیئے گئے ایڈریس
 (سپاس نامہ) میں شامل چند علماء کے نام یہ ہیں:

”مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی، ابو سعید محمد حسین (بٹالوی) وکیل اہل حدیث ہند
 مولوی محمد یونس خاں، رئیس دتا ولی علی گڑھ، مولوی قطب الدین، پیشوائے
 اہل حدیث روپڑ، مولوی محمد سعید، بنارس، مولوی الہی بخش پلیدر، لاہور۔
 مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہل حدیث، مدراس وغیرہ“ لہ

اُس وقت کے اہل حدیث کے جتنے بڑے بڑے پیشوا ہیں، وہ سب اس ایڈریس (سپاس نامہ)

مرزائیت اور اسلام (ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور) ص ۲۳۳

لہ ظہیر

ج ۱۱ شماره ۲، ص ۴۱-۴۲

اشاعت السنۃ

لہ محمد حسین بٹالوی

کریب ہیں، مگر پوری قوم کا جرم ایک بے چارے بٹالوی کے سر منڈھا جا رہا ہے اس
س اہل سنت و جماعت کے چند افراد کے افکار کی ذمہ داری پوری جماعت پر ڈالی
ہی ہے۔ اس الٹی گنگا کا کیا علاج؟

پھر لطف کی بات یہ کہ سرفہرست میاں نذیر حسین دہلوی کا نام ہے۔ آپ جانتے ہیں
کون ہیں؟ خود ان سے سُنئے:

”قائدِ اہل حدیث، سلف صالح کے متبعین کے زعمیم، بلند پہاڑ، شیخ الکحل،

سید نذیر حسین محدث دہلوی۔“ لہ

”محدثِ جلیل، عالمِ نبیل، اپنے دور میں طائفہ منصورہ کے شیخ ربانی، اولادِ
رسول، سید نذیر حسین دہلوی، جنہوں نے پاک و ہند میں سنت کا جھنڈا بلند
کیا، جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کیا، اس خطے کو کتاب و سنت
کے نور سے منور کیا، جو شاہ ولی اللہ دہلوی کی مسند پر بیٹھا اور اُس نے ان کی
تعلیمات کی تنقیح، تہذیب اور تجدید کی“ لہ

باتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں، اہل حدیث کے شیخ الکحل کی اس سپاسنامے میں حاضری
پوری جماعت اہل حدیث کی حاضری تھی، لیکن ان کے ساتھ ساتھ علی گڑھ، روپڑ، بنارس،
ہور اور مدراس وغیرہ مقامات کے پیشوا یا ان اہل حدیث بھی شامل ہوں تو اس سپاسنامے
ذمہ داری صرف بٹالوی کے سر ڈال دینا انصاف کا خون بہا دینے کے مترادف ہو گا
مگر محمد حسین بٹالوی بھی اہل حدیث جماعت کا کوئی معمولی فرد نہیں ہے، بلکہ تمام اہل حدیث
کیل ہے، اس کی ایک اپیل پر ہزاروں قراردادیں ملک کے طول و عرض سے
وصول ہو جاتی ہیں۔

علامہ اقبال نجدی علماء کی نظر میں

عظیۃ محمد سالم، علامہ اقبال کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اسلامی پاکستانی شاعر، محمد اقبالؒ

البریلویۃ کے مصنف ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”شاعر رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، ہند و پاک میں مسلمانوں

کا شاعر جس نے اس خطہ کے لوگوں میں جہاد کی روح بھونٹی۔ . . .

ڈاکٹر محمد اقبالؒ

غالباً ان دونوں مصنف اور مقدمہ نگار، کو معلوم نہیں ہے کہ نجدی علماء کی علامہ اقبال

کے بارے میں کیا رائے ہے؛ روزنامہ نوائے وقت لاہور میں جناب محمد امین کا ریاض سے

بھیجا ہوا مراسلہ چھپا تھا، جس کا عنوان ہے:

سعودی عرب میں اقبالیات کا ابلاغ

ان کا بیان ہے کہ ۱۹ نومبر (۱۹۸۰ء) کو ریاض یونیورسٹی میں اسلامی فکر کی تجدید کے

عنوان سے ایک سیمینار ہوا، جس میں سعودی عرب کے سب سے بڑے مذہبی رہنما شیخ

عبد العزیز بن باز، معروف مصری مفکر محمد قطب (سید قطب شہید کے بھائی) سوڈان

کے ڈاکٹر جعفر شیخ اور لیس اور معروف مؤلف اور روشن نظر عالم دین جناب محمد صباح نے

خطاب کیا۔ سیمینار کے آخر میں سوال و جواب کا ایک پروگرام ہوا اور اس نشست کا

آخری سوال اقبال کی کتاب تشکیل جدید الہیات اسلامی کے بارے میں تھا جس کا عربی

ترجمہ تجدید التفکر التبرینی فی الاسلام کے نام سے موجود ہے۔ ڈاکٹر جعفر شیخ اور لیس نے

ص ۵

تقدیم البریلویۃ

اعظیۃ محمد سالم،

ص ۲۰۵

البریلویۃ

۲۰ ظہیر

سلیم کرنے کے باوجود کہ اس کتاب میں کچھ باتیں قابل اعتراض ہیں۔ معتدل موقف اختیار
لیکن استاذ صباغ نے اقبال پر شدید تنقید کی اور کہا:

”اس کتاب کی عبارتیں گمراہ کن ہیں، بلکہ اس میں بعض باتیں کفر تک لے
جانے والی ہیں۔ یہ انتہائی خطرناک کتاب ہے اور طلباء کو اس سے متنبہ
رہنا چاہیے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار بھی کیا کہ ایسی کتابیں
بغیر تعلیق اور حواشی کے نہیں چھپنی چاہئیں۔“
مراسلہ نگار لکھتے ہیں:

”سوء اتفاق سے جناب محمد قطب نے بھی استاذ صباغ کی تائید کی
اور کہا کہ اس کتاب کا پڑھنا عام طلباء کے لیے خطرے سے خالی نہیں، اس
میں بہت سی باتیں خلاف حقیقت ہیں۔ نیز یہ کہ اقبال مغربی فلسفے اور خاص کر
جرمن فلسفے سے متاثر ہے اور تصوف کے بعض غیر اسلامی نظریوں کا قائل ہے۔“

کیا البریلویہ کے مصنف اور تقدیم نگار یہ وضاحت کریں گے کہ شاعر اسلامی، شاعر رسالت محمد
کے بارے میں یہ رویت کیوں اختیار کیا گیا؟ اور شیخ عبدالعزیز اور دیگر سکالروں نے یہ سب فتوے
منکر اختلاف کیوں نہ کیا؟ کیا یہ نجدی علماء کا اجماع سکوئی نہ ہوگا؟ پھر تصوف کے ان غیر اسلامی
نظریوں کی وضاحت بھی ہونی چاہیے، جن کا اقبال قائل ہے۔

صدر پاکستان

عطیہ محمد سالم کہتے ہیں کہ ”یہ لوگ تکفیر میں جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ
پاکستان کے موجودہ صدر محمد ضیاء الحق کو بھی کافر قرار دے چکے ہیں۔“

۱۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، شمارہ یکم دسمبر ۱۹۸۰ء ص ۳

۲۔ عطیہ محمد سالم، تقدیم البریلویہ ص ۵

اس کھوکھلے دعوے کی بنیاد یہ فراہم کی گئی ہے کہ جب مسجد نبوی اور مکہ معظمہ کے پاکستان آئے، تو صدر اور گورنر پنجاب سوار خاں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی، کسی نے سوال کیا کہ ان کا کیا حکم ہے؟ مفتی سید شجاعت علی قادری نے جواب دیا:

”حضرت نورانی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص وہابی

نجدیوں کو مسلمان جانے یا ان کے پیچھے نماز پڑھے، وہ کافر و مرتد ہے۔“ لے

اس مضحکہ خیز دعویٰ اور اس کی دلیل کا بودا پین اس سے ظاہر ہے کہ مفتی سید شجاعت

قادری کو حکومت پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کا جج بنا دیا ہے۔ کیا عقل سلیم یہ باور کر سکتی

کہ صدر پاکستان محمد ضیاء الحق اس شخص کو وفاقی شرعی عدالت کا جج بنا دیں گے جو ان کے کفر

فتویٰ دے چکا ہو، گویا تکفیر ایسا کارنامہ ہے جس پر اعزاز و اکرام سے نوازا جا رہا ہے

مفتی سید شجاعت علی قادری کی وضاحت بھی ملاحظہ ہو:

”میرے نام سے بہت سے ایسے فتاویٰ شائع ہو چکے ہیں، جن پر کوئی ذی ہوش

انسان کبھی یقین نہیں کر سکتا ہے اور جن کی تردید میں بارہا کر چکا ہوں، مثلاً یہ کہ میں

نے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب وغیرہ کو کافر کہا ہے“

پاکستان کے موجودہ صدر، سعودی عرب حکومت اور علماء کے منظور نظر ہیں۔ سعودی عرب

اور اس کے زیر اثر عرب ریاستوں میں امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے ترمیم

قرآن کنزالایمان اور مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر خزان العرفان پر پابندی عائد

کی گئی، تو علماء اہل سنت کا ایک وفد صدر صاحب سے ملا، صدر نے کہا کہ یہ ان ممالک

کا داخلی معاملہ ہے، میں کس طرح مداخلت کر سکتا ہوں؟ بادشاہی مسجد میں ”نعرہ رسالت“

کے جواب میں ذلیل جواب دینے والے شخص کے خلاف یا رسول اللہ کا فرانس

لے ظہیر!

البریلویہ

ص ۲۰۸

لے قلمی یادداشت، مفتی سید شجاعت علی قادری، تحریر ۱۱ جولائی ۱۹۸۴ء، محفوظ نزد راقم شرف قادری

کے مطالبہ پر قائم کردہ ٹریبونل کا فیصلہ آج تک منظرِ عام پر نہ آسکا، حالانکہ یہ تو پاکستان کا خاص داخلی معاملہ تھا۔

سعودیہ کا مکتبۃ الدعوة لاہور، کروڑوں روپے کا دل آزار لٹریچر پاکستان میں مفت تقسیم کر رہا ہے، جس میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بت پرست قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ تو پاکستان کا خاص داخلی معاملہ ہے، لیکن حکومت نے اس کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

● "پاکستان میں قبروں پر پھول و نذر و نیاز کے سلسلے کی وجہ سے لوگوں کی عقیدت اللہ تعالیٰ سے ختم کی جا رہی ہے۔ ایسے ملک کی حکومت کو اسلامی کہنا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔" لہ

● "جو شخص حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف منہ کرتا ہے، اُس نے آپ کی قبر کو قبلہ و کعبہ بنا لیا، یہی شرکِ اکبر ہے اور یہی بعینہ بتوں کی عبادت ہے۔" لہ

● "باہر سے آنے والے لوگ قبر البقی کو بت سمجھ کر پوجتے ہیں۔" لہ

● "تمام عالمِ اسلام میں شرک کیا جا رہا ہے اور وہ ہے قبروں کی عقیدت۔"

● "صحابہ کرام اور اہل بیت کی قبروں کے سامنے دُعا مانگنا اور غارِ حراء و ثور سے تبرک لینا حرام ہے۔" لہ

● "مسجدِ نبوی اور قبر شریف (روضۃ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے درمیان

۱۶ ص	مقدمہ محمد بن عبدالوہاب	لہ محمد صادق خلیل، فیصل آباد،
۷ ص	المشاہدات المعصومیۃ (ادارات البحوث العلمیۃ السعودیۃ)	لہ محمد سلطان المعصومی المکی،
۷ ص	" " " " " "	لہ ایضاً،
۴ ص	تطہیر الاعتقاد (ادارات البحوث العلمیۃ السعودیۃ)	لہ محمد بن اسماعیل یمنی،
۴ ص	حج اور زیارت کے شرعی آداب (مطابع النصر الریاض)	لہ عبدالعزیز بن عبداللہ،

- ایک یوار کھڑی کی جاتے تاکہ موحد کو اطمینان ہو۔" لے
- انبیاء اور صلحاء کو سفارشی ماننا بالکل مشرکوں کا عقیدہ ہے۔" لے
 - "صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنے والے اس زمانے کے مسلمان تو مشرکین عرب سے کہیں آگے ہیں۔" لے
- عطیہ محمد سالم کہتے ہیں؛

"اس وقت جبکہ ہمیں وحدت کلمہ اور اپنی صفوں میں اتحاد کی شدید ضرورت ہے، بریلوی اپنے علاوہ ہر شخص کی تکفیر کرتا ہے۔" لے

یہ صریح بہتان ہے کہ فاضل بریلوی اپنے علاوہ ہر شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔ انہوں نے صرف ایسے لوگوں کی تکفیر کی، جنہوں نے خدا و رسول کی بارگاہ میں صریح گستاخی کی یا گستاخی پر آگاہ ہو کر بھی اسے صحیح قرار دیا۔

شیخ عطیہ نے اپنے ہم خیال نجدی علماء کے رویتے پر غور نہیں کیا جو اپنے علاوہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک قرار دینے پر تلے ہوتے ہیں۔ چند اقتباسات ابھی ابھی پیش کیے جا چکے ہیں، چند مزید حوالے دیکھ لیجئے؛

مترجم قرآن پاک جلد دو

شیخ عبدالعزیز بن باز ایک مکتوب میں لکھتے ہیں؛

۱۲۵ ص	قبروں پر مسجدیں (ضیاء السنۃ، لائل پور)	۲ ناصر الدین البانی؛
۷۵ ص	التوحید (الدار السلفیہ، بمبئی)	۳ احمد بن حجر آل ابوطاہی سلفی؛
۴۵ ص	بداية المستفید شرح کتاب التوحید ترجمہ (الفار السنۃ، لاہور) ج ۱ ص ۴۵	۴ عبد الرحمن بن حسن؛
۵ ص	تقدیم البریلویۃ	۵ عطیہ محمد سالم؛

”ہمیں بھی مختلف اداروں کی طرف سے اس مترجم کے نمونے موصول ہوتے ہیں، جن کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اس میں تحریفیات اور جھوٹ بھرا پڑا ہے۔ لہذا تمام متعلقہ اداروں کو یہ اطلاع کر دی جائے کہ جن مساجد میں اس کے نسخے ہیں یا کسی اور جگہ ہوں تو ان کو ضبط کر لیا جائے اور جلا دیا جائے۔“ لہ

قصیدہ بُردہ اور دلائل الخیرات جلد دو

محمود مہدی استانبولی کی ایک تصنیف کُتُبُ یُسْتَمَنُ مِنَ الْاِسْلَامِ (غیر اسلامی کتابیں)، المکتب الاسلامی، بیروت سے طبع ہوتی ہے اس کا ایک عنوان ہے:

حَرَقُوا هَذَا الْکِتَابَ لَه (ان کتابوں کو جلا دو)

اس میں غیر اسلامی کتب میں سرفہرست جن کتابوں کو شمار کیا گیا ہے وہ ہیں:

قصیدہ بُردہ اور دلائل الخیرات ۳

بخاری شریف جلد دو

۱۹۸۲ء میں عالمی سیرت کانفرنس، تہران میں اتحاد امت کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے گوجرانوالہ کے اہل حدیث کے مولوی بشیر الرحمن مستحسن نے اپنی تقریر میں کہا:

”اب تک جو کچھ کہا گیا ہے، وہ قابلِ قدر ضرور ہے، قابلِ عمل نہیں، اختلاف ختم کرنا ضروری ہے، مگر اختلاف ختم کرنے کے لیے اسباب اختلاف کو مٹانا

۳۵ ص	اتحاد بین المسلمین (مکتبہ رضویہ، لاہور)	لہ عبدالستار خاں نیازی، مولانا،
۷ ص	کتب لیست من الاسلام (بیروت)	۳ محمود مہدی استانبولی،
۱۱-۲۷ ص	”	۳۱ ایضاً،

ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابل اعتراض ہیں، ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے، کیوں نہ ہم ان اسباب ہی کو ختم کر دیں۔

اگر آپ صدقِ دل سے اتحاد چاہتے ہیں، تو ان تمام روایات کو جلا نا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں، ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں، آپ اصول کافی کو نذرِ آتش کر دیں۔ آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ صاف کر دیں گے، لے

اگر خدا خواستہ جلا نے اور آگ لگانے کی یہ تحریک چل پڑی اور کامیاب ہو گئی، تو اس کا نتیجہ تخریب ہی تخریب ہوگا، تعمیر کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

حکومت پاکستان فتوے کی زد میں

ارباب اقتدار کو اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ یہ سب اہل سنت و جماعت کا مسئلہ ہے، ہمیں اس سے کیا سروکار؟ کیونکہ اس فکر کے حاملین تو حکومت پاکستان کے بارے میں بھی وہی رائے رکھتے ہیں جو عامۃ المسلمین سے متعلق رکھتے ہیں۔ فیصل آباد کے محمد صادق خلیل لکھتے ہیں:

”جس ملک میں مزارات کو مذہبی حیثیت دی جاتے اور ان کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لیے کوششیں کی جاتیں، ان پر قبے تعمیر کیے جاتیں اور ان پر سالانہ عرسوں کا انعقاد حکومت کی جانب سے کیا جائے، ان کی عظمت کو اجاگر کیا جائے، مزارات پر پھولوں کی چادریں چڑھائی جاتیں۔ عرق گلاب اور خوشبودار عطریات سے ان کو غسل دیا جائے اور نذر و نیاز کے سلسلے کو بجا بند کرنے کے اس کو بقاء عطا کیا جائے اور اللہ پاک سے لوگوں کی عقیدت کو ختم کر کے مزارات کی جانب ان کی عقیدت کو پھیرا جائے اور اللہ پاک کے

لے اختر کشمیری؛ آتشکدہ ایران (ندیم بک ہاؤس، لاہور، ۱۹۸۴ء) ص ۱۰۹

ساتھ بغاوت کا ثبوت پیش کیا جائے تو
ایسے ملک کی حکومت کو اسلامی کہنا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔
یاد رہے کہ یہ کتاب سعودی عرب کے خرچ پر چھاپ کر پاکستان میں مفت تقسیم کی گئی ہے۔

یہ سب آل شیخ کا کیا دھرا ہے

سعودی عرب میں ملکی زمام اقتدار آل سعود اور مذہبی قیادت آل شیخ کے ہاتھ میں ہے۔
یہ فرقہ وارانہ لٹریچر اور پروپیگنڈا سب آل شیخ کی کوششوں سے ہے۔ حکومت پاکستان
فرقہ وارانہ انتشار کے حق میں نہیں ہے، تو اسے حکومت سعودیہ سے براہ راست اس مسئلے پر
گفتگو کرنی چاہیے کہ منافرت انگریزوں کی پاکستان میں تقسیم پر پابندی عائد کی جائے اور ملک کے
داخلی امن عامہ کو تباہ کرنے کے اسباب مہیا نہ کیے جائیں۔

اس جگہ اس امر کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ جب نجدی علماء عامۃ المسلمین کو بے دریغ
کافر و مشرک قرار دیں گے، تو اس کے جواب میں انہیں دوستی اور اخوت و محبت کی ہرگز توقع نہیں
رکھنی چاہیے۔ جو اب جتنا بھی سخت سے سخت لب و لہجہ اختیار کیا جائے، وہ جائز اور روا
ہوگا۔ وہ اگر اپنے دلوں میں وسعت پیدا کریں اور تنگ نظری کا راستہ چھوڑ دیں تو عامۃ المسلمین
کو اپنے سے زیادہ وسیع القلب پائیں گے۔

شُرک کا ہوا کنیوں؟

نجدی اور اہل حدیث علماء کو ہر وقت شرک کی فکر سوار رہتی ہے۔ بات بات پر
دنیا بھر کے مسلمانوں کو بلا ترقو، مشرک اور شرک اکبر میں مبتلا قرار دے دیتے ہیں حالانکہ
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے،

(قریب قیامت، حالت اس سے البتہ مختلف ہوگی)

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے احد کے لیے دُعا فرمائی، اس کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے، انداز ایسا تھا گویا زندوں اور مردوں کو الوداع فرما رہے ہوں، دورانِ خطبہ فرمایا:

إِنِّي لَسْتُ أَخْشَى أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخْشَى
عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا أَنْ تَتَنَا فَسُو فِيهَا وَتَقْتُلُوا فَتَهْلِكُوا
كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ لَه

”مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مجھے خوف ہے کہ تم دنیا میں دلچسپی لو گے اور مرنے مارنے پر نمل جاؤ گے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے ہلاک ہو گئے۔“

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوتِ خفیہ کا خطرہ ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ فرمایا: ہاں!

إِنَّمَا أَنهَم لَّا يَعْبُدُونَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا جِبْرًا وَلَا
وَتَنَاءً وَلَكِنْ يَرَاءُونَ بَاعْمَالَهُمْ لَه
”یہ لوگ چاند، سورج یا کسی پتھر اور بت کی عبادت نہیں کریں گے، بلکہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے۔“

دیکھا آپ نے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس صراحت کے ساتھ فرمادیا کہ میری امت بت پرستی نہیں کرے گی، اس کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے، لیکن

۱۔ مسلم بن الحجاج القشیری، امام، مشکوٰۃ شریف، باب الریاء والسمعة، ص ۶-۶۵۵
۲۔ مسلم شریف عربی (رشیدیہ، دہلی) ج ۱۲ ص ۲۵۰

نجدیوں و ہابیوں پر شرک کا بھوت اس طرح سوار ہے کہ ہر طرف شرک ہی شرک دکھائی دیتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا اور مال و زر کے خطرے کی واضح نشان دہی فرمائی ہے، لیکن اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔

اسی طرح ایران، عراق جنگ میں محض دنیا کی خاطر اربوں، کھربوں روپے ضائع کیے جا چکے ہیں۔ امریکہ، روس اور دیگر ممالک کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کو بہترین مارکیٹ مل چکی ہے۔ کئی سال سے فریقین کا خون بہا کر غیر مسلموں کے خزانے بھرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے عظیمیہ محمد سالم کہتے ہیں :

”میں بریلوی جماعت کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ابتدا کی طرف لوٹ جائے اور اپنے مذہب اور اپنے امام (ابوصنیفہ) رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقیدے اور خاص طور پر ان کی کتاب ”الفقہ الاکبر“ پر از سر نو نظر ڈالیں۔ کتاب سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُمتِ مسلمہ کے سلف صالحین کی سیرت میں غور کرے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بصیرتوں کو روشن فرمادے۔“

آئندہ ابواب میں انشاء اللہ العزیز اہل سنت و جماعت کے عقائد اور معمولات، کتاب و سنت اور سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں پیش کیے جائیں گے۔ کسی کو قائل کر دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ دلوں کی دنیا کو ہدایت آشنا کرنا، ربِّ کیم جل مجدہ کا کام ہے۔

وهو ولي التوفيق والهداية وصلى الله تعالى على
حبيب محمد وعلى آله واصحابه اجمعين -

روزنامہ جنگ، لاہور، ۲۳ جون ۱۹۸۷ء

ص ۶

تقدیم البریلویہ

لے رپورٹ عبدالقدطریق سہیل

لے عظیمیہ محمد سالم :

امام احمد رضا بریلوی

مفکر اسلام — امام اہل سنت

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی، اشوال المکرم، ۱۲ جون ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء
 بریلی (یوپی - بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا شاہ نقی علی خاں اور جد ماجد مولانا
 رضا علی خاں اپنے دور کے اکابر علماء اہل سنت اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔

حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت و اطاعت آپ کی رگ و پے میں رچی بسی
 تھی۔ اپنے تو اپنے بیگانے بھی بر ملا اقرار کرتے ہیں کہ وہ واقعی عاشقِ رسول تھے۔ صرف یہی
 نہیں، بلکہ آپ کی تصانیف اور نعتیہ کلام نے لاکھوں دلوں کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی حلاوت سے آشنا کر دیا۔

امام احمد رضا اکثر و بیشتر اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا سابقہ نام استعمال کیا کرتے
 تھے۔ بعض لوگ اس کے جواز اور عدم جواز میں کلام کرتے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے
 کہ ایسا نام رکھنے کے بارے میں شرعی حکم معلوم کیا جائے۔

عبدالمصطفیٰ

لفظِ عبد و معنوں میں استعمال ہوتا ہے؛ (۱) عابد (۲) غلام اور خادم۔ پہلے معنی

۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر؛ حیات مولانا احمد رضا خاں (اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ) ص ۹۲

کے اعتبار سے اس کی اصناف صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی۔ اپنے آپ کو اس کے
کا عبد کہنا شرک ہوگا، لیکن دوسرے معنی کے اعتبار سے محبوبانِ خدا کی نسبت سے
آپ کو عبد کہنا قطعاً شرک نہیں ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے :

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ
”اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور
کنیزوں کا۔“

اس جگہ غلاموں کے لیے عباد کا لفظ وارد ہوا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا
مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ

”تم فرماؤ اے میرے وہ بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی
رحمت سے ناامید نہ ہو۔“

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصل بحق ہیں، عباد اللہ کو عبادِ رسول
کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ
أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ مَرْجِعٌ ضَمِيرٌ مِّنْكُمْ أَن نَّحْضِرَ صَلي اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ہیں۔“ ۱

۱ لہ القرآن، النور ۲۴ الآیۃ ۳۲

۲ لہ القرآن، الزمر ۳۹ الآیۃ ۵۳

۳ لہ امداد اللہ مہاجر مکی، حاجی، شام امدادیہ (قومی پریس لکھنؤ) ص ۱۳۵

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں،

قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے، آگے فرماتا ہے: لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ
اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا، فرماتا من شَحْمَتِي تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاری ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ
خیبر کی طرف نکلے، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ غنیمت میں سونا چاندی تو نہیں ملا، البتہ ساز و سامان
اور طعام دستیاب ہوا، واپسی پر ایک جگہ قیام فرمایا اس اثنائے میں:

قامر عبد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحُلُّ رَحْلَهُ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام ساز و سامان کھولنے لگا۔

اس حدیث میں صراحتاً عبد کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔
قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وقد ذهب الجمهور الى انه يجوز للسيد ان يكره

عبد لا وامتة على النكاح۔^۳

جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ آقا اپنے غلام اور کنیز کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔
اس جگہ عبد، غلام کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور فقہ کی کتابوں میں استعمال بکثرت ہے۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کا نام عبد النبی یا عبد الرسول رکھنا شرک نہیں ہے۔
مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:

کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد النبی رکھتا ہے۔ کوئی غلام محی الدین
کوئی غلام معین الدین اور دعویٰ اسلامی کیے جاتے ہیں۔

ص ۱۳۶

شہنازم اعلیٰ

۱۔ امداد اللہ مہاجرکتی، حاجی،

مسلم شریف (نور محمد کراچی)، ج ۱ ص ۷۴

۲۔ مسلم بن الحجاج القشیری،

تفسیر فتح القدیر (دار المعرفۃ، بیروت)، ج ۴ ص ۲۹

۳۔ محمد بن علی الشوکانی

سبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ! ۱

امام احمد رضا بریلوی نے اس قسم کے فتروں کا نہ صرف تحریری رد کیا، بلکہ اپنے نام کے ساتھ
عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا:

احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں:

”ان کا نام محمد رکھا گیا، والدہ نے امن میاں، والد نے احمد میاں اور دادا نے

احمد رضا نام رکھا، لیکن وہ ان میں سے کسی نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام

عبدالمصطفیٰ رکھا اور اسے بالالتزام استعمال کرتے تھے“ (ترجمہ) ۲

حالانکہ یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی کسی نام پر بھی راضی نہ ہوئے کیونکہ

انہوں نے ہمیشہ دستخط کرتے ہوئے اپنا نام احمد رضا ہی لکھا ہے اور اکثر اس نام کی ابتدا

میں عبدالمصطفیٰ کا اضافہ کیا ہے تاکہ نام سے پہلے ہی غلامتی مصطفیٰ کا پتہ چل جائے۔ یہ کہنا کسی

طرح بھی صحیح نہ ہوگا کہ والد ماجد نے جد ماجد کا اور والدہ ماجدہ نے والد ماجد کا تجویز کیا ہو ان نام

پسند نہ کیا اور اپنی طرف سے ایک نام رکھ دیا، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ سرپرست اپنی اپنی پسند کا نام

تجویز کر دیتے ہیں، یہ بھی اظہارِ محبت کا ایک انداز ہوتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اُس کا بندہ بنوں گا، جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

ظہیر صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

”ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا اور ان کے مخالفین ہمیشہ چہرے کی سیاہی

کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ اس کا اقرار ان کے بھتیجے نے بھی کیا ہے“ (ترجمہ) ۳

تقویۃ الایمان (اخبار محمدی، دہلی) ص ۵-۶

۱۔ شاہ اسماعیل دہلوی؛

البریلویہ ص ۱۳

۲۔ احسان الہی ظہیر؛

ص ۱۴

۳۔ ایضاً

مولانا حسین رضا خان بریلوی لکھتے ہیں :

ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ ابتدا سے وصال تک مسلسل

محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔" لے

دن رات کی محنت سے وہ چمک نہیں رہتی جو ابتدا میں ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں لکھا

ہے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا؟ جہاں تک مخالفین کا تعلق ہے، تو ان کی مخالفت ہی خوبصورت

و بد صورت دکھانے کے لیے کافی ہے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

دید بوجہلے محمد را و گفت

زشت روتے درینی ہاشم شگفت

کیا ابو جہل کا قول بھی یہ طور حجت پیش کیا جاسکتا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

چشم بداندیش کہ برکتہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر

ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنا مشاہدہ

بیان کرتے ہیں :

"منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے جلیبے مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں

کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوب رو اور سرخ و سفید رنگ کے

مالک تھے۔ ڈاڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی، مگر نہایت خوبصورت تھی۔" لے

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں :

ان کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود

اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ لاہور) ص ۳۰

مقالاتِ یوم رضا (رضا اکیڈمی لاہور) صفحہ ۳، ص ۱۷

لے نسیم بستوی :

ڈاکٹر عابد احمد علی، ڈاکٹر

ان کے روتے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا، لہ
ص ۱۴ پر لکھا،

انہیں ہمیشہ شدید درد سر اور بخار رہتا تھا۔

یہ ہمیشہ اور شدید کی قید کہاں سے آگئی؟ ملفوظات میں صرف اس قدر ہے،
”الحمد للہ، کہ مجھے اکثر حرارت، درد سر رہتا ہے،“ لہ

ص ۱۴ پر یہ بھی لکھا،

ان کی داہنی آنکھ پانی اتر آنے سے بے نور ہو گئی تھی۔

حقیقتاً یہ بالکل واقع کے خلاف ہے، ہوا یہ کہ ۱۳۰۰ھ میں مسلسل ایک مہینہ باریک
خط کی کتابیں دیکھتے رہے۔ گرمی کی شدت کے پیش نظر ایک دن غسل کیا،
”سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اتر آتی،
بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسط شے مرنی میں ایک سیاہ حلقہ
نظر آیا۔“ لہ

مولانا سید شفاق حسین، سہسوانی نے آنکھ کا معائنہ کر کے کہا کہ بیس سال بعد پانی اتر
آئے گا۔ پھر ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حافظ طبیب نے رائے دی کہ چار سال بعد پانی اتر آئے
گا۔ پہلے طبیب کے مطابق ان کا حساب بالکل درست تھا۔ امام احمد رضا بریلوی، حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی دُعا رمد چشم کے مریض کو دیکھ کر پڑھ چکے تھے وہ دُعا
یہ ہے، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا بَتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَيْهِ
كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا۔

۱۷ مفتاحہ خیابان رضا، عظیم پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۷

۱۸ محمد مسعود احمد، پروفیسر،

ملفوظات (سامد اینڈ کمپنی، لاہور) ص ۶۴

۱۹ محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم،

ص ۲۰

۲۰ ایضاً،

امام احمد رضا خاں بریلوی کا یقین محکم دیکھئے، فرماتے ہیں:

”محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اہتمام نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ! کہ بیس درکنار، تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذہن بھر بھی نہیں بڑھا، نہ بعونہ تعالیٰ بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کمی کی، نہ انشاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔“

لیکن مخالف لوگوں نے سہینہ زوری سے لکھ دیا:

”وانطفئت لنزول الماء فیہا۔“

خدا نہ کرے اگر کسی کو واقعی ایسا عارضہ لاحق ہو جائے، تو کیا اس بنا پر اس کے علم و فضل پر طعن کیا جاسکتا ہے؟

”مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر عبدالعزیز بن باز نابینا ہیں۔ ریاض ہائی کورٹ کے چیف جج محمد ابراہیم اور مسجد نبوی کے ایک خطیب بھی نابینا ہیں۔ ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟“

قوت حافظہ

”امام احمد رضا بریلوی کی زیارت کرنے والے جانتے ہیں کہ ان کا حافظہ غضب کا تھا، ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والا ان کی یادداشت اور قوت استحضار پر حیران ہوتے بغیر نہیں رہ سکتا، انہوں نے ایک ماہ میں قرآن پاک یاد کیا۔“

ملفوظات ص ۲۱

۱۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں، مولانا،

حضرت الحرمین (مکتبہ فریدیہ، ساہیوال) ص ۶۳

۲۔ منظور احمد شاہ، مولانا،

اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ لاہور) ص ۲-۱۰۱

۳۔ نسیم بستوی، مولانا،

ایک دن اور رات میں "تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ" کی دو جلدیں دیکھ کر مولانا وصی احمد
محدث سورتی کو واپس کر دیں اور جب انہوں نے فرمایا کہ ملاحظہ فرمائیں تو بھیج دیں۔ امام
احمد رضا نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت
کی ضرورت ہوگی، فتویٰ لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لیے
محفوظ ہو گیا۔" لے

۱۳۲۳ء میں دوبارہ حج و زیارت کے لیے گئے تو مکہ معظمہ میں مسئلہ علم غیب میں عظیم و
جلیل کتاب "الدولة المکیة" مجموعی طور پر آٹھ گھنٹوں میں لکھوا دی، ہاوجودیکہ آپ کے پاس
کتابیں موجود نہ تھیں اور مدینہ طیبہ حاضری کی جلدی تھی۔ مزید برآں بخار کی حالت میں
آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ سے اپنے موقف کو ثابت کیا اور بڑی عمدگی
سے ثابت کیا۔

ان کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ مبداً فیاض نے
انہیں حیرت انگیز حافظہ اور قوت استحضار سے نوازا تھا۔

لیکن دیانت کے بجائے محض مخالفت کی عینک سے دیکھا جائے تو اس قسم کا تاثر ابھرتا ہے:
"وہ غائب و ماخ تھے، یادداشت کمزور اور نسیان غالب تھا۔ ایک دفعہ
عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، کچھ دیر بعد
ہاتھ چہرے پر پھیرا تو عینک مل گئی۔" لے

لے نسیم بستوی، مولانا، اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۸۲

لے احمد رضا البریلوی، امام، الدولة المکیہ (مکتبہ الرشیدیہ ترکی)، ص ۱۵۱

لے ایضاً، " " " " ص ۹

لے احسان الہی ظہیر، البریلویہ ص ۱۲

واقعہ یہ ہے کہ جب انسان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو تو اس کی توجہ اس پاس کی کسی چیزوں کی طرف نہیں ہوتی۔ امام مسلم (صاحب صحیح مسلم) ایک حدیث کے تلاش کرنے میں اس قدر مہمک ہوئے کہ پاس رکھی ہوئی کبھوروں کی بڑی مقدار تناول فرما گئے اور یہی حادثہ ان کے وصال کا سبب بن گیا۔ عینک کی طرف توجہ نہ ہونے کو غلبہ نسیان کی دلیل بنانا اور تحقیق مسائل کے دوران صرف سالن کھالینے اور روٹی کی طرف نظر نہ جانے سے آنکھ کے بے نور ہونے پر استدلال کسی طرح بھی معقول نہیں ہے۔

قوتِ ایمان

حدیث شریف میں سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا، اس بلا سے محفوظ رہے گا، وہ دعا یہ ہے :

الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به وفضلني

على كثير ممن خلق تفضيلا۔

امام احمد رضا بریلوی، طاعون کے کئی بیماروں کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ چکے تھے اور انہیں

یقین تھا کہ یہ مرض مجھے لاحق نہ ہوگا۔

ایک دعوت میں گائے کے گوشت کے کباب تیار کیے گئے تھے۔ گائے کا گوشت آپ

کی طبیعت کے لیے سخت مضر تھا، لیکن ازراہ اخلاق صاحب خانہ سے کوئی اور چیز طلب نہ کی،

وہی کباب کھالیے۔ اسی دن مسوڑھوں میں دم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ بات چیت بند ہو گئی۔

کان کے پیچھے گلٹیاں نمودار ہو گئیں۔ ساتھ ہی تیز بخار آ گیا، ان دنوں بریلی شریف میں طاعون

کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ طبیب کو بلا یا اس نے کہا یہ وہی ہے۔ امام احمد رضا مطمئن تھے کہ طاعون

نہیں ہے۔ رات کے آخری حصے میں بے چینی بڑھی تو دعا کی

اللَّهُمَّ صَدِّقِ الْحَقِيبِ وَكَذِّبِ الطَّبِيبِ۔

”اے اللہ! اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات سچی کر دکھا
اور طبیب کی بات جھوٹی بنا دے۔“

اتنے میں کسی نے دائیں کان کے قریب منہ کر کے کہا کالی مرچ اور مسواک استعمال کرو
ان دونوں چیزوں کا استعمال کرنا تھا کہ کلی بھر خون آیا اور طبیعت بحال ہو گئی اور طبیب کو پیغام
بھیجا دیا کہ آپ کا وہ طاعون دفع ہو گیا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

”میں خوب جانتا تھا کہ یہ (طیب) غلط کہہ رہا ہے، نہ مجھے طاعون ہے نہ
انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا، اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بار بار وہ دُعا
پڑھ لی ہے۔“

اس کے برعکس مخالف کا قلم یہ کہتا ہے،

”وہ طاعون میں مبتلا ہوتے اور خون کی قے کی“ لے

خود انصاف کیجئے کہ اس بیان کا حقیقت سے ذرہ بھر بھی تعلق ہے؟

غیرتِ عشق

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی محبت میں سرشار ہونا ایک عالم کے نزدیک مسلم ہے اور محبت وہ نازک اور لطیف جذبہ ہے
جو محبوب کی شان میں کسی توہین اور بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا کی
وصیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں:

”جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا

لے محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم، ملفوظات (ساما اینڈ کمپنی، لاہور) ص ۲۰ - ۱۹

لے احسان الہی ظہیر، البریلویہ، ص ۱۵

کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظّم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھٹی کی طرح نکال کر پھینک دو۔“ ۱۷

پروفیسر محمد مسعود احمد، امام احمد رضا کے اس انداز پر اظہار خیال کرتے ہوئے

کہتے ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے، لیکن کسی مقام پر تہذیب و شائستگی سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین، ناموس اسلاف کی حفاظت میں تیغ بُتراں لیے نظر آتے ہیں، دونوں کے طرز عمل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔“ ۱۸

پروفیسر صاحب، امام احمد رضا کے اس وصف کو تعریف و تحسین کے انداز میں پیش کر رہے ہیں، لیکن مخالفت اپنے جگر کی ٹھنڈک کے لیے تحریف کر کے اسی وصف کو مذموم انداز میں پیش کرنا ہے، ملاحظہ ہو:

سویح الافعال، شدید الغضب، طویل اللسان ۱۹

”وہ جلد منفعّل ہو جاتے، سخت غضب ناک اور زبان دراز تھے۔“

ہمیں تسلیم کہ امام احمد رضا بہت غیور تھے، لیکن کس لیے؟ خدا اور رسول کے بے ادب اور گستاخ کے لیے، جبکہ اہل ایمان و محبت کے لیے سراپا لطف و کرم تھے، بقول اقبال:

۱۷ حسنین رضا خاں، مولانا، وصایا شریف، مکتبہ اشرفیہ، مرید کے، ص ۱۹

۱۸ محمد مسعود احمد، پروفیسر، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظریوں میں (مرکزی مجلس رضائے لاہور، ص ۲۰-۱۹۹)

۱۹ احسان الہی ظہیر، البریلویہ، ص ۱۵

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
 رزم حق و باطل ہو تو شمشیر ہے مومن

لیکن یہ سریع الانفعال، طویل اللسان، کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یہ تو سراسر ایجاد
 بندہ ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے پاس سے یہ بھی اضافہ کر دیا۔

لعانا سبابا، فاحشا لہ

”کثرت سے لعنت بھیجتے، گالیاں دیتے اور فحش گوئی کرتے تھے۔“

یہ ہے خالص تحریف اور تلبیس، یہ عبارت نہ ماقبل سے متعلق ہے اور نہ مابعد سے،
 درمیان میں اپنے پاس سے یہ الفاظ بڑھا دیئے اور تاثر یہ دینے کی کوشش کی کہ حوالہ
 بات کی جا رہی ہے، حالانکہ اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ یہ انداز دین اور دیانت کے سراسر
 خلاف ہے۔

حرم و احتیاط

امام احمد رضا بریلوی کی شان افتار اور فقہی جزئیات پر عبور کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں،
 ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

یتدر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی
 وجزئیات یشہد بذالک مجموع فتاواہ و کتابہ
 کفل الفقہ الفامہ فی احکام قرطاس الدراہم
 ”فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر عبور رکھنے میں ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی
 ان کا ہم پلہ ہو، اس پر ان کا فتاویٰ اور ان کی تصنیف ”کفل الفقہ“ شاہد ہے۔“

ص ۱۵

البریلویہ

لہ احسان الہی ظہیرہ

لے عبدالحی لکھنوی حکیم

نزہتہ الخواطر (نور محمد، کراچی) ج ۸، ص ۴۱

مسئلہ تکفیر میں امام احمد رضا بریلوی کی احتیاط کے بارے میں قاضی عبدالنبی کوکب

کہتے ہیں:-

”مقالاتِ یومِ رضا کی تقدیم میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے فتوے تکفیر کی حیثیت اور اہمیت اور اس فتویٰ میں ان کی شرعی احتیاط اور احساسِ ذمہ داری کے بارے میں، میں نے کس انداز میں بحث کی ہے؟ تقدیم مذکور کے ص ۱۲ پر میں نے صاف طور پر یہ کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جن دیوبندی عبارات پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، وہ مفتی شرع کے نزدیک واقعی اور حتمی طور پر کفریہ تھیں، جن میں کسی تاویل کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی۔

میرے الفاظ یہ ہیں:

مولانا احمد رضا کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا، یعنی ان کے نزدیک عبارات زیر بحث یقیناً کفریہ عبارات تھیں اور کفریہ بھی ایسی کہ جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں پاسکتے تھے۔

اس کے بعد میں نے اسی تقدیم کے ص ۱۳ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بارے میں بتایا ہے کہ مسئلہ تکفیر میں وہ از حد محتاط اور احساسِ ذمہ داری سے معمور تھے اور یہاں اعلیٰ حضرت کی عبارات سبجان استبوح نقل کرتے ہوئے ان کا اپنا موقف دکھایا ہے کہ کفر کا حکم صرف اسی وقت لگایا جاتا ہے۔ جب کوئی اونی اس احتمال بھی حکم اسلام کا باقی نہ رہے۔

میرا اپنی کتاب مقالاتِ یومِ رضا کے ص ۱۵ پر اس بندہ قاصر نے اعلیٰ حضرت کے فتوے تکفیر کے بارے میں پوری صراحت کے ساتھ یہ اعلان کیا ہے کہ انہوں نے یہ فتویٰ کامل نیک نفسی اور دیانتِ شرعیہ سے لگایا کہ وہ بالیقین عبارات دیوبندیہ کفریہ قابل تاویل نہیں ہوتے تھے، میرے الفاظ صفحہ مذکور پر حسب ذیل ہیں:

”مولانا احمد رضا داد علی حضرت قدس سرہ العزیز نے جن عبارات پر کفر کا فتویٰ لگایا، وہ یقیناً نیک نفسی اور شرعی دیانت سے لگایا تھا اور یہ کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ عبارات قابل تاویل ہرگز نہ تھیں۔“
(مقالاتِ یومِ رضا ص ۱۵)

قارئین نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ میں نے مقالاتِ یومِ رضا کی تقدیم میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو بحیثیت مفتیِ شرع مبین، کس قدر محتاط اور حقیقت پسند ان کے فتاویٰ مبارکہ کو قاطبہ (تمام کے تمام) مبینی بر اصول افتاء قرار دیا ہے، لیکن مخالفانہ ذہنیت یہ تاثر دیتی ہے،

اُن (امام احمد رضا) کے محب اور ان کے معتقدات و افکار کے معاون (کو کب) یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ مخالفین پر بہت سخت اور شدید تھے اور اس بارے میں شرعی احتیاط نہیں رکھتے۔

یہی بات گلگڑ کے مولوی سرفراز نے اپنی کتاب عباراتِ اکابر میں لکھی تھی جس کے جواب میں قاضی عبدالنبی کو کب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیان جاری کیا، جس کا طویل اقتباس اس سے پہلے پیش کیا جا چکا ہے، اس بیان میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک دیوبندی مولف کی کتاب دکھائی گئی اور نشان دہی کی گئی کہ اس کے صفحات ۳۹ تا ۴۱ پر آپ (مضمون نگار کو کب) کی طرف یہ نظریہ منسوب کیا گیا ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ تکفیر دیوبند کو برحق نہیں سمجھتے بلکہ اس فتویٰ کو مبینی بر جذباتیت قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس فتویٰ میں شرعی حدود اور افتاء کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ میں نے فوری طور پر

۱۔ قاضی عبدالنبی کو کب :

۲۔ احسان الہی ظہیر :

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ) ص ۱۱

البریلویہ (جوالہ مقالاتِ یومِ رضا للکو کب، ص ۲۰) ص ۱۵

اس افتراء سے اظہارِ برأت کیا اور اس پر لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَي الْكَافِرِينَ
پڑھنا ضروری سمجھا۔^۱

قاضی صاحب کے اس بیان کے بعد مخالف کے الزامی حوالہ جات کی کیا حیثیت
نہ جاتی ہے؟ ص ۵۵ پر لکھا،

”ان کی شدت کے سبب ان کے مخلص ترین لوگ الگ ہو گئے، مثلاً شیخ محمد حسین
ناظم مدرسہ اشاعت العلوم۔“

یہ بات حیاتِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھی گئی ہے، حالانکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ
”مولوی محمد حسین صاحب دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور اشاعت العلوم، بریلی کے بانی تھے۔
ایک زمانہ تک خاموشی سے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ امام احمد رضا بریلوی کو اپنے استاد
کے مرتبہ میں سمجھتے تھے، کیونکہ وہ اعلیٰ حضرت کے دوست مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے۔
۱۳۲۷ھ میں جب دارالعلوم دیوبند کے تمام فارغ ہونے والوں کو جمع کر کے ان کی دستار بندی
کی گئی، تو ان کا رجحان دیوبندی مکتب فکر کی طرف ہو گیا۔“ واقعہ صرف اتنا ہے باقی خود ساختہ داستان
ہے کہ وہ امام احمد رضا بریلوی کی شدت کے سبب ان سے الگ ہو گئے تھے۔

ص ۱۶-۱۵ پر حیاتِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھتے ہیں،

”مولانا احمد رضا خاں کے والد کا قائم کردہ مدرسہ مصباح التہذیب ان کی
شدت کے سبب ان سے جدا ہو گیا اور عین ان کے گھر میں بریلویوں کے
لیے کوئی مدرسہ نہ رہ گیا۔“ (ترجمہ)

حالانکہ مولانا ظفر الدین بہاری تحریر فرماتے ہیں،

”بریلی میں ۱۲۸۹ھ میں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے ایک
مدرسہ قائم کیا اور اس کا تاریخی نام مصباح التہذیب (۱۲۸۹ھ) رکھا تھا، دستبر

۱۔ عبدالقنی گوکب قاضی، رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ) ص ۹

زمانہ سے آہستہ آہستہ تنزل کرتا دوسروں کے ہاتھوں میں چلا گیا.....

اہل سنت کے لیے سوا بارگاہِ رضوی کے دوسری جگہ تعلیم کی نہ تھی۔ لے

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے بعد

دوسروں کے ہاتھوں چلا گیا۔ امام احمد رضا بریلوی کی شدت کا اس میں دخل نہ تھا۔ نیز یہ کہ

بارگاہِ رضوی میں اہل سنت کی تعلیم کا انتظام تھا، لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ خود ان کے گھر میں

کوئی مدرسہ نہ رہ گیا۔

عبقریت

بعض افراد پیدائشی طور پر جنینس ہوتے ہیں، قدرتِ کاملہ انہیں حیرت انگیز صلاحیتیں

عطا فرما کر دنیا میں بھیجتی ہے۔ بڑے بڑے عقلا ان کی صلاحیتوں کو دیکھ کر انگشت بدنداں

رہ جاتے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی بھی ایسے ہی عبقری تھے، ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

استاذ نے جب ابتدائی قاعدہ شروع کروایا، تو الف باء تاء پڑھاتے ہوئے جب

لام الف (لا) پڑھنے لگا تو عمر صا جزا دے خاموش ہو گئے۔ استاذ نے جب کہا پڑھو لام

الف، تو عرض کیا یہ دونوں تو پہلے ہی پڑھ لیے، دوبارہ کیوں؟ آپ کے جد امجد حضرت

مولانا رضا علی خاں پاس ہی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا، سب سے پہلے جو الف

پڑھا گیا ہے، وہ دراصل ہمزہ ہے، الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا

مشکل ہوتی ہے، اس لیے اس کی ابتدا میں لام ملا کر پڑھا جاتا ہے تاکہ الف حالت سکون

میں پڑھا جاسکے۔ اس پر ذہین صا جزا دے نے عرض کیا کہ پھر لام ہی کی کیا خصوصیت ہے

باء تاء وغیرہ کوئی اور حرف ملا کر بھی پڑھ سکتے تھے۔ جد امجد نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا،

دعائیں دیں اور فرمایا،

”لام اور الف میں سورۃ خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے لا یا لا اور یہ ہے اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف اور الف کا قلب لام، یعنی یہ اس کے بیچ میں اور وہ اس کے بیچ میں ہے۔“

احسان الہی ظہیر اس باریک بھتے کو نہیں سمجھے اور تعجب سے پوچھتے ہیں: ان عجیبوں سے کوئی پوچھے کہ الف اور لام میں سورۃ اور سیرۃ کو نسا اتفاق ہے جسے تین چار سال کے بچے نے سمجھ لیا اور جسے لسانیات کے معلم اور ماہر نہیں سمجھ سکے؟ (ترجمہ)

حالانکہ بات ظاہر ہے کہ لام اور الف میں سورۃ مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے لا سے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ لام بصورت الف اور الف بصورت لام لکھا گیا ہے اور سیرۃ مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا اسم لام (ل ام) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حرف تہجی کا پہلا حرف ہے، اس کا اسم الف (ال ف) ہے، اس کے درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان سورۃ و سیرۃ مناسبت ہے، لہذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا، تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔ لا یہ وہ باریک نکتہ تھا جو امام احمد رضا نے بچپن میں سمجھ لیا اور نام کے ماہرین تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اتباع سنت

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی حیات طیبہ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں

اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۲۷-۲۶

البریلویہ، ص ۱۷

لے نسیم بستوی، مولانا،

لے احسان الہی ظہیر،

کہ انہیں اتباعِ سنت سے کس قدر شغف تھا، ان کے ایک ایک فعل کو میزانِ سنت میں تولیٰ
 سکتا تھا، انہیں اکثر طور پر دروس اور بخار کا عارضہ رہتا تھا، اگرچہ یہ غیر اختیاری اور تکلیف
 امر تھا، لیکن انہوں نے اس میں بھی اتباعِ سنت کا پہلو ڈھونڈھ نکالا، فرماتے ہیں:
 ”دروس اور بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتے تھے، ایک ولی اللہ
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دروس ہوا اپنے شکر میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ رب العزت
 نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتا تھا۔ ہر ایک مرض یا تکلیف جسم
 کے جس موضع پر ہوتی ہے، وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص
 اس سے ہے، لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کر جاتا ہے، جس سے
 باذنہ تعالیٰ تمام رگ رگ کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ الحمد للہ کہ مجھے اکثر حرارت
 دروس رہتا ہے۔“ **مختصاً**

نگاہِ عداوت، اتباعِ سنت کی فضیلت کو کفلس انداز میں پیش کرتی ہے۔ آپ

ملاحظہ فرمائیں:

”وہ (امام احمد رضا) انبیاء سے کم شان پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ ایک دفعہ
 اپنے مریدین کو دروس اور بخار کی شکایت کرتے ہوتے کہا:
 یہ بیماریاں مبارک ہیں اور ہمیشہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوا کرتی
 تھیں، الحمد للہ مجھے بھی لازم ہیں، جیسے انہیں لازم تھیں،“

دیکھا آپ نے کہاں اتباعِ سنت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور کہاں انبیاء کی ہمسر
 دعویٰ کرنا؟ پھر یہ کہ انہوں نے ان عوارض پر شکایت کہاں کی ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر
 کر رہے ہیں کہ ارادہ و اختیار کے بغیر سنتِ انبیاء حاصل ہو گئی۔

ملفوظات (جامعہ ایٹھ کمپنی، لاہور) ص ۶۴

بہ محمد مصطفیٰ رضاخان، مولانا،

البریٹیویٹ، ص ۱۷

۴۰ ظہیر

ہمسری کا دعویٰ دیکھنا ہو تو تقویۃ الایمان کا مطالعہ کر ڈالیے لکھتے ہیں،
 "اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ
 سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی،
 وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے
 بھائی ہیں۔" لے

یہ دعوت ہے ہماری کہ ہمارے اور انبیاء کے درمیان اتنا ہی فرق ہے کہ وہ
 بڑے بھائی اور ہم چھوٹے بھائی۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی کا تبصرہ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں،

آن بیگے گویاں محمد آدمی ست	چوں من و دروچی اورا برتر بست
جو رسالت نیست فرقے درمیاں	من برادر خورد باشم او کلاں
این نداند از عملی آن ناسزا	یا خودست این ثمره ختم خدا
کہ بود مرعلی را فضل و شرف	کے بود ہم سنگ او، سنگ و خرف
واں دے کز حلق مذبوے چہد	کے بفضل مشک اذ فرمی رسد
ہے چہ گفتم این چنین شبہ شنیع	کے بود شایان آن تدر رفیع
لعل چہ بود جو ہرے با سر خینے	مشک چہ بود خون ناف و حشینے
مصطفیٰ نور جناب امرکن	آفتاب برج علم من لدن
معدن السرار عظام الغیوب	برزخ بحرین امکان و وجوب

● "ایک شخص کہتا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میری طرح آدمی ہیں،
 انہیں وحی میں مجھ پر برتری حاصل ہے۔"

● رسالت کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں، وہ بڑے بھائی ہوتے اور میں چھوٹا

لے محمد اسمعیل دہلوی؛ تقویۃ الایمان (داخبا محمدی، دہلی) ص ۷۲

لے احمد رضا بریلوی، امام، حدائق بخشش (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ج ۲، ص ۸۸

- وہ نالائق، ناپینائی کے سبب نہیں جانتا، یا یہ خدائی مہر کا نتیجہ ہے۔
 - کہ سنگریزہ اور ٹھیکرا، فضیلت و شرافت میں لعل کا ہمسر کیسے ہو سکتا ہے؟
 - وہ خون ہو ذبیحہ کی شہرگ سے نکلتا ہے، وہ مشکِ اذفر کا ہم پایہ کیسے ہو سکتا ہے؟
 - ہائے افسوس! میں نے یہ نامناسب تشبیہ کیا بیان کر دی،
 - یہ اس شانِ بلند کے شایانِ شان کیسے ہو سکتی ہے؟
 - مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الہی کا نور اور علمِ لدنی کے بروج کا آفتاب ہیں
 - علام الغیوب جل و علا کے اسرار کی کان اور امکان و وجوب کے دریاؤں کی
- حدفاصل ہیں۔“

امام احمد رضا بریلوی، حروفِ ابجد کے لحاظ سے تاریخ نکالنے میں بے نظیر تھے، ان کی اکثر تصانیف کے نام ایسے چمکے ہوئے تھے کہ وہ کتاب کے موضوع کی نشان دہی بھی کرتے اور اس کے ساتھ ہی سن تصنیف کی تعیین بھی کر دیتے تھے اور کیا مجال کہ عربی عبارات میں کوئی جھول پیدا ہو۔ انہوں نے اپنی تاریخ پیدائش اس آیت سے استخراج کی، یعنی ابجد کے حساب سے اعداد حروف کو جمع کیا جاتے تو مجموعہ ۱۲۶۲ ہوا، یہی آپ کا سال ولادت ہے؛

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ۔

”یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے رُوحِ القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی۔“

اور فرماتے ہیں،

اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں، تو خدا کی قسم۔ ایک پر لکھا ہوگا: **إِلَّا اللَّهُ** دوسرے پر لکھا ہوگا: **مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ**۔ اور محمد اللہ تعالیٰ

ہر مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوتی۔ رب العزّة جلّ جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی۔ ۱

اعداد کی نظر میں یہ بھی انبیاء کی ہمسری ہے، لکھا ہے،
 وعلى ذلك كان يقول: ان تاريخ ولادتي يستخرج
 من قول الله عز وجل والذى ينطبق على۔ ۲
 ”انبیاء کی شان سے کم پر راضی نہیں ہوتے، اسی بنا پر کہتے تھے کہ میری ولادت
 کی تاریخ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے نکلتی ہے اور یہ فرمان مجھ پر منطبق ہے۔“
 اسے کہتے ہیں سببہ زوری، دعویٰ اور دلیل میں ہے کوئی مناسبت؟ آیت مبارکہ سے
 تاریخ ولادت کیا نکالی کہ انبیاء کی ہمسری کا دعویٰ ہو گیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی
 معصوم کون؟ نبوت سے متعلق عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک (فرشتے) کا خاصہ
 ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں، اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم
 سمجھنا گمراہی و بددینی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لیے حفظ
 الہی کا وعدہ ہو لیا، جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے،
 بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان سے
 گناہ ہوتا نہیں۔ اگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔“ ۳

خلاصہ یہ کہ انبیاء کرام اور ملائکہ معصوم ہیں اور اولیاء کرام محفوظ۔ حیات اعلیٰ حضرت

۱۔ تظرف الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱

۲۔ تظہیر البریلوی، ص ۱۸-۱۷

۳۔ امجد علی اعظمی، مولانا، بہار شریعت (مکتبہ اسلامیہ، لاہور) ج ۱، ص ۱

مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم (مطبوعہ فیصل آباد) اور انوارِ رضا میں مختلف واقعات کے ضمن میں لکھا گیا کہ امام احمد رضا بریلوی غلطی اور خطا سے محفوظ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے پیرے میں تھے۔ مخالفت آلود قلم نے ان کتابوں کے اقتباس نقل کیے اور حفاظت کا ترجمہ عصمت سے کر دیا اور تافریہ دیا کہ امام احمد رضا کے معتقدین انہیں مقامِ نبوت پر فائز کرنا چاہتے ہیں۔

حیاتِ اعلیٰ حضرت کا ایک اقتباس نقل کر کے اپنے پاس سے یہ جملہ بڑھا دیا:

یعنی ان العصمة کانت حاصلۃ لہ

”واقعی قلم کی آبرو سے کھیلنا اسی کو کہتے ہیں“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

”تم میں سے کوئی کامل الایمان نہیں ہوگا، جب تک اس کی خواہش میرے لئے ہونے دین کے تابع نہ ہو جائے۔“

ایک دوسری حدیث قدسی میں فرمایا کہ بندہ فرائض کے بعد نوافل ادا کرتے کرتے اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے، ولسانہ الذی یتکلم بہ ۳

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کی زبان ہوتا ہوں، جس سے وہ کلام کرتا ہے۔

اسی بنا پر حضرت عارفِ رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

ص ۱۸

البریلویہ

لہ احسان الہی ظہیر

مشکوٰۃ شریف (ایچ ایم سعید پبلیشرز، کراچی) ص ۳۰

۲ شیخ ولی الدین امام،

صراطِ مستقیم، فارسی (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۱۳

۳ محمد اسمعیل دہلوی،

محدثِ اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، امام احمد رضا بریلوی کے متعلق فرماتے ہیں:
 در حقیقت اعلیٰ حضرت، غوثِ پاک کے ہاتھ میں چون قلم در دست کاتب
 تھے، جس طرح غوثِ پاک، سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 کے ہاتھ میں چون قلم در دست کاتب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسولِ پاک اپنے
 رب کی بارگاہ میں ایسے تھے جیسے قرآن کریم نے فرمایا: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
 الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ لہ

اس عبارت کو ایک مرتبہ پھر پڑھیے، کیا اس سے سوائے اس کے کچھ اور معلوم ہوتا ہے
 کہ امام احمد رضا بریلوی مکمل طور پر سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع فرمان تھے اور
 حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرامینِ نبوی کے مکمل طور پر پیروکار۔ اور حضور نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو یہ ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ۔ آپ کی
 گفتگو بھی اپنی خواہش سے نہیں۔“

لیکن مخالفت کی عینک سے دیکھنے والے کو اس میں بھی یہی نظر آتا ہے کہ امام احمد رضا
 کو اپنا ہمسرِ انبیاء بنا یا جا رہا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔
 ملک شیر محمد اعوان (کالا باغ) نے لکھا ہے:
 ”آپ نے مختصر سی عمر میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں، وہ اس بات
 کے شاہدِ عادل ہیں کہ آپ کا وجود آیاتِ خداوندی میں سے ایک محکم آیت کا
 درجہ رکھتا تھا“ لہ

”یہ عبارت بھی بعض لوگوں کو کھٹکتی ہے۔“ لہ

۲۷۰ ص	انوارِ رضا (شکریت حنفیہ، لاہور)	لہ سید محمد محدث کچھوچھوی،
۱۰۰ ص	” ” ”	لہ شیر محمد خاں اعوان، ملک،
	البریلویہ، ص ۱۹	لہ ظہیر،

حالانکہ ظاہر ہے کہ آیت سے مراد قرآن پاک کی آیت تو ہے نہیں، آیت کا لغوی معنی مراد ہے۔ امام احمد رضا کی حیات مبارکہ سے واقفیت رکھنے والا ہر منصف اس بات کا اعتراف کرے گا۔ مولوی اسماعیل دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”ستیا العلماء و سندال اولیاء حجتہ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین“
حضرت شاہ صاحب کو حجتہ اللہ علی العالمین کہا جاسکتا ہے تو امام احمد رضا بریلوی کو آیت میں آیات اللہ کیوں نہیں کہہ سکتے۔

منظر صحابہ کرام

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیات طیبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت سے عبارت تھی۔ ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی کہ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو نہ صرف محفوظ کیا جائے، بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ نیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تقویٰ و طہارت اور حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل تھے۔

امام احمد رضا بریلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،
”بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا، یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ

فارغ ہوئے۔“ لہ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا،

”میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوتے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔“ لہ

کرامات کو تسلیم نہ کرنے والے اس واقعہ کو حیرت بلکہ انکار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ خود انہیں تسلیم ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علی خاندان میں پیدا ہوتے تھے۔ پھر اس میں تعجب کی کونسی وجہ ہے کہ والد ماجد اور جد امجد کی توجہات کی بدولت وہ بچپن میں عربی میں گفتگو کرنے پر قادر ہوں، قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ کے بچے بھی عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔

یہ مشہور اور مسلم ہے کہ سید احمد بریلوی، شاہ اسمعیل دہلوی کے پیرو مرشد مروجہ درسی علوم حاصل نہیں کر سکے تھے، اس کے باوجود انہیں کتاب و سنت کا عالم ثابت کرنے کے لیے دہلوی اسمعیل دہلوی نے ایک طریقہ اختیار کیا، وہ لکھتے ہیں،

”اللہ تعالیٰ کی عادت اسی قانون پر جاری ہے کہ کتاب و سنت کے مضامین، کتب عربیہ اور فنون ادبیہ کے حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں، لیکن بعض نفوس کاملہ کو خرق عادت (کرامت) کے طور پر ان مضامین لطیفہ پر پہلے اطلاع دے دیتے ہیں اور اسے قوم کی اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں

۲۲ ص	حیاتِ اعلیٰ حضرت	لہ نظیر الدین بہاری، مولانا
۱۹ ص	السریلویۃ	لہ ظہیر
۱۳ ص	” ”	لہ ایضاً

اور وہ فنونِ ادبیہ بعد میں میسر ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات مبادی کے حاصل کرنے میں مبتدیوں کی طرح ان فنون کے اساتذہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ابتدائی علوم و فنون سے خالی رہتے ہیں۔ لہ

ملاحظہ فرمایا آپ نے، اپنے پیرو مرشد کا کمال ثابت کرنے کے لیے خرقِ عادت و کرامت (مسیحی تسلیم، علم لدنی بھی مسلم، بلکہ کتبِ عربیہ اور فنونِ ادبیہ سے محروم رہنے کے باوجود کتاب و سنت کے مضامین کا حصول نہ صرف مانا جا رہا ہے، بلکہ دوسروں کو منوانے پر زور بیان صرف کیا جا رہا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کا بچپن میں عربی میں گفتگو کرنا ایسا بعید امر ہے کہ حلق سے اترتا ہی نہیں، اس جگہ نہ کرامت تسلیم نہ علم لدنی کی گنجائش!

اہل سنت و جماعت پر بلا وجہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے امام کو انبیاء سے تشبیہ دینا چاہتے ہیں، بلکہ انبیاء سے بلند مرتبہ دکھانا چاہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور امام احمد رضا بریلوی، اساتذہ کی تعلیم کے محتاج نہ تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدائش کے وقت ہی علم عطا فرمادیا تھا۔ پھر طنزیہ انداز میں کہتے ہیں: یا پھر ولادت سے پہلے ہی علم دے دیا تھا۔ لہ

سالانکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ولی کو نبی کے برابر یا افضل ماننا کھنر ہے۔

محدث الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:

”ولی کتنا ہی بڑے مرتبے والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا، جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بتائے، کافر ہے“ لہ

باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ پیدائش کے وقت یا اس سے پہلے بھی علم عطا فرما دے،

ص ۶-۱۶۵

صراطِ مستقیم، فارسی

لہ محمد اسبغیل دہلوی،

ص ۱۷

البریلویہ،

لہ ظہیر سید،

بہار شریعت (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۱، ص ۱۵

لہ امجد علی اعظمی، مولانا،

میں روشنی بات قابل اعتراض ہے؟ آیا یہ کہ اس وقت انسان میں قابلیت نہیں
 تو اس کے لیے سید صاحب کے بارے میں مذکورہ بالا عبارت میں نفوس کاملہ، خرقِ عادی
 اور علم لدنی کے الفاظ کی یاد دہانی کافی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شبہ ہے، تو تو
 سوچ لیجیے کہ آپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟

نبوت کا دعویٰ کون؟

مولوی اسمعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم نامی کتاب، سید صاحب کی امامت بلکہ اس
 بھی بلند مقام ثابت کرنے کے لیے لکھی تھی، اس کا انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

”جو شخص ذات کا مراقبہ اس لحاظ سے کرے کہ وہ کمالاتِ نبوت کا منشا ہے،

اسے نبوت کے ایک معنی پر نائز کر دیں گے، جس کا ادنیٰ درجہ اچھی خواہیں ہیں،

اسی طرح دوسرے درجے میں معنی رسالت کا اس پر فیضان ہوگا اور اسے تفہیم،

تعظیم اور خافلوں، جابلوں اور معاندوں سے مناظرہ کا الہام کیا جائے گا۔

تیسرے درجے میں نافرمانوں، سرکشوں کو ہلاک کرنے اور اطاعت کرنے والے

مخلصین کو انعام و اکرام کی ہمت، تویہ بخشے ہیں۔“ ۱

غور فرمایا آپ نے کہ مراقبہ کے پہلے درجے میں معنی نبوت، دوسرے درجے میں معنی رسالت

اور تیسرے درجے میں معنی نعمت و بلاکت، دینے کی قوت، دی جاتی ہے، یعنی آخر میں حشرانی

دے دی جاتی ہے۔ ”تقویۃ الایمان“ کا فتویٰ بھی سامنے رہے،

”یعنی اللہ سے زبردستی، کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور

نقصان نہیں پہنچا سکتے، محض بے انسانی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے

ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔“ ۲

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی کو فائدہ اور نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔
 یہی بات صراطِ مستقیم کے مطابق مراقبہ کے تیسرے درجے میں حاصل ہو جاتی ہے۔
 صراطِ مستقیم کا خاتمہ پوری کتاب کا مقصد معلوم ہوتا ہے، اس کے چند اقتباسات
 ل پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجئے، لکھتے ہیں:

”جاننا چاہیے کہ حضرت (سید احمد بریلوی) ابتداء فطرت سے طریق نبوت
 کے اجمالی کمالات پر پیدا کئے گئے تھے۔“^۱

پھر سید صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ
 میں بیعت ہوئے۔ اس بیعت کے اثرات شاہ اسمعیل دہلوی کی زبانی سنئے:

”حصولِ بیعت اور حضرت شاہ صاحب کی توجہات کی برکت سے بڑے
 وقیع معاملات ظاہر ہوئے۔ ان عجیب واقعات کے سبب سے وہ کمالات
 طریق نبوت جو ابتداء فطرت میں اجمالاً مندرج تھے، تفصیل اور شرح کو پہنچ گئے۔“^۲
 اس کے بعد ایک خواب بیان کرتے ہیں:

”ایک دن ولایت مآب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء
 فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ جناب علی مرتضیٰ نے حضرت
 سید صاحب کو اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور ان کے بدن کو خوب
 اچھی طرح دھویا، جیسے باپ اپنے بیٹوں کو غسل دیتے ہیں اور جناب
 حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت قیمتی لباس اپنے دست
 مبارک سے انہیں پہنایا۔“^۳

۱۶۳ ص	صراطِ مستقیم، فارسی،	۱۔ محمد اسماعیل دہلوی،
۱۶۴ ص	” ” ”	۲۔ ایضاً،
۱۶۴ ص	” ” ”	۳۔ ایضاً،

اس وقت دہلوی صاحب کو نہ تو یاد رہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بی
وصال تصرف ثابت کیا جا رہا ہے اور نہ ہی حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے
کا احساس رہا، کیونکہ وہ تو سید صاحب کے لیے کمالاتِ راہِ نبوت کی راہ کھولنے میں مصروف
آخر میں ٹیپ کا بند بھی ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

پس بسبب ہمیں واقعہ کمالاتِ طریقِ نبوت، نہایت جلوہ گر گردید اجتنابی
ازلی کہ در ازل الازل ممکن بود بر منقہ ظہور رسید و عنایتِ رحمانی و تربیت
یزدانی بلا واسطہ احدی مکتفل حال ایشان شد و معاملات متواترہ و وقائع
منکاترہ پی در پی بوقوع آمد، لکن روزے حضرت جل و علا دست راست ایشان
را بدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع
بود پیش روئی حضرت ایشان کردہ فرمود کہ ترا این چنین دادہ ام و چیز ہائے
دیگر خواہم داد۔ لے

”اسی واقعہ کے سبب کمالاتِ طریقِ نبوت کامل طور پر جلوہ گر ہوئے اور ازلی
انتخاب کہ ازل الازل میں پوشیدہ تھا، منقہ ظہور پر پہنچا اور رحمانی عنایت
اور یزدانی تربیت کسی کے واسطہ کے بغیر ان کے حال کی کفیل ہو گئی۔ معاملات
اور واقعات تواتر اور تسلسل سے پیش آئے۔ یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے
سید صاحب کا ہاتھ، اپنی قدرتِ خاص کے ہاتھ میں پکڑا اور امور قدسیہ میں
سے بلند عجیب چیز حضرت کے چہرے کے سامنے کی اور فرمایا تمہیں یہ کچھ دیا
ہے اور بہت سی دوسری چیزیں بھی دوں گا۔“

مزید واشگاف انداز ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

القصد امثال این وقائع و اشباہ این معاملات صدیہ در پیش آمدنا این کہ

کمالاتِ طریقِ نبوتِ بذروۃ علیائے خود رسید و الہام و کشف، بعلم حکمت
انہامید این ست طریق استفادۃ کمالاتِ راہِ نبوت یہ

القصد ایسے صدہا واقعات اور معاملات پیش آئے، یہاں تک کہ کمالات
طریقِ نبوت اپنی انتہائی بلندی کو پہنچ گئے اور الہام و کشف علوم حکمت تک
پہنچ گئے۔ یہ بے کمالاتِ راہِ نبوت کے حاصل کرنے کا طریقہ۔

اہل سنت پر محض الزام ہے کہ وہ اپنے امام کو انبیاء کے برابر بلکہ ان سے بڑھ کر
ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ "بہارِ شریعت" کے حوالے سے اہل سنت کا عقیدہ اس سے پہلے بیان
کیا جا چکا ہے کہ کسی ولی کو نبی کے برابر یا افضل بتانا کفر ہے، لیکن مذکورہ بالا عبارت کا ایک
دفعہ پھر مطالعہ کیجئے، تو کھل جائے گا کہ کس طرح سید صاحب کی ابتداء فطرت میں کمالاتِ
طریقِ نبوت اجمالاً مندرج دکھائے گئے۔ پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بیعت کے
بعد وہ کمالاتِ طریقِ نبوت شرح و تفصیل تک پہنچے۔ پھر کمالاتِ طریقِ نبوت تہایت
جلوہ گر وید اور اس کے بعد ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور پھر تصریح کی کہ
کمالاتِ طریقِ نبوت بذروۃ علیائے خود رسید، کمالاتِ طریقِ نبوت اپنی انتہائی بلندی
کو پہنچ گئے۔

اب ہمیں بتایا جائے کہ اپنے پیرومرشد کو منصبِ نبوت پر کون فائز دکھانا چاہتا ہے
اہل سنت یا غیر مقلدین؟ یاد رہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی علمائے غیر مقلدین کے نزدیک
مسلم امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وذلك من ادعی مجالسة الله والعروج اليه

ومكالمته

صراطِ مستقیم، فارسی، ص ۱۶۵

الشفارہ فاروقی کتب خانہ، ملتان، ج ۲، ص ۲۴۵

۱۔ محمد اسماعیل دہلوی؛

۲۔ قاضی عیاض، امام،

”اسی طرح وہ شخص کافر ہے جو اُمّتی ہو کر اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی، اس کی طرف عروج اور اس کے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرے۔“

امام احمد رضا بریلوی نے معتقدین پر تو یہ اعتراض ہے کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدائش کے وقت ہی علم عطا فرمایا تھا، لیکن غیر مقلدین کے پیرومرشد کے بارے میں کہا جا رہا ہے اور اس پر کسی غیر مقلد کو اعتراض بھی نہیں۔

”حضرت ابتدائے فطرت سے طریق نبوت کے اجمالی کمالات پر پیدا کیے گئے تھے۔“

”پھر یہ کمالات شرح و تفصیل تک پہنچے۔“

”پھر براہ راست اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ہم کلامی۔“

”پھر کمالات طریق نبوت انتہائی بلندی کو پہنچ گئے۔“

بچپن کا ایک واقعہ

امام احمد رضا بریلوی کی نو عمری کا زمانہ ہے، والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے اصول فقہ کی دقیق ترین کتاب مسلم الثبوت پڑھ رہے تھے، ایک جگہ حاشیہ پر والد ماجد نے ایک جواب کی تقریر لکھی تھی، اب جو دیکھتے ہیں، تو اس سے آگے کتاب کا مطلب اس انداز میں لکھا ہوا تھا کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ ہوتا تھا اور نہ جواب کی ضرورت رہتی تھی۔ اس تقریر کو دیکھ کر انہیں مسرت ہوئی اور یہ معلوم کر کے تو بہت ہی مسرور ہوئے کہ یہ تقریر ان کے

۱۶۳ ص	صراطِ مستقیم، فارسی	۱۔ محمد اسماعیل دہلوی؛
۱۶۴ ص	” ” ”	۲۔ ایضاً؛
۱۶۴ ص	” ” ”	۳۔ ایضاً؛
۱۶۵ ص	” ” ”	۴۔ ایضاً؛

نہار صاحبزادے اور شاگرد نے لکھی تھی، اٹھ کر سینے سے لگایا اور فرمایا:

”احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں، بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو۔“

اعتراض برائے اعتراض کرنے والوں کے لیے یہ امر بھی باعث حیرت و انکار ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی عمق و صلاحیتوں کو دیکھ کر ایک دنیا انگشت بردار ہے۔

مرزا غلام قادر بیگ کون تھے؟

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے مخالفین کی بے مائیگی کا یہ عالم ہے کہ پاور ہوا
الزامات عائد کرنے سے بھی نہیں چپکتے اور یہ نہیں سوچتے کہ شکوک و شبہات کی تاریکی چھٹنے
التمنی ویر لگے گی اور جب ظلمت شب اعتراضات دور ہوگی، تو امام احمد رضا بریلوی کا فدا اور
اونچا سوچا ہو چکا ہوگا۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے:

والمجدیر بالذکر ان المدرس الذی کان یدرسہ
مرزا غلام قادر بیگ کان اخالہ مرزا غلام احمد المتنبی
القادیانی۔

”قابل ذکر بات یہ ہے کہ جو مدرس انہیں پڑھایا کرتا تھا۔ مرزا غلام قادر بیگ
نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔“

اس سلسلے میں چند امور توجہ طلب ہیں:

ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ ثابت کیا جائے کہ امام احمد رضا بریلوی کے استاذ

۱۳۷ ص ۱۳۷ حیات اعلیٰ حضرت

۱۹ ص ۱۹ السبریلویہ

۲۰ ص ۲۰ ” ”

مرزا غلام قادر بیگ مرزائے قادیانی کے بھائی تھے، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

کان یدرسہ کا یہ مطلب ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ مستقل استاذ تھے جن سے امام احمد رضا بریلوی نے تمام یا اکثر بیشتر کتابیں پڑھی تھیں، حالانکہ ان سے صرف ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

”میزان منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔“

”جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے، تو تمام دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی تقی علی صاحب سے سے تمام فرمائی۔“

رد مرزائیت

امام احمد رضا بریلوی کے مخالفین بھی تسلیم کریں گے کہ وہ مرزائیوں اور اسلام کے نام پر بد مذہبی پھیلانے والے تمام فرقوں کے لیے شمشیر بے نیام تھے۔ مرزائیوں کے خلاف متعدد رسائل تحریر فرمائے۔ چند نام یہ ہیں:

- (۱) الْمُبِينُ خْتَمُ النَّبِيِّينَ
- (۲) السُّوءُ وَالْعِقَابُ عَلَى الْمَسِيحِ الْكَذَّابِ
- (۳) قَهْرُ الدِّيَانِ عَلَى مُرْتَدِّ بَقَاوِيَانِ
- (۴) جَزَاءُ اللَّهِ عَدُوَّهُ بِأَبَائِهِ خْتَمُ النَّبُوَّةِ
- (۵) الْجَزَاءُ الدِّيَانِي عَلَى الْمُرْتَدِّ الْقَادِيَانِي

ص ۳۲

ص ۳۳

حیات اعلیٰ حضرت،

” ” ”

لے ظفر الدین بہاری، مولانا،

لے ایضاً،

آخر الذکر رسالہ ایک سوال کا جواب ہے جو ۲۲ محرم ۱۳۴۰ھ کو پیش ہوا جس کا آپ نے جواب تحریر فرمایا۔ اسی سال ۲۵ صفر کو آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ رسالہ مختصر مقدمہ کے ساتھ مرکزی مجلس رضالامہور کی طرف سے چھپ چکا ہے۔

ان رسائل کے علاوہ احکام شریعت، المستند المستند اور فتاویٰ رضویہ میں تو مرتبہ میں آپ کے فتاویٰ دیکھے جاسکتے ہیں۔

پروفیسر خالد شبیر احمد فیصل آباد دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے باوجود

انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے فتویٰ سے قبل ان تاثرات کا اظہار کیا ہے :

”اس فتویٰ سے جہاں مولانا کے کمال علم کا احساس ہوتا ہے، وہاں مرزا غلام احمد کے کفر کے بارے میں ایسے دلائل بھی سامنے آتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی ذی شعور مرزا صاحب کے اسلام اور اس کے مسلمان ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ لہ

مزید لکھتے ہیں :

”ذیل کا فتویٰ بھی آپ کی علمی استطاعت، فقہی دانش و بصیرت کا ایک تاریخی شاہکار ہے جس میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو خود ان کے دعویٰ کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے، یہ فتویٰ مسلمانوں کا وہ علمی و تحقیقی خزینہ ہے جس پر مسلمان بتنا بھی ناز کریں، کم ہے۔“ لہ

مرزائے قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ دُنیا نگر کا معزول تھانیدار تھا۔ اس نے چھپچھپن برس کی عمر میں ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا، جبکہ امام احمد رضا کے بچپن کے چند کتابوں

لہ خالد شبیر احمد، تاریخ محاسبہ قادیانیت (قرطاس، فیصل آباد) ص ۴۵۵

لہ ایضاً؛

لہ ابوالقاسم رفیق دلاوری، رئیس قادیان (مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان) ج ۱، ص ۱۱

لہ ایضاً؛

کے استاذ، مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے بریلی میں رہے۔ پھر کلکتہ چلے گئے بریلی سے بذریعہ استفتاء، رابلہ رکھتے رہے۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

”میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم و مغفور (مرزا غلام قادر بیگ) کو دیکھا تھا، گورا چٹا رنگ عمر تقریباً اسی سال دارہی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید عمامہ باندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ، امرتلاہ میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھی کرتے، فتاویٰ میں اکثر استفتاء ان کے ہیں۔ انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ”تعلیٰ یقین بان نیتنا سید المرسلین“ تحریر فرمایا ہے۔“

فتاویٰ رضویہ جلد سوم مطبوعہ مبارک پوز انڈیا کے ص ۸ پر ایک استفتاء ہے جو مرزا

غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ کو ارسال کیا تھا،

ان تفصیلات کو پیش نظر رکھیے، آپ کو خود بخود یقین ہو جائے گا۔ مرزائے قادریان

کا بھائی اور امام احمد رضا بریلوی کے استاذ دو الگ الگ شخصیتیں ہیں:

● وہ قادیان کا معزول تھا نیدار۔ یہ مدرس ٹائپ مولوی

● وہ پچپن سال کی عمر میں مر گیا۔ یہ اسی سال کی عمر میں حیات تھے

وہ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا۔ یہ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں زندہ تھے

کیونکہ عادتاً ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ ۱۸۸۳ء میں قادیان میں فوت ہوا اور وفات

کے ٹھیک چودہ برس بعد ۱۸۹۶ء میں کلکتہ سے بریلی استفتاء بھیج دیا ہو۔

پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک مکتوب میں لکھا:

یہ افزائے محض ہے، مرزا غلام قادر بیگ بریلوی قطعاً دوسری شخصیت ہیں
میں تفصیلی جواب ارسال خدمت کروں گا، اطمینان فرمائیے۔" لہ

شعبہ تاریخ احمدیت، ربوہ سے دوست محمد شاہد نے پروفیسر محمد مسعود احمد بریلوی
ڈیپارٹمنٹ سائنس کالج، ٹھٹھہ کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے:

"بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے آپ کے دعوائی مسیحیت (۱۸۹۱ء) سے
آٹھ سال قبل ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔ آپ خود یا آپ کے کوئی بھائی
بائس بریلی، رائے بریلی یا کلکتہ میں مقیم نہیں رہے۔"

اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں کہ امام احمد رضا کے استاذ مرزا غلام احمد قادیانی
کے بڑے بھائی تھے۔

علامہ عبدالحق خیر آبادی سے ملاقات

امام احمد رضا بریلوی ایک مرتبہ اپنے خاص رشتہ داروں کے ہاں رامپور گئے،
پ کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم، نواب کلب علی خاں کے ہاں اعلیٰ عہدہ پرفائز تھے،
انہوں نے نواب صاحب سے تذکرہ کیا، تو انہوں نے ازراہ اشتیاق آپ کو طلب کیا۔
نواب صاحب نے آپ کو اپنے خاص پلنگ بٹھایا اور کچھ علمی باتیں پوچھتے رہے۔
دوران گفتگو کہنے لگے یہاں مولانا عبدالحق خیر آبادی مشہور منطقی ہیں۔ ان سے متقدمین کی کچھ منطقی
کتابیں پڑھیجئے۔ آپ نے فرمایا، اگر والد ماجد کی اجازت ہوگی، تو کچھ دن ٹھہر سکتا ہوں۔

لہ مکتوب بنام راقم، تحریر ۳۱ مئی ۱۹۸۳ء

نوٹ: انسوسس کہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۳ء کو پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب ایک ایسیڈنٹ میں

جہاں بحق ہو گئے، اس لیے انہیں تفصیلات لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ ۱۲ شرف قادری

علامہ محمد مسعود احمد، پروفیسر، مکتوب بنام راقم ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء

اتنے میں اتفاقاً علامہ عبدالحق خیرآبادی تشریف لے آئے۔

نواب صاحب نے تعارف کرانے کے بعد اپنے مشورہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ نو عمر باوجود ان کی سب کتابیں ختم ہیں۔ علامہ خیرآبادی فرمایا کرتے تھے :
 ”دنیا میں صرف اڑھائی عالم ہوتے ہیں، ایک مولانا بکر العلوم، دوسرے والد مرحوم اور نصف بندہ معصوم۔“

انہیں تعجب ہوا اور دریافت کیا منطلق کی آخری کتاب کونسی پڑھی ہے؟ امام احمد نے فرمایا: قاضی مبارک! علامہ نے پوچھا: شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ آپ نے ان کا طنز کو محسوس کر کے فرمایا: کیا جناب کے ہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھ جاتی ہے؟

اب علامہ نے موضوع سخن تبدیل کرتے ہوئے پوچھا: اب کیا مشغلہ ہے؟ آپ نے تدریس، افتاء، تصنیف، فرمایا: کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مسائل فقہ اور رد و ہابیہ، یہ سن کر فرمایا: رد و ہابیہ؟ ایک میرا وہ بدایونی خطلی ہے کہ ہمیشہ اسی خطبہ رہتا ہے۔ یہ اشارہ مولانا عبدالقادر بدایونی کی طرف تھا جو علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد اور علامہ عبدالحق خیرآبادی کے دوست تھے، اسی لیے انہیں میرا فرمایا۔

امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”جناب کو معلوم ہوگا کہ وہابیہ کا رد سب سے پہلے مولانا فضل حق، جناب کے والد ماجد ہی نے کیا اور مولوی اسماعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے ساکت کیا اور ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام ”تحقیق الفتویٰ“... تحریر فرمایا“ لے

لے ظفر الدین بہاری، مولانا: حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۴-۳۳

نوٹ: مجددہ تعالیٰ علامہ فضل حق خیرآبادی کی تصنیف لطیف تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ فارسی مع ترجمہ چھپ چکی ہے اور مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ سے مل سکتی ہے۔ ۱۲ شرف قادری

علامہ عبدالحق خیرآبادی نے فرمایا، اگر ایسی ہی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی تو میں پڑھا
 ہوں گا۔ امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی
 اپنے علماتے ملت، حامیان سنت کی توہین و تحقیر سُننی ہوگی، اسی وقت پڑھنے
 کا خیال بالکل دل سے دُور کر دیا، تب حضور کی بات کا ایسا جواب دیا۔“ لہ

اس تفصیل سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ امام احمد رضا بریلوی اس وقت کا مروجہ نصاب پڑھ چکے تھے۔ نواب رامپور نے
 ہی کی ان کتابوں کے پڑھنے کا مشورہ دیا تھا جو نصاب سے خارج اور متقدمین مثلاً
 سینا، محقق طوسی اور میر باقر وغیرہ کی تصنیف تھیں۔

۲۔ امام احمد رضا بریلوی نے علامہ خیرآبادی کی گفتگو میں علماء اہل سنت کی تحفیف عمر
 کے علامہ سے کچھ نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا، ورنہ علامہ نے پڑھانے سے انکار نہیں کیا تھا۔
 مخالفت بلکہ مخالفت کے زاویہ نگاہ سے دیکھنے والے اس واقعہ کو دوسرے رنگ
 پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

”بریلوی اپنے قائد کو بچپن ہی میں نابغہ ثابت کرنے کے لیے بار بار اس قول
 کو دہراتے ہیں کہ ان کے قائد چودہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو گئے تھے
 پھر اس جھوٹ اور اپنے قائد کے اس معجزے کو بھول گئے اور بیان کیا کہ
 انہوں نے اس وقت کے مشہور معقولی عالم عبدالحق خیرآبادی ابن فاضل فضل حق
 خیرآبادی سے پڑھنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ وہاں سے ان کی شدید مخالفت
 کی بنا پر راضی نہ ہوئے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر صرف
 بیس سال تھی۔“

علامہ خیر آبادی کی ملاقات کا واقعہ تفصیل کے ساتھ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اسے ایک دفعہ پھر پڑھیے اور خوردبین لگا کر دیکھیے کہ اس مخالفانہ بیان میں کتنی صداقت ہے؟ چند امور غور طلب ہیں:

۱- چودہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہونے کو معجزہ کس نے کہا ہے؟ یہ مخالف کی کج نظری کا نتیجہ ہے یا نیت کا فساد؟

۲- امام احمد رضا بریلوی تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم اور درسی کتب سے فارغ ہو گئے اور بیس سال کی عمر میں علامہ خیر آبادی سے پڑھتے، تو منطق کی بعض خارج از نصاب کتابیں پڑھتے، ان دونوں باتوں میں کیا تخالف ہے؟ اور کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ چودہ سال کی عمر میں مروجہ درسی کتب سے فارغ نہیں ہو گئے تھے۔

۳- علامہ خیر آبادی کی گفتگو سے علماء اہل سنت کی شان میں تخفیف آمیز گفتگو سن کر امام احمد رضا بریلوی نے خود نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ قطعاً صحیح نہیں کہ علامہ پڑھانے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔

۴- یہ بھی درست نہیں کہ وہابیوں کے شدید مخالف ہونے کے سبب وہ پڑھانے راضی نہیں ہوئے تھے، انہوں نے صرف اتنا کہا تھا:

”اگر یہی حاضر جوابی میرے مقابلہ میں رہی، تو میں پڑھا نہیں سکوں گا۔“
دونوں بیان ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ ہیں

حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے اجازت

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علی گڑھ) فرماتے ہیں:

”۱۲۹۴ھ میں مارہرو حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی کے مرید ہوتے اور خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث سے

مشرف ہوئے۔“ لہ

حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری سے استفادہ

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، امام احمد رضا بریلوی کا ارشاد نقل کرتے ہیں:
 ”جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا، تعلیم طریقت
 پیر و مرشد برہقی سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا، تو قبل وصال
 مجھے حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری اپنے ابن الابن ولی عہد و
 سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت
 و علم تکسیر، جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے۔“ لہ

اب سمجھ کا پھیر پائیت کا فتور کہ ان دونوں بزرگوں سے استفادہ کی بنا پر
 امام احمد رضا بریلوی کے چودہ سال کی عمر میں مرقبہ علوم و کتب سے فارغ ہونے کو جھوٹ
 قرار دیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے: لا ذاکرۃ لکذاب ذروراً حافظہ نہاشد
 ذرا تبصرہ ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

”اس سے بھی بڑی بات یہ کہ انہوں نے لکھا کہ (احمد رضا) بریلوی نے
 سید آل رسول شاہ کی ۱۲۹۴ھ میں شاگردی اختیار کی اور ان سے حدیث
 وغیرہ علوم کی اجازت حاصل کی۔

اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابوالحسین احمد نے بعض علوم پڑھے اور یہ

۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے۔“

ص ۳۵۶

الوار رضا

لہ مختار الدین آرزو، ڈاکٹر

ص ۲۴-۵

حیات اعلیٰ حضرت

لہ ظفر الدین بہاری، مولانا

ص ۲۰

البریلویہ

لہ ظہیر

اہل علم جانتے ہیں کہ مروجہ علوم و کتب سے فراغت الگ چیز ہے اور کسی بزرگ سے تبرکاً حدیث کی سند اور طریقت کی تعلیم حاصل کرنا یا علم تکسیر اور علم جفر حاصل کرنا جو مروجہ علوم میں داخل نہیں، قطعاً دوسری چیز ہے۔ عموماً یہی ہوتا ہے کہ مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب کے پڑھنے کے بعد کسی روحانی شخصیت سے طریقت وغیرہ کے علوم کا استفادہ کیا جاتا ہے۔ شاید ان صاحب کے نزدیک مروجہ نصاب سے فارغ ہونے کے بعد تحصیل علم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ بی اے کا سند یافتہ گریجویٹ بن جاتا ہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کرتا ہے اب اگر کوئی شخص کہے کہ اس نے ڈگری حاصل نہیں کی، یہ تو ابھی تحقیقی مقالہ لکھ رہا ہے، تو اسے کیا کہا جائے؟

امام احمد رضا

اور شیعہ

پاسبانِ منک اہل سنت امام احمد رضا بریلوی دیگر فرق باطلہ کی طرح شیعہ کا بھی سخت رد فرمایا۔ شیعہ عام طور پر دو گروہ ہیں، ایک وہ جو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفہ برحق مانتا ہے، لیکن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان سب سے افضل جانتا ہے، یہ تفضیلیہ ہیں۔ دوسرا گروہ معاذ اللہ! خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ برحق نہیں مانتا، انہیں غاصب قرار دیتا ہے اور خلیفہ بلا فصل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا ہے۔ دیگر صحابہ خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ ابوطالب کے بارے میں اصرار رکھتا ہے کہ وہ ایمان لے آتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے رد شیعہ میں متعدد رسائل لکھے جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) رد الرضا فی فضله (روافضی زمانہ کارڈ کہ نہ سنی ان کا وارث

نہ ان سے نکاح)

(۱۳۲۰ھ)

(۲) روافضی کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلا فصل

کا شدید رد)

(۲) الادلة الطاعنة

فی اذان الملا عنہ (۱۳۰۶ھ)

(۳) تعزیرہ داری اور شہادت نامہ

کا حکم)

(۳) اعالی الافناد

فی تعزیرة المنہ و بیان الشهادة

(۱۳۲۱ھ)

(۴) جَزَاءُ اللَّهِ عَدْوًا (مرزا بیوں کی طرح روافض کا بھی رد)

يَا بَابِ خَتَمِ النَّبُوَّةِ (۱۳۱ھ)

● مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم؛

(۵) غَايَةُ التَّحْقِيقِ (پہلے خلیفہ برحق کی تحقیق)

فِي إِمَامَةِ الْعَلِيِّ وَالصِّدِّيقِ

(۶) الْكَلَامُ الْبَهِي

حضرت صدیق اکبر کی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم سے مشابہتیں،

فِي تَشْبِيهِ الصِّدِّيقِ بِالنَّبِيِّ (۱۲۹ھ)

(۷) أَلْزَلَالُ الْأَتَقَى (عربی)

مِنْ بَحْرِ سَبْقَةِ الْأَتَقَى (۱۳۰ھ)

(آیہ کریمہ اِنَّ الْكُوفَةَ عِنْدَ اللَّهِ أَثْقَمُ

کی تفسیر اور مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(شیخین کریمین کی افضلیت پر

(۸) مَطْلَعُ الْقَمَرَيْنِ

مبسوط کتاب)

فِي إِبَانَةِ سَبْقَةِ الْعَمْرَيْنِ (۱۲۹ھ)

(شیخین کریمین کے وہ اسماء مبارکہ جو

(۹) وَجْهُ الْمَشُوقِ

احادیث میں وارد ہیں،

بَجَلْوَةِ أَسْمَاءِ الصِّدِّيقِ وَالْفَارُوقِ (۱۲۹ھ)

(قرآن کریم کیسے جمع ہوا اور حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع القرآن

کیوں کہتے ہیں؟)

(۱۰) جَمْعُ الْقُرْآنِ

وَبِمَعْرِزَةِ وَعَدِّ الْعُثْمَانَ (۱۳۲ھ)

● مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛

(تفضیلیہ اور مفستقان امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رد)

(مناقب حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۱۱) أَلْبُشْرَى الْعَاجِلَه

مِنْ مَحَفِّ آجِلَه (۱۳۰ھ)

(۱۲) عَرَّشُ الْأَعْرَابِ وَالْإِكْوَامِ

لِأَوَّلِ مُلُوكِ الْإِسْلَامِ (۱۳۱ھ)

(۱۳) ذَبُّ الْأَهْوَاءِ وَالْوَاهِيَةِ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فی بَابِ الْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ (۱۳۱۲ھ) پر مطاعن کا جواب)

(۱۴) أَعْلَامُ الصَّعَابَةِ الْمُوَافِقِينَ (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور
لِلْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ وَأُمِّ الْمُؤْمِنِينَ (۱۳۱۲ھ) امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے)

(۱۵) الْأَحَادِيثُ الرَّاوِيَةَ (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
لِمَدْحِ الْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ (۱۳۱۳ھ) مناقب کی احادیث)

● رُوِّ تَفْضِيلِيَّةٌ :

(۱۶) أَلْجَرِّحُ الْوَالِجُ (تفضیلیہ اور مفستقہ کا رد)

فِي بَطْنِ الْخَوْلِجِ (۱۳۰۵)

(۱۷) الْقَصَبَامُ الْحَيْدَرِيُّ (تفضیلیہ اور مفستقہ کا رد)

عَلَى حُمُقِ الْعِيَارِ الْمُفْتَرِي (۱۳۰۴ھ)

(۱۸) الرَّائِحَةُ الْعَنْبَرِيَّةُ (مسئلہ تفضیل اور تفضیل من جمیع الوجہ)

عَنِ الْجَمْرَةِ الْحَيْدَرِيَّةِ (۱۳۰۰ھ) کا بیان)

(۱۹) لَمَعَةُ الشَّعْرَةِ (تفضیل و تفسیق سے متعلق سات سوالوں
کا جواب)

لِمُدَى شَيْعَةِ الشَّنْعَةِ (۱۳۱۲ھ)

● ابوطالب کا حکم

(۲۰) شَوْحُ الْمَطَالِبِ (ایک سو بیس کتب تفسیر و عقائد وغیرہ)

فِي مَبْحَثِ أَبِي طَالِبٍ (۱۳۱۶ھ) سے ایمان نہ لانا ثابت کیا)

ان کے علاوہ وہ رسائل اور قصائد جو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان

میں لکھے ہیں، وہ شیعہ و روافض کی تردید ہیں، کیونکہ شیعہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ساتھ خوش عقیدگی نہیں رکھتے، اس لیے کہ حضرت غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔

سُنیت اختیار کریں، ورنہ شفا نہیں

ایک دفعہ ایک امیر کبیر کی بیگم بیمار ہوئی جو سُنی نہ تھی۔ ماہرہ شریف کے حضرت سید مہدی حسن میاں کی معرفت سوال کیا گیا کہ وہ صحت یاب ہوگی یا نہیں؟ امام احمد رضا بریلوی نے علمِ جفر کے ذریعے معلوم کر کے جواب ارسال کیا،

”سُنیت اختیار کریں، ورنہ شفا نہیں۔“ لے

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ امیر انجمن حزب الاحناف لاہور نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ یہ واقعہ سابق نواب رام پور حامد علی خان کی بیگم اقبال بیگم کا واقعہ ہے اور وہ شیعہ تھی اور شیعہ ہی اس دنیا سے رخصت ہوتی۔

ایک مرتبہ علامہ ابوالحسنات قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علمِ جفر کے ذریعے سوال کا جواب اثبات میں آتا ہے یا نفی میں، لیکن یہ جواب نہیں آسکتا کہ اگر سُنی ہوگا، تو یوں ہوگا اور شیعہ ہوگا، تو یوں ہوگا۔ محمد جعفر شاہ پھلواری نے اس کی توجیہ کی کہ:

”حضرت فاضل بریلوی نے دراصل دو سوالوں کا جواب نکالا تھا،

کیا وہ اچھی ہوگی _____ جواب آیا نہیں

کیا وہ سُنی ہوگی _____ جواب آیا نہیں

پھر انہوں نے دونوں کو ملا کر ایک کر دیا، یعنی نہ وہ اچھی ہوگی اور نہ سُنی ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں اگر وہ سُنی ہوگی، تو تندرست ہو جائے گی۔“

یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں، حیدرآباد (دکن) کے ایک فاضل نے امام احمد رضا سے سوال کیا کہ ایک شخص دلاور علی، ایک کافرہ عورت کا طلب گار ہے، کیا وہ اس سے

لے ظفر الدین بہاری، مولانا، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۳

لے مرید احمد چشتی، جہانِ رضا (مرکزی مجلسِ رضا، لاہور)، ص ۱ - ۱۳۰

نکاح کر سکے گا؟ امام احمد رضا بریلوی نے علم جفر سے سوال کیا، جواب آیا:
 ”اس سے کیسے نکاح کرے گا، جبکہ وہ مشرک ہے اور کبھی بھی ایمان نہیں
 لائے گی۔“ ۱

دو مرتبہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، اسی جواب کو یوں بیان کیا جاسکتا
 ہے کہ اگر وہ عورت ایمان لے آئے، تو نکاح ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

شیعہ کا حکم؟

روافض کا حکم کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:
 ”رافضی اگر امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دے، تو مبتدع
 ہے، جیسے فتاویٰ خلاصہ، عالمگیری وغیرہ میں ہے اور اگر شیخین یا ان میں سے ایک کی
 امامت کا انکار کرے تو فقہاء نے اسے کافر قرار دیا اور متکلمین نے بدعتی اور اسی میں
 زیادہ احتیاط ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بدلہ کا قائل ہو، کہ اسے پہلے علم نہیں ہوتا
 شے واقع ہونے کے بعد علم ہوتا ہے، یا کہے کہ موجودہ قرآن ناقص ہے۔ صحابہ یا کسی
 دوسرے نے اس میں تحریف کی ہے یا یہ کہ امیر المؤمنین (علی مرتضیٰ) یا اہل بیت میں سے
 کوئی امام اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء سابقین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سے افضل ہے
 جیسے کہ ہمارے شہر کے رافضی کہتے ہیں اور ان کے اس دور کے مجتہد نے تصریح کی
 ہے تو وہ قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مرتدوں والا ہے جیسے کہ فتاویٰ ظہیریہ کے
 حوالے سے عالمگیری میں ہے۔“ ۲

اس کے علاوہ احکام شریعت (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) کے درج ذیل صفحات:

۱ الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ (مرکزی مجلس رضاء لاہور) ص ۶

۱ امام احمد رضا بریلوی

۲ فتاویٰ البحرین، ج ۱، صفحہ ۱۰۰، مکتبہ ایشق، ترکی، ص ۱۰

۲ ایضاً:

۱۲۳ — ۱۲۶ — ۱۲۷ — ۱۲۸ — ۱۲۹ — ۱۳۰

اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے درج ذیل صفحات ملاحظہ کیے جائیں،

۲۵ — ۳۲ — ۳۵ — ۳۷ — ۹۴ — ۱۵۸ — ۱۶۹ — ۲۲۹

۲۷۷ — ۲۸۲ — ۲۸۶ — ۲۹۰ — ۵۲۷ — ۵۲۸

اسی طرح فتاویٰ رضویہ کی باقی جلدیں دیکھیے، معلوم ہو جائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی نے شیعہ اور روافض کے بارے میں کیا کیا احکام بیان کیے ہیں۔

مشہور زمانہ سلام کے چند اشعار دیکھیے۔

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل	ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر	اس خداداد حضرت پہ لاکھوں سلام
در منشور قرآن کی سبک یہی	زوج دونور عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیص ہدی	حلقہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین	ساتی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اولیں دافع اہل رفس و خسروج	چار می رکن ملت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفس و تفضیل و نصب و خروج	حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ کس عمدگی کے ساتھ مسلک اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ بے شک اہل سنت کا امام ہی اتنی نفیس ترجمانی کر سکتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے ردیف بار میں ۲۱۶ اشعار پر مشتمل طویل قصیدہ کہا جس میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑی شرح و بسط سے بیان کیے اور آخر میں بد مذہبوں پر تند و تیز تنقید کی ہے۔ زور بیان، شکوہ الفاظ اور مطالب کی بلندی دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مدائن بخشش (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی) ج ۲، ص ۶-۳۵

لہ امام احمد رضا بریلوی،

علی سے محبت عمر سے عداوت
روافض پہ واللہ قہر علی ہے
کہیں بھی ہوئے جمع نور و خواہب
خوارج پہ فاروق اعظم معاتب
تقیے کی تہمت سر شہیر غالب ہے
دہی تو محبتانِ حیدر جو رکھتیں

شیعہ ہونے کا الزام

دین و دیانت رکھنے والے حضرات کے لیے یہ امر باعث حیرت ہوگا کہ اہل سنت

امام مولانا شاہ احمد رضا بریلوی پر لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی ہے:

”وہ ایسے شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس نے اہل سنت کو نقصان پہنچانے کے لیے بطور تقیہ، سنی ہونا ظاہر کیا تھا۔“

پندرہویں صدی کا یہ عظیم ترین جھوٹ بولتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کیا ساری د
اندھی ہو گئی ہے جسے امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملتا
جو شخص فتاویٰ رضویہ اور دیگر بلند پایہ علمی تصانیف کا مطالعہ کرے گا، وہ آپ کی صداقت اور
دیانت کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟ کیا قیامت کے دن، واحد قہار کی بارگاہ میں
جواب دہی کا یقین بالکل ہی جاتا رہے؟ یا روز قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ہے
اس دعوے پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں، وہ اس قدر بے وزن اور غیر معقول ہیں
دلائل کہلانے کے قابل ہی نہیں، ذیل میں ان کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

الزام ۱: ان کے آباء و اجداد کے نام شیعوں والے ہیں، ایسے نام
اہل سنت میں رائج نہ تھے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ محمد محبوب علی خاں، مولانا، حدائق بخشش (نا بھٹیم پریس، نا بھٹ، ج ۳، ص ۲۶)

۲۔ ظہیر، البریلویہ ص ۲۱

احمد رضا، ابن نقی علی ابن رضا علی، ابن کاظم علی علیہ

نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی الحسنین، بیٹے

کا نام میر علی خاں اور میر نورا الحسن خان علیہ

غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی ہیں، مدراس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔ قنوج کے مولوی کا نام ہے رستم علی ابن علی اصغر، ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسین ابن مولوی حسین علی۔ ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتاب اسباب العلوم فی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے جریدے اشاعت السنۃ کے ایڈیٹر کا نام

محمد حسین بٹالوی ہے۔ کیا یہ سب شیعہ ہیں؟

الزام ۲: ”بریلوی نے ائمہ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ایسے کلمات کہے کہ انہیں سُستی کبھی زبان پر نہیں لاسکتا۔“ ۳

اللہم سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

حدائق بخشش حصہ سوم

امام احمد رضا بریلوی کا نعتیہ دیوان دو حصے پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ ماہ صفر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۲۱ء کو آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۲۳ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا۔ انہوں نے مسودہ نابھہ ٹیم پریس، نابھہ کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے کتابت کروائی اور کتاب چھاپ دی۔

ص ۲۱

البریلویہ

لے ظہیر:

ج ۰۳ ص

اسبغ العلوم

۲۱ صدیق حسن خان بھوپالی، نواب:

ص ۲۱

البریلویہ

لے ظہیر:

کاتب بد مذہب تھا، اُس نے دانستہ یا نادانستہ چند ایسے اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کر دیتے جو اہم ذرع وغیرہ عورتوں کے بارے میں تھے، ان عورتوں کا ذکر حدیث کی کتابوں مسلم شریف، ترمذی شریف و نسائی شریف وغیرہ میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تسامح ہوتے،

(۱) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریس والوں پر اعتماد کر کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چیک نہ کیا۔

(۲) کتاب کا نام "حدائق بخشش" حصہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ باقیاتِ رضا یا اسی قسم کا کوئی دوسرا نام رکھتے۔

(۳) ٹائٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ ۱۳۲۵ھ بھی لکھ دیا، حالانکہ یہ سن پہلے دو حصوں کی ترتیب کا تھا جو مصنف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔ تیسرا حصہ تو ۱۳۲۲ھ میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ اسی لئے ٹائٹل پیج پر امام احمد رضا بریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کی زندگی اور ۱۳۲۵ھ میں یہ کتاب چھپتی، تو ایسے عائبہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(۴) یہ مجموعہ مرتب کر کے امام احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں یا بیٹے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کیے بغیر چھاپ دیا۔

(۵) کتاب چھپنے کے بعد جیسے ہی صورت حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کر دیتے تو صورت حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہل علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی۔

محدثِ اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی کے صاحبزادے حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں فرات پور

لے محمد محبوب علی خاں، مولانا: حدائق بخشش (ناچھہ پریس، ناچھہ) ص ۱۰

”مجھے محبوب الملّت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے خلوص سے انکار نہیں اور نہ ہی میں یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی قدیم بخشش کی بنا پر ایسا کیا، لیکن میں اس حقیقت کے اظہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا رہا ہوں کہ محبوب الملّت نے کسی سے مشورہ کیے بغیر حدائق بخشش میں تیسری جلد کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسامح کیا ہے۔ ایک ایسا تسامح جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک ایسی فاش غلطی جس کی تہہ ذمہ داری محبوب الملّت پر عائد ہوتے ہوئے بھی امام احمد رضا کو مخالفین کے اتہام کی زد سے بچانہ سکی۔ سوچ کر بتائیے کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو، آنے والا مورخ اس طرح کی خوش عقیدگی کو ظلم ہی سے معنون کرے گا۔“ لہ

ایک عرصہ بعد دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے پورے شد و مد سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ

مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے، لہذا انہیں کبھی کی سنی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کیا جو ایک سچے مسلمان کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف جرائد اور اخبارات میں اپنا توبہ نامہ شائع کرایا۔ علامہ مشتاق احمد نظامی مصنف خون کے آنسو نے ایک ہفت روزہ کے ذریعے انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آج ۹ ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ کو کبھی کے ہفتہ وار اخبار میں آپ کی تحریر حدائق بخشش“ حصہ سوم کے متعلق دیکھی، جو اب پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تساہل کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور استغفار کرتا ہے، خدا تعالیٰ معافی بخشے، آمین! (ماہنامہ سنی دنیا شمارہ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ ص ۱۳۷)

لہ شرکت حنفیہ، لاہور؛
لہ محمد مظہر الدوبلی، مفتی؛
الوارضی
فناوی مظہری (مدیرین پبلشنگ کمپنی، کراچی) ج ۲، ص ۳۹۳

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہیں لیا، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر علمائے اہل سنت سے فتوے حاصل کیے گئے کہ ان کی توبہ یقیناً مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو ام المومنین کے بارے میں کہے اور نہ لکھے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاعلان اور بار بار توبہ کی ہے اور در توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ فیصلہ مقدسہ کے نام سے ۱۳۷۵ھ میں چھپ گئے اور تمام شور اور شر ختم ہو گیا، اس میں ایک سو اسی علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمد للہ! کہ فیصلہ مقدسہ، مرکزی مجلس رضالامور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

مقام غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو، اس میں باقی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیسے ڈالی جاسکتی ہے؟ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء میں بھی جب یہ ہنگامہ کھڑا کیا گیا تو تمام ترمذی مولانا محمد محبوب علی خاں مرتب کتاب پر ڈال دی گئی تھی۔ کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے حضرت ام المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے، لیکن آج حقائق سے منہ موڑ کر گستاخی کا الزام انہیں دیا جا رہا ہے۔

آج تک امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسک علماء پر یہی الزام عائد کیا جانا تھا کہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کی محبت و تعظیم میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ پھر یکا یک یہ کاپاپلٹ کیسے ہو گئی کہ انہیں گستاخی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے؟ دراصل امام احمد رضا بریلوی نے بارگاہ خداوندی اور حضرات انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت علمی و قلمی محاسبہ کیا تھا، جس کا نہ توجواب دیا جاسکا اور نہ ہی توبہ کی توفیق ہوئی، لہذا انہیں بے بنیاد الزام دیا جانے لگا کہ یہ گستاخی کے مرتکب ہیں۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی اپنے پیر و مرشد سید احمد رائے بریلی، کے بارے میں کہتے ہیں کہ کمالاتِ طریقِ نبوت اجمالاً تو ان کی فطرت میں موجود تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ کمالات

نبوت تفسیلاً کمال کو پہنچ گئے اور کمالات طریق ولایت بطریق احسن جلوہ گر ہو گئے۔ ان کمالات
مذکورہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”جناب علی مرتضیٰ نے حضرت کو اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور ان
کے بدن کو خوب دھویا، جیسے باپ اپنے بچوں کو مل کر غسل دیتے ہیں اور
حضرت فاطمہ زہرا نے ہمیشہ قیمت لباس اپنے ہاتھ سے انہیں پہنایا۔ پھر اسی
واقعہ کے سبب کمالات طریق نبوت انتہائی جلوہ گر ہو گئے۔“

یہ اگرچہ خواب کا واقعہ بتایا جا رہا ہے، لیکن ہمیں یہ پوچھنے کا حق ہے کہ ایسے واقعات
کتابوں میں درج کرنا اور پھر فاسی اور اردو میں انہیں بار بار شائع کرنا حضرت خاتونِ جنت
یعنی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں سزاوارتہ ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے
توجہ دلانے کے باوجود علماء اہل حدیث نے اس کا تدارک نہ کیا اور نہ ہی توبہ کی۔ حافظ شیرازی
نے کیا خوب کہا ہے۔

مشکلے دارم زدانش من مجلس باز پرس !!

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کسترمی کنند

الزام عا، انہوں نے ایسے عقائد و افکار کو رواج دیا جو ان سے پہلے
پاک و ہند کے اہل سنت میں رائج نہیں تھے اور وہ تمام شیعہ سے مانع ہیں
جیسے انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب، مستند علم ناکان و مایکون اور اختیار و
قدرت وغیرہ۔

یہ تو آپ آئندہ ابواب میں دیکھیں گے کہ یہ عقائد قرآن و حدیث اور علماء اسلام کے
قرآن سے ثابت ہیں اور عقائد ہیں جو ابتداء اسلام ہی سے چلے آتے ہیں۔ اس وقت صرف
ہندو والے درج کیے جاتے ہیں، جن سے معلوم ہو گا کہ امام احمد رضا بریلوی نے قدیم سننی حنفی

طریقے کی حمایت و حفاظت کی ہے اور دوسرے فرقوں نے سلف صالحین کے راستے سے انحراف کیا ہے۔

سید سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد دو گروہ نمایاں ہوتے،

۱) علماء دیوبند اور مولانا سخاوت علی جوہر پوری وغیرہ اس سلسلے میں توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ (۲) میاں نذیر حسین دہلوی اس سلسلے میں توحید خالص اور رد بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کی بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں ہوا اور اسی سلسلے کا نام اہل حدیث مشہور ہوا۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا، جس کا ذکر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

”تیسرا فرقہ وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل سنت

کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔“

اس اقتباس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عجمی، بریلی اور بدایوں کے علماء کسی نئے فرقے کے بانی نہ تھے، بلکہ اصلی سلفی حنفی تھے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری مدیر اہل حدیث نے، ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا:

”امرتسری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے،

اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی

خیال کیا جاتا ہے۔“

چونکہ امام احمد رضا بریلوی نے مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کی زبردست حمایت و حفاظت کی تھی، اس لیے ان کی نسبت، اہل سنت کے لیے نشان امتیاز بن گئی ہے ورنہ بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔

حیات نبوی، ص ۴۴ تا ۴۶ بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت
شمع توحید، مطبوعہ سرگودھا، ص ۴۰

۱۔ سید سلیمان ندوی
۲۔ ثناء اللہ امرتسری

شیخ محمد اکرام جو سرسید کے مکتب فکر سے وابستہ اور اہل سنت و جماعت سے کھلم کھلا
 مناور کھتے تھے، وہ بھی بریلوی پارٹی کے عنوان کے تحت امام احمد رضا بریلوی کے متعلق لکھ گئے
 انہوں نے..... نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی ہے
 ہندوستان کے بظہوف محقق اور ادیب مالک رام جو قادیانیت اور ندویت دونوں سے متاثر
 ہیں، امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جیسا کہ سب کو معلوم ہے بریلی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے، وہ
 بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم تھے۔“
 اس کے باوجود کوئی شخص حقائق کا منہ چڑانے کی کوشش کرے، تو اسے کیا کہا جائے؟

اتمہ اہل سنت اور فضائل اہل بیت

الزام علیہ، وہ شیعہ روایات و احادیث کی روایت کرتے تھے اور انہیں
 اہل سنت میں رواج دیتے تھے، مثلاً ان علیاً قسیم النار علی مرتضیٰ
 (دشمنوں کو آگ تقسیم کرنے والے ہیں۔ نیز یہ روایت کہ فاطمہ کا نام فاطمہ
 اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی ذریت کو آگ سے دور
 کر دیا ہے۔“

حضرت امام علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں:

وقد خرج اهل الصحيح والائمة ما اعلم به اصحابه
 صلى الله عليه وسلم وما وعدهم من الظهور على عدائهم

مروج کوثر طبع، مہتمم ۱۹۶۶ء، ص ۷۰ (بحوالہ تقریب مذکور)

نذر عرش (مطبوعہ دہلی)، ص ۱۳ (ایضاً)

البریلویہ، ص ۲۱-۲۲

۱۔ شیخ محمد اکرام،

۲۔ مالک رام،

۳۔ ظہیر،

إلى ان قال، وقتل عليّ وأن اشقاها الذي يخضب
هذه من هذه اى لحيّة من رأسه، وانّه قسيم الناس
يدخل وليائه الجنة واعداءه النار۔ لہ

”صحاب صحاح اور ائمہ بدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں، مثلاً یہ وعدہ کہ وہ
دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ امت کا بدبخت ترین
ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کورنگے گا اور یہ کہ مولیٰ علی قسیم دوزخ
ہیں، اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے“
کیا قاضی عیاض شیعہ تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں، وہ اہل سنت کے مسلم بزرگ اور امام
ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

كان امام وقته في الحديث وعلومه (إلى ان قال)
وكان له عناية كثيرة به والاهتمام بجمعه وتقيد
وهو من اهل اليقين في العلم والذكاء والنقطة والفهم
”قاضی عیاض اپنے دور میں حدیث اور علوم حدیث کے امام تھے۔ حدیث کی طرف
ان کی توجہ بہت تھی۔ حدیث کے جمع کرنے اور ضبط کا اہتمام کرتے تھے،
وہ علم و فہم اور ذکاوت و فطانت میں صاحب یقین تھے۔“

شافعیہ کے عظیم ترین عالم حضرت علامہ نووی مسلم شریف کی شرح میں اکثر و بیشتر علامہ
قاضی عیاض کے حوالے بطور استشہاد نقل کرتے ہیں۔ اس خارجیت کا کیا کیا جائے کہ جسے
نسب اہل بیت دیکھا اُسے رافضی اور شیعہ کا لقب دے دیا، حالانکہ اہل سنت کا امتیازی

لہ قاضی عیاض مالکی، الشفاء (فاروقی کتب خانہ، ملتان)، ج ۱، ص ۲۲۳

نواب صدیق حسن خاں، اجدالعلوم ج ۳، ص ۱۲۸

شان یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام و اہل بیت عظام دونوں کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ امام شافعی کو بھی اہل بیت کی محبت پر رافضی ہونے کا الزام دیا گیا تھا۔ امام نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

لوکان رافضاً حَبَّ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلْيَشْهَدْ الثَّقَلَانِ اِنِّي رَافِضٌ لَّهُ

”اگر آلِ محمد کی محبت رافض ہے، تو جن و انسان گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں“
یعنی یہ غلط ہے کہ اہل بیت کی محبت رافض ہے، رافضی تو صحابہ کرام سے عداوت رکھتے ہیں،
جیسے خارجی اہل بیت کے دشمن ہیں، اہل سنت دونوں محبتوں کے جامع ہیں۔ امام احمد رضا
بریلوی فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب حضور

بخم ہیں اور ناؤ سے عزت رسول اللہ کی

شفا شریف کی شرح نسیم الریاض میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ ابن اثیر نے

نہایہ میں بیان کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَا قَسِيمُ النَّارِ لَہ

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

”ابن اثیر ثقہ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے، وہ رائے

سے نہیں کہا جاسکتا، لہذا یہ حکماً حدیث مرفوعہ ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد کا

دخل نہیں ہے۔“ لہ

لہ ابن حجر مکی ہیتمی، الصواعق المحرقة، مکتبۃ القاہرہ، مصر، ص ۳۳

لہ احمد شہاب الدین الخفاجی، علامہ: نسیم الریاض (مکتبۃ سلفیہ، مدینہ منورہ) ج ۳، ص ۱۶۳

لہ ایضاً: ج ۳، ص ۱۶۳

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد حضرت شاذان فضلی نے جزرہ روز الشمس میں روایت کیا ہے۔ لہ

کیا اس کے باوجود بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ شیعہ روایت ہے؟

کیا حضرت شاذان فضلی، قاضی عیاض، ابن اثیر اور علامہ شہاب الدین خفاجی سب ہی شیعہ ہیں؟

دوسری روایت کے بارے میں سنیہ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

فقد ورد مرفوعاً أنها سميت فاطمة لان الله قد

فطمها وذریتها عن النار يوم القيامة“ اخرجہ

المحافظ الدمشقی، وروی النسائی مرفوعاً أنها سميت

فاطمة لان الله تعالى فطمها ومحبتها عن النار“

”مرفوعاً وارد ہے (یعنی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے) کہ

فاطمہ، اس لیے نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو قیامت

کے دن آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ روایت حافظ الحدیث ابن عساکر دمشقی

نے بیان کی۔ امام نسائی حدیث مرفوع روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ، اس لیے

نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے محبتیں کو آگ سے محفوظ کر دیا ہے“

اب بتایا جائے کہ اس روایت کے بیان کرنے پر صرف امام احمد رضا بریلوی

کو شیعہ ہونے کا الزام دیا جائے گا یا اس الزام میں حافظ ابن عساکر دمشقی، امام نسائی

اور ملا علی قاری کو بھی شریک کیا جائے گا؟ ان حضرات کو شیعہ قرار دینے والا کیا اپنا نام

خوارج کی فہرست میں داخل نہیں کرانے گا؟

الامن والعلی (کامیاب دار التبلیغ، لاہور) ص ۵۹

شرح فقہ اکبر (مصطفیٰ البابی، مصر) ص ۱۱۰

لہ احمد رضا بریلوی، امام؛

لہ علی بن سلطان محمد القاری؛

النظام ۱۵: وہ کہتے تھے کہ اغواٹ یعنی مخلوق کے مددگاروں اور وہ جن سے مدد طلب کی جاتی ہے، کی ترتیب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہو کر حضرت حسن عسکری تک ہے۔ حضرت حسن عسکری شیعہ کے نزدیک بارہویں امام ہیں۔

یہ نقل، اصل کے بالکل خلاف ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں: غوث اکبر و غوث بر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر دست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے، اور فاروق اعظم وزیر دست راست، پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔

پھر مولیٰ علی کو (غوثیت عطا ہوئی) اور امامین محرمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم تک جتنے حضرات ہوئے، سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے۔

البریلوی، ص ۲۲

لے ظہیر

ملفوظات (مطبوعہ لاہور) ص ۱۱۵

لے محمد مصطفیٰ رضا خاں، مولانا

اس عبارت کے دو پیرے ہیں، الزام دینے کے لیے صرف دوسرے پیرے کا نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے نزدیک پہلے غوث علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آخری غوث حضرت حسن عسکری ہیں یعنی ان کے نزدیک صرف وہی شیعہوں کے بارہ امام ہی غوث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاشیہ میں بہ طور حوالہ صرف ملفوظات لکھنے پر اکتفا کیا گیا، صفحہ نمبر نہیں لکھا گیا تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے سے حق نہ کھل جائے! انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے، تو معلوم ہو گا کہ امام احمد رضا نے ان سب سے پہلا غوث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا ہے اور آخر میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے کیا شیعہ ان حضرات کو غوث مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ یہی شیعہ کے بارہ امام ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حضرات کے نزدیک بھی مسلم روحانی پیشوا ہیں، شیعہ سے فرق اس لحاظ سے ہے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ حضرات معصوم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نظم مملکت کے لیے مقرر کردہ ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں، جبکہ شیعہ امور میں اختلاف ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

والمشائخ في علم السرة وتصفيية الباطن فان المرجع فيه الى العترة الطاهرة له

”مشائخ نے علم ستر اور تصفیہ باطن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

استناد کیا ہے، کیونکہ اس علم کا سرچشمہ اہل بیت کرام ہیں۔“

علامہ نے نہ صرف یہ قول نقل کیا ہے، بلکہ اسے برقرار رکھا ہے۔ حضرت

عبدالعزیز محدث دہلوی سے سوال کیا گیا:

علامہ سعد الدین مسعود التفتازانی، علامہ: شرح مقاصد (دار المعارف النعمانیہ، لاہور) ج ۲، ص

جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب قدس سرہ در
تفہیمات الہیہ وغیرہ صفات اربعہ کہ عصمت و حکمت و وجاہت و قطبیت
باطنہ است برائے حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ثابت کردہ اندلہ
”فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے تفہیمات الہیہ وغیرہ
میں عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت چار صفتیں بارہ اماموں کے لیے
ثابت کی ہیں۔“

کیا یہ عقیدہ خلفائے ثلاثہ کی افضلیت کے خلاف نہیں ہے؟

اس کے جواب میں سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں،
”قطبیت باطنہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو مخصوص فرما
دیتا ہے کہ فیض الہی اولاً وبالذات ان پر نازل ہوتا ہے، پھر ان سے دوسروں
کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ بہ ظاہر کوئی ان سے کسب فیض نہ کرے جیسے
سورج کی شعاعیں روشن دان کے ذریعے کسی گھر میں پہنچیں تو اولادہ روشن دان
روشن ہوگا اور اس کے واسطے سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوں گی۔ اس کو
قطب ارشاد بھی کہتے ہیں، برخلاف قطب مدار کے۔“

خلاصہ یہ کہ از روئے تحقیق ان چار صفات کا بارہ اماموں کے لیے ثابت
کرنا مذہب اہل سنت کے خلاف ہے، اگرچہ ظاہر بہن حضرات ان الفاظ
کے استعمال سے گھبرائیں گے اور نہ شیخین کی افضلیت کے خلاف ہے جس
پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے۔“ (ترجمہ) لے

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز

لے عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ؛ فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی، ج ۱، ص ۱۲۷

لے ایضاً؛ ص ۱۲۹

محدث دہلوی کے نزدیک بارہ امام نہ صرف روحانی پیشوا ہیں، بلکہ عصمت، حکمت، وجاہ اور قطبیت باطنہ چاروں صفات کے حامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیض اولاً ان پر نازل ہوتا اور ان کے واسطے سے دوسروں تک پہنچتا ہے۔ کیا علامہ تفتازانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب کے سب شیعہ ہیں؟ یا یہ فتویٰ امام احمد رضا بریلوی کے لیے مختص ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ ارشاد بھی توجہ طلب ہے،
 ومعنی امامت کہ در اولاد حضرت امیر باقی ماند ویکے مرویہ گریے راومی آن
 می ساخت ہمیں قطبیت ارشاد و منبعیت فیض ولایت بود و لهذا الزام این امر
 بر کافہ خلایق از ائمہ اطہار مروی نشدہ بلکہ یاران چیدہ و مصاحبان برگزیدہ
 خود را با آن فیض خاص مشرف می ساختند و ہر یکے را بقدر استعداد او باین دست
 می نواختند۔ لہ

”حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں جو امامت باقی رہی اور ان
 میں سے ایک، دوسرے کو وصی بناتا رہا۔ وہ یہی قطبیت ارشاد اور فیض ولایت
 کا منبع ہونا تھا، اسی لیے ائمہ اطہار میں سے کسی سے مروی نہیں کہ انہوں
 نے امامت کا تسلیم کرنا تمام انسانوں پر لازم قرار دیا ہو، بلکہ اپنے چیدہ چیدہ
 دوستوں اور منتخب مصاحبوں کو اس فیض خاص سے مشرف فرماتے تھے،
 اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اس دولت سے نوازتے تھے۔“

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو جو چشم بصیرت کے لیے
 سرمہ ثابت ہوگا:

”نیز کھیلے امام مثل حضرت سجاد و باقر و صادق و کاظم و رضا تمام اہل سنت

لہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تحفہ اثنا عشریہ، ص ۲۶۴

کے مقتدا اور پیشوا ہوتے ہیں کہ اہل سنت کے علماء مثلاً ذہری، امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے ان حضرات کی شاگردی اختیار کی ہے اور اس وقت کے صوفیاء مثلاً حضرت معروف کرخ و غیرہ نے ان حضرات سے کسب فیض کیا اور مشائخ طریقت نے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلۃ الذہب قرار دیا اور اہل سنت کے محدثین نے ان بزرگوں سے ہر فن خصوصاً تفسیر و سلوک میں احادیث کے دفتروں کے دفتر روایت کیے ہیں۔" لہ

اب تو اہل سنت کے ائمہ مجتہدین، محدثین، مفسرین اور صوفیہ کو بھی شیعہ قرار دے دیجئے کہ وہ ائمہ اہل بیت سے ہر قسم کا استفادہ اور استناد کرتے رہے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی تو بارہ اماموں کو غوث ہی مانتے ہیں، لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بارہ اماموں کو معصوم اور قطب ارشاد بھی مانتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان کی تائید کر رہے ہیں، ان کے شیعہ ہونے پر تو بہت پختہ مہر ثبت ہوئی چاہیے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بارہ اماموں کو چار صفات، عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ کا حامل قرار دیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان کے معصوم ہونے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عصمت کے دو معنی ہیں: (۱) گناہ پر قادر ہونے کے باوجود اس کا صدور محال ہو اور یہ معنی باجماع اہل سنت، حضرات انبیاء اور ملائکہ علویہ کے ساتھ مخصوص ہے (۲) گناہ کا صدور ہونا جائز ہے، اس پر کوئی محال لازم نہیں آتا لیکن اس کے باوجود صادر نہ ہو اور اس معنی کو صوفیہ محفوظیت کہتے ہیں اور اسی معنی کے اعتبار سے صوفیہ کے کلام میں اپنے لیے عصمت کی دعا واقع ہے (ترجمہ)“

لے عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہد، تحفہ اثنار عشریہ ص ۲۳۳

لے ایضاً، فتاویٰ عزیزی فارسی ج ۱، ص ۱۲۸

الزام علیہ انہوں نے کہا کہ علی مرتضیٰ اس شخص کی بلا کو دفع کرتے ہیں اور تکلیفوں کو دور کرتے ہیں جو مشہور دُعا سیفی سات بار، تین بار، یا ایک بار پڑھے اور وہ دُعا یہ ہے:

ناد علیاً منظر العجائب والغرائب، تجدد عوننا لك
فی النوائب، کل همّ ونغم سینجلی بولا یتک
یا علی یا علی یا علی۔

امام احمد رضا بریلوی نے یہ دُعا ایک ایسی کتاب سے نقل کی ہے جس کی اجازتیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے اساتذہ حدیث سے لیتے اور اپنے شاگردوں کو دیتے رہے، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”طرفہ ترسینے شاہ ولی اللہ صاحب کے ”انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ“ سے روشن کہ شاہ صاحب والامناقب اور ان کے بارہ اساتذہ علم حدیث و مشائخ طریقت جن میں مولانا طاہر مدنی اور ان کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم کرمی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شتاوی اور شاہ صاحب کے استاذ مولانا احمد نخلی وغیر ہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسل حدیث انہیں علماء سے ہیں۔ جو اس ختمہ حضرت شاہ محمد گوالیاری علیہ رحمۃ الباری و خاص ”دُعائے سیفی“ کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین و معتقدین کو اجازت دیتے۔“

اب بجائے اس کے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے اساتذہ اور حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کو مشرک، بدعتی اور شیعہ قرار دیا جاتا، اُلٹا امام احمد رضا بریلوی پر

لے ظہیراً
البریلویہ ص ۲۲
الامین والعلی (مطبوعہ لاہور) ص ۱۲
لے احمد رضا خاں بریلوی امام،

شیعہ ہونے کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ اگر دعائے سیفی کو ماننے کی بنا پر امام احمد رضا بریلوی شیعہ قرار پاتے ہیں تو مذکورہ بالا تمام حضرات سے دست بردار ہو کر اعلان کر دیجئے کہ وہ شیعہ اور مشرکانہ عقائد کے حامل تھے، آخر یہ تفریق کیوں؟

اسی الزام میں یہ بھی کہا گیا ہے:

یہ شعر دفع امراض کے لیے مفید اور حصول وسیلہ و ثواب کا سبب ہے۔

لِيْ خَمْسَةَ اَطْفِي بِهَا حَرَّ الْوَبَاءِ وَالْحَاطِمَاتِ
الْمُصْطَفَى وَالْمُرْتَضَى وَابْنَاهُمَا وَالْفَاطِمَةَ

یہ شعر فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۸ کے حوالے سے نقل کیا گیا، حالانکہ اس صفحہ میں شعر کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ اس شعر اور دعائے سیفی میں اہل بیت کرام سے توسل کیا گیا ہے جو امت مسلمہ کا سلفاً و خلفاً معمول رہا ہے۔ اس کی تفصیل تو توسل کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔ سر دست امام شافعی کا یہ شعر ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

آل النبی ذر یعتی وھم الیہ وسیلتی

ارجو بہم اعطی عندا بید الیمین صحیفتی

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پاک، بارگاہ الہی میں میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں امید ہے کہ قیامت کے دن ان کے وسیلے سے مجھے دائیں ہاتھ میں نامتہ اعمال دیا جائے گا۔“

الزمام ص ۷: ”وہ علم جفر اور جامعہ کو مانتے ہیں، جفر وہ جلد تھی جس میں جعفر صادق نے ہر وہ چیز لکھ دی تھی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور جس کی معرفت کی اہل بیت کو ضرورت ہو سکتی تھی، نیز جفر و جامعہ حضرت علی کی دوکتا ہیں ہیں

البرہان، ص ۲۲

لہ ظہیر

ص ۱۸۰

الصواعق المحرقة،

۲ ابن حجر مکی، بیہقی؛

جن میں اتہائے دنیا تک کے ہونے والے حوادث علم الحروف کے طریقہ پر
لکھ دیئے تھے اور آپ کی اولاد میں سے ائمہ معروفین ان کو جانتے تھے۔^۱
(ترجمہ ملخصاً)

علمی دنیا میں ایسی باتوں کی کیا وقعت ہے؟ علم جعفر کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے۔ اس علم کے شروع کرنے سے پہلے چند اسماء اللہ
کا ورد کیا جاتا ہے۔ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ اگر حضور
اجازت دیں، تو اس فن کو شروع کرے، ورنہ چھوڑ دے۔ کیا جو علوم قدیم زمانے سے چلے
آ رہے ہوں، جن کو حضور اکرمؐ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے شروع کیا جاتا
ہو اور جو ائمہ اہل بیت کا خصوصی علم ہو، کیا اسے جان لینے یا اس کے مان لینے سے انسان
شیعہ ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ اہل بیت اہل سنت
کے محدثین، مفسرین، فقہاء و صوفیہ کے مقتدا و پیشوا ہیں، کیا ان سب پر تشیع کا حکم لگایا
جاتے گا؟ پھر یہ بھی قابل غور حقیقت ہے کہ شریعت مبارکہ نے جن علوم سے منع نہ کیا ہو، ان
پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہو سکتی۔ نحو اور بلاغت کے بڑے بڑے ائمہ سمعتری ہوتے ہیں۔
کیا ان علوم میں مہارت حاصل کرنے والا معتزلی ہو جائے گا۔

السنن ام ۱۸، انہوں نے یہ جھوٹی روایت نقل کی، اسے برقرار رکھا، اور
اہل سنت کو اس کی تلقین کی؛

رضا سے کہا گیا۔ جو امام ثامن اور شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت
میں عرض کیا کروں؟ فرمایا قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہو، پھر عرض کرو،

۱۔ ظہیر؛ البرطویۃ ص ۲۲

۲۔ محمد مصطفیٰ رضاخان، مفتی اعظم، طغوثات ص ۱۵۰-۱۴۹

سلام آپ پر لے اہل بیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطنِ کریم و ظاہرِ طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں۔ ان سب جن و انس سے جو محمد اور آلِ محمد کے دشمن ہوں۔^۱

اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟ امام احمد رضا بریلوی، حضرت علی موسیٰ رضا کا یہ فرمان خواجہ حافظی واسطی کی تصنیف فصل الخطاب اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف جذب القلوب سے نقل فرما رہے ہیں۔^۲

شیخ محقق کی عظمت و ثقاہت کو نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ان لفظوں میں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں:

اعلم ان المند لم یکن بہا علم الحدیث منذ فتحھا
 اهل الاسلام (الی ان قال) حتی من الله تعالیٰ علی المند
 بافاضة هذا العلم علی بعض علمائہا کا الشیخ عبدالحق
 بن سیف الدین التری الدہلوی المتوفی سنة اثنتین
 وخمسين والف واما المصرو هو اول من جاء به
 هذا الاقلم و افاضة علی سکانہ فی احسن تقویہ^۳
 جب سے مسلمانوں نے ہندوستان فتح کیا، یہاں علم حدیث کا چرچا نہیں تھا،
 یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر احسان فرمایا اور یہ علم وہاں کے علماء کو

ص ۲۳

البریلویہ

۱۔ نظیراً

فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ مبارکپور، انڈیا) ج ۴، ص ۲۹۹

۲۔ امام احمد رضا بریلوی، امام،

الخطۃ (اسلامی اکادمی، لاہور) ص ۱-۱۶۰

۳۔ صدیق حسن خاں، نواب،

عطا فرمایا، جیسے شیخ محقق عبدالحق ابن سیف الدین ترک دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) وغیرہ علماء اور وہ اس علم کو اس خطے میں لانے اور یہاں کے باشندوں میں بہترین طریقوں پر پھیلانے والے پہلے بزرگ ہیں۔

رہا یہ اعتراض کہ امام علی رضا شیعہ کے آٹھویں امام ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳۳ کے حوالہ سے اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت امام رضا اہل سنت کے محدثین، مفسرین، فقہار اور صوفیاء کے مقتدا ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

(علی الرضا) وهو انبھم ذکر او اجلھم قدرا.....
ومن موالیہ معروف الکرخی استاذ السری السقطی
لانہ اسلم علی یدیدہ۔^۱

”علی رضا“ ائمہ اہل بیت میں سے جلیل القدر عظیم المرتبہ ہیں۔ سترے سقطی کے استاذ معروف کرخی ان کے موالی میں سے ہیں، کیونکہ ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوتے تھے۔

اس کے بعد امام رضا کی متعدد کرامتیں بیان کی ہیں۔ اہل بیت اور ان کے ائمہ سے عداوت اہل سنت کا نہیں، خوارج کا شیوہ ہے..... اہل سنت و جماعت جس طرح صحابہ کرام کے دشمنوں سے بری ہیں، اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں سے بھی بری ہیں۔ الزام علی: انہوں نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ امام حسین کے مزار کی تصویر، گھر میں بہ طور تبرک رکھنا جائز ہے۔^۲

بے شک بے جان چیز کی تصویر اپنے پاس رکھنا اور بنانا جائز ہے اور ایسی چیزیں

^۱ لہ احمد بن حجر المکی البیہمی، الصواعق المحرقة (مکتبۃ القابریہ) ص ۲۰۴

مؤمنان دین کی طرف منسوب ہو کہ تقدس حاصل کر لیتی ہیں، کعبہ شریف اور روضہ مبارکہ کی تصویریں بطور تبرک اپنے پاس رکھنے کو کون سا مسلمان پسند نہیں کرے گا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقتے صد ہا سال سے ائمہ دین بناتے رہے ہیں اور ان کے فوائد و برکات میں مستقل رسالے تحریر فرماتے رہے جسے شوق ہو علامہ تلمسانی کے رسالہ فتح المتعال اور امام احمد رضا بریلوی کا رسالہ شفا رالوالہ کا مطالعہ کرے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ کا ماڈل (تعزیہ) جو تیار کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

اَوَّلُ تَوَنُّفِ تَعْزِيَةٍ فِي رَوْضَةِ مَبَارَكٍ كِي نَقْلٍ مَلْحُوظَةٍ رَهِي - ہر جگہ نئی تراشش،
 دنی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پر یاں، کسی میں
 براق، کسی میں بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ کوچہ، دشت بدشت اشاعتِ غم کے لیے
 اُن کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور انگیزی، کوئی ان تصویروں
 کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہوا ہے،
 کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ! جلوہ گاہ حضرت امام علی جد و
 علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پتی سے مرادیں مانگتا، منتیں مانتا ہے،
 حاجت روا جانتا ہے۔ اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ
 کا نام ہے، قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ روضہ اقدس حضور
 سید الشہداء کی ایسی تصویر (ماڈل) بھی نہ بنانے، بلکہ صرف کاغذ کے
 صحیح نقتے (فوٹو) پر قناعت کرے۔

کیا ہے کوئی شیعہ جو اس قسم کا فتویٰ دے؟

ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

ويجزم صنع الضرائح منسوبة الى الحسين عليه و
 على آباءه السلام، التي يصنعها اهل الهند بالقرطاس
 ويسمونها "تعزية" له

امام حسين عليه وعلى آباءه السلام کی طرف منسوب قبروں کے بنانے کو حرام
 قرار دیتے تھے جو اہل ہند کا مذہب سے بناتے ہیں اور جسے تعزیہ کہتے ہیں۔
 الزام عنہ؛ "ان کا سلسلہ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک
 ائمہ شیعہ کے ذریعے پہنچتا ہے جیسا کہ انہوں نے خود اپنی عربی عبارت میں
 ذکر کیا ہے؛

اللهم صل وبارك على سيدنا ومولانا محمد بن
 المصطفى رفيع المكان، المرتضى على الشان، الذي
 من جيل من امت خير من الرجال السالفين وحسين
 من ثم مروتة احسن من كذا وكذا احسنًا من السابقين،
 السيد التجاد زين العابدين، باقر علوم الانبياء
 والمرسلين، ساقى الكوثر ومالك تسنيم وجعفر
 الذي يطلب موسى الكليم رضاربه بالصلوة عليه

جن ائمہ اہل بیت کے ذریعے امام احمد رضا بریلوی کا سلسلہ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 پہنچتا ہے، ان ائمہ کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی معصوم مانتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انہیں اہل سنت
 کے پیشوا و مقتدی قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ سید احمد بریلوی پیر و مرشد شاہ اسماعیل دہلوی
 کا سلسلہ طریقت بھی انہی ائمہ اہل بیت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

لہذا سی بنا پر کسی کو شیعہ قرار دیا جاسکتا ہے، تو ماننا پڑے گا کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور سید صاحب بھی شیعہ تھے اور ان کے امین و وابستہ علماء اہل حدیث بھی لازماً شیعہ ٹھہریں گے۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، پیشوائے اہل حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

مسند الوقت للشیخ الاجل

دیز کہتے ہیں:

”علم حدیث، تفسیر و فقہ اور اصول اور ان سے متعلق علوم، صرف اسی خانوادے میں تھے۔ اس بارے میں کوئی موافق یا مخالف اختلاف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے انصاف سے اندھا کر دیا ہو۔“

عربی شجرہ مطریقت

مارہرہ شریف کے بزرگ سید شاہ اسمعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ ت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی تشریف فرما تھے۔ میں نے مولانا عبدالمجید بدایونی کا شجرہ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے۔ وہ فرماتے ہیں:

”اُسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مسودہ کئے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرقع و مسجع صیغہ درود شریف میں شجرہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ تحریر فرمایا۔“

۲۴۱ ص ۳ ج	ابجد العلوم	لئے صدیق حسن خاں، نواب
۲۴۲ ص	”	لئے ایضاً
۱۳۱ ص ۱ ج	حیات اعلیٰ حضرت	لئے ظفر الدین بہاری مولانا

امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوارِ رضا (ص ۲۸ تا ۳۰) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ شجرہ ماربرہ شریف میں ۲۱ محرم بروز جمعہ ۱۳۰۶ھ کو تحریر فرمایا۔ اسے بلاشبہ عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھٹک اُٹھے، لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکراتے بغیر نہ رہ سکیں، لکھتا ہے:

”اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے، وہ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا“

جب کہ اُن کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے، اصل عبارت یہ تھی ”خَيْرُ مَنْ رَجَالَ مِنَ السَّالِفِينَ“ اسے یوں نقل کر دیا: ”خَيْرُ مَنْ التَّجَالَ السَّالِفِينَ“ یعنی سِ رَجَالَ پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد ”مَنْ“ حذف کر دیا۔ سِ رَجَالَ پر تنوین تعظیم کے لیے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ پھر کتنی جگہ قومہ (۶) بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا، مثلاً ”كَذَا وَكَذَا، حَسَنًا“ کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور يُطَلَّبُ اور مُوسَى الْكَلِيمِ کے درمیان جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہیے تھا جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں روکنا ہوتیں۔

در اصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، اُن کو امام احمد رضا بریلوی نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بتا دیا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس دو شریف کا ترجمہ

س ۳۰

انوارِ رضا

لہ شرکتِ حنفیہ، لاہور

ص ۲۳

البریلویہ

لہ ظہیر

ملاحظہ ہو، تردد جاتا رہے گا۔

اے اللہ! سلوٰۃ و سلام اور برکت نازل فرما، ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، منتخب بند مرتبے والے، پسندیدہ عالی شان والے پر جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے، سر وارہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء و مرسلین کے علوم کے کھولنے والے کوثر کے ساتھی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔“

یہ تمام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف ہیں، شجرہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بے ادبی تھا! اس لیے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں!

”جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین، گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔“

سبحان اللہ! کیا پاس ادب ہے اور کیا حسن بیان! چونکہ یہ اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے، اس لیے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں،

”پتا نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟“

مطلب سمجھ میں آجاتا، تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں،

”باقر علوم الانبیاء کا کیا معنی ہے؟“

اتنی واضح عبارت کا معنی بھی سمجھ میں نہیں آتا، اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر

لکھتے چینی، گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا جا چکا ہے، اسے دیکھنے سے معنی سمجھ میں آجائے گا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لیے کہتے ہیں:

لأنه باقر العلم ای شقہ وفتحہ فعرف اصلہ و
تمکن فیہ لہ

”کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے“

”باقر علوم الانبیاء“ کا معنی ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے

یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں:

وما معنی ”بالصلوة علیہ“؟

”بالصلاة علیہ“ کا معنی کیا ہے؟

پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنی سمجھ میں آجاتے گا۔

”وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں“

الزام علیہ: انہوں نے پاک و ہند اور بیرونی ممالک کے اہل سنت کی

تکفیر کی اور تصریح کی کہ ان کی مسجدیں، مسجدیں نہیں، ان کی ہم نشینی اور ان

سے نکاح جائز نہیں، لیکن شیعہ کو اپنے فتوؤں کا ہدف نہیں بنایا، ان کے مراکز

اور امام باڑوں کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ شیعہ نے

ایک امام باڑہ بنایا، پھر بریلوی کے پاس گئے، تو انہوں نے اس کا تاریخی نام

تجویز کر دیا۔“^{۱۵}

یہ بالکل خلاف حقیقت ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے دنیا بھر کے اہل سنت کی

تکفیر کی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ابواب میں بیان کیا جاتے گا کہ انہوں نے خدا اور رسول کی بارگاہ

۱۵ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی: شرح مسلم (نور محمد کراچی) ج ۱، ص ۱۵

۱۶ ظہیر: البریلویہ، ص ۲۴

۱۷ ایضاً: ص ۲۴

میں گستاخی کرنے اور ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والوں کے بارے میں حکمِ شریعت بیان کیا ہے۔
 رہا امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنا، تو وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام
 سلف اندوز ہوتے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ۱۲۸۶ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چودہ سال
 تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے، اس کا تاریخی نام تجویز کر دیجئے۔
 آپ نے برجستہ فرمایا:

”بدرِ رضن“ (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں، اُس نے کہا امام باڑہ گزشتہ سال تیار ہو چکا
 ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رضن نہ آئے۔ آپ نے فرمایا: ”دارِ رضن“ (۱۲۸۵ھ)
 رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا: ”درِ رضن“
 مناسب رہے گا۔“ لے

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے اُن کی خواہش کے مطابق
 فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجویز کیا جو شیعہ کے لیے قابلِ قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ
 یہی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔
 گزشتہ صفحات میں اختصار کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی کے چند رسائل کے نام
 پیش کیے گئے ہیں جو ردِ شیعہ میں ہیں۔ احکامِ شریعت اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم کے چند صفحات
 ان نشانِ دہی کی گئی ہے، جن کے دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ امام احمد رضا نے شیعہ کے د
 اس کیسے کیسے فتوے صادر فرماتے ہیں۔

۶ صفر ۱۳۲۹ھ کو قاضی فضل احمد لدھیانوی (مصنف انوار آفتابِ صداقت) نے ایک
 متنفاً بھیجا کہ ایک رافضی نے کہا ہے کہ آیہ کریمہ: ”اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنتَقِمُونَ“
 کے اعداد (۱۲۰۲) ہیں اور یہی عدد ابو بکر، عمر، عثمان کے ہیں، یہ کیا بات ہے؟
 اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”روافض لعنہم اللہ تعالیٰ کی بنائے مذہب ایسے ہی ادہام بے سرو پاؤ پاؤ رہا
پر ہے؛

اولاً؛ ہر آیت عذاب کے عدد اسماءِ اخیار سے مطابقت کر سکتے ہیں اور
ہر آیت ثواب کے عدد اسماءِ کفار سے کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔
ثانیاً؛ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابو بکر، عمر،
عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو اُدھر پھیرا، ناصبی اُدھر پھیرے گا اور دونوں
ملعون ہیں۔

ثالثاً؛ رافضی نے اعداد غلط بتائے۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام
پاک میں الف نہیں لکھا جاتا، تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔
ہاں اور رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں کا ہے کے؟ ابن سبارافضہ (۱۲۰۲)
کے۔

ہاں اور رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں اُن کے۔

ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی

ابن بابویہ قمی طوسی حلی (۱۲۰۲)

ہاں اور رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے؛

ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعالست

منہم فی شیء

”بیشک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے، اے نبی!

تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔“

اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸ ۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں۔

”روافض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمعیلیہ کے (۲۸ ۲۸)

ہاں اور افضلی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لهم اللعنة ولهم سوء الدار
ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لیے بے برکھ

اس کے عدد ہیں ۶۴۴ اور یہی عدد ہیں:

شیطان الطاق طوسی حلی کے (۶۴۴) ۱۰

اس کے بعد متعدد آیات بیان فرمائیں جن میں اجر و ثواب کا ذکر ہے اور ان کے اعداد صحابہ کرام کے اسماء مبارکہ کے اعداد کے برابر ہیں۔ کیا کوئی شیعہ ایسا جواب دے سکتا ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر یہ کہنے دیجئے کہ اہل سنت کے ایسے امام کو کوئی خارجی ہی الزام دے سکتا ہے۔ الزام ۱۲: انہوں نے بعض قصائد میں ائمہ شیعہ کی مدح و منقبت میں مبالغہ کیا ہے: ۱۰

اس کے لیے کسی صفحہ نمبر کا حوالہ نہیں دیا، صرف حدائق بخشش کا نام لکھ دیا ہے، کیونکہ اگر صفحہ نمبر لکھ دیا جاتا، تو معلوم ہو جاتا کہ جن حضرات کی منقبت ہے، وہ اہل سنت ہی کے مسلم پیشوا و مقتدا ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل حدیث کا خود شیعہ ہونے کا اقرار

امام احمد رضا بریلوی پر شیعہ ہونے کے الزامات بلکہ اتہامات کا تجزیہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ الزام دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان کا سلسلہ بیعت ائمہ شیعہ کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے ائمہ شیعہ کی تعریف کی ہے۔ ان

الزامات کی حقیقت اس سے پہلے منکشف ہو چکی ہے۔ اس طرز استدلال کے مطابق اہل حدیث کے مشہور پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی شیعہ قرار دینا چاہیے کہ ان کا سلسلہ نسب ان ائمہ سے وابستہ ہے۔ جنہیں ائمہ شیعہ کہا گیا ہے۔

نواب صاحب اپنے والد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونسبہ الاقصیٰ یدتھی الی سیدنا زین العابدین
علی اصغر بن حسین الشہید بکر بلا رضی اللہ
تعالیٰ عنہ

”ان کا بالائی سلسلہ نسب سیدنا زین العابدین علی اصغر ابن حسین
شہید بکر بلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔“

میاں نذیر حسین دہلوی جو غیر متقلدین کے شیخ الکل ہیں اور جن کے بارے میں کہا جاتا ہے
من سلالۃ الرسول الشریف نذیر حسین الدہلوی
”خاندان رسول میں سے سید نذیر حسین دہلوی۔“

ان کا شجرہ نسب حضرت حسن عسکری سے ملتا ہے اور ان کے سلسلہ نسب
وہ تمام حضرات موجود ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے۔^۳
اس سے بھی بڑھ کر نواب وحید الزمان کا اعتراف سینے، جو کتب حدیث کے
اور اہل حدیث ہیں، لکھتے ہیں:

اہل الحدیث ہم شیعۃ علی یحبون اہل بیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ویتولونہم ویحفظون فیہم وصیتہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذکرکم اللہ فی اہل بیتی

۱۔ صدیق حسن خاں، نواب: ایچ العلوم ج ۳، ص ۲۶۷

۲۔ ظہیر: البریلویۃ ص ۱۶۳

۳۔ فضل حسین بھاری: الحیاۃ بعد الممات (مکتبہ شعیب کراچی) ص ۱۱-۱۰

وإني تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتي أهل بيتي
ويقدمون قول أهل البيت في المسائل القياسية على أقوال
الآخرين وأهل البيت علي والحسن والحسين وفاطمة
وأولاد فاطمة وأولاد أولادهم إلى يوم القيامة له
"اہل حدیث، شیعہ علی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے
محبت و موالات رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
اس وصیت کا پاس رکھتے ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ
کی یاد دلاتا ہوں اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں؛
(۱) کتاب اللہ (۲) میری عبرت اور اہل بیت۔ اور اہل حدیث قیاسی مسائل
میں اہل بیت کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر مقدم رکھتے ہیں۔ اہل بیت
یہ ہیں؛ حضرت علی، حسن و حسین، فاطمہ، اولاد فاطمہ اور قیامت تک ہونے
والی ان کی اولاد۔"

ان میں وہ تمام حضرات بھی شامل ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے۔ اب بتایا جائے
کہ اقراری شیعہ کون ہے؟ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک یا نواب و حیدر الزمان اور
ان کے ہم خیال غیر مقلدین؟

ع۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گوہری تیری

خود ظہیر صاحب کو ان کے ایک غیر مقلد بھائی مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛
"اسی طرح الشیعہ والسننہ لکھنے کے باوجود، شیعہ علماء کے لیے عرب ممالک
کے ویزے کے لیے کوششیں کرنے کو بھی موضوع مباحلہ بنا لیجیے۔"
شیعہ علماء کو ویزے دلانے کی کوشش ربط معنوی کے بغیر تو نہیں ہو سکتی۔

ہدیۃ المہدی (مطبوعہ سیالکوٹ) ص ۱۰۰
ہفت روزہ اہل حدیث لاہور (شمارہ ۳۱ اگست ۱۹۸۸ء) ص ۶

لے و حیدر الزمان، نواب؛
لے حافظ عبدالرحمن منی؛

دنیا سے بے نیازی اور سخاوت

امام احمد رضا بریلوی خاندانی رئیس تھے، ان کے آباؤ اجداد نادر شاہ کے ساتھ قندھار سے آکر دہلی میں بلند مناصب پر فائز رہے۔

ڈاکٹر مختار الدین آرزو (علی گڑھ) لکھتے ہیں:

”آپ نے امور دنیا سے کبھی تعلق نہ رکھا، آپ کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں اچھے منصبوں پر فائز تھے۔ جب آپ نے آنکھ کھولی تو گرو پشیش امارت و ثروت کی فضا پائی۔ خود زمیندار تھے، لیکن ساری جائیداد کا کام دوسرے عزیزوں کے سپرد تھا، انہیں کتابوں کی خریداری، سادہ سادگی مہمان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لیے ماہانہ ایک رقم مل جاتی تھی، چونکہ داد و دہش کے عادی تھے، اس لیے کبھی ایسا ہوا کہ قلمدان میں ۳۰۰ روپے سے زیادہ موجود نہیں رہے، لیکن انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ گاؤں کی آمدنی کتنی آئی اور مجھے کتنی ملی۔“

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

”کاشانہ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکل علی اللہ

ص ۱۲-۱۳

حیاتِ اعلیٰ حضرت

علامہ ظفر الدین بہاری، مولانا،

ص ۳۶۰

انوارِ رضا

علامہ مختار الدین آرزو، ڈاکٹر

مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی نہ تھی، بلکہ بیرون جات میں بذریعہ
منی آرڈر رقم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ لہ

استغناء نفس کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے طلب نہ فرماتے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:
”گاؤں سے رقم آتی نہیں تھی اور ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں
کرتا ہوں۔“ لہ

ان کی اسی ادا کو مخالف کس نظر سے دیکھتا ہے، آپ بھی دیکھیں اور وادویں لکھا ہے:
”بعض اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی اور وہ دوسروں سے
قرض لینے پر مجبور ہو جاتے، کیونکہ ان کے پاس ڈاک کے ٹکٹ خریدنے کے لیے
رقم موجود نہ ہوتی تھی۔“ لہ (ترجمہ)

حالانکہ حیاتِ اعلیٰ حضرت کے اسی صفحہ پر امام احمد رضا بریلوی کے یہ الفاظ موجود ہیں
کہ ”ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں“ قرض لینے کا کیا معنی؟ کئی دفعہ ایسا ہوتا
ہے کہ انسان کے پاس خرچ کے لیے کچھ نہیں ہوتا، اس کے باوجود کسی سے طلب نہیں کرتا۔
یہ اعتراض بھی دیدہ حیرت سے دیکھنے کے قابل ہے لکھتے ہیں:

”ایک طرف تو یہ تنگ دستی کہ ٹکٹ کے لیے پیسے نہیں، دوسری طرف
یہ کہ انہیں دستِ غیب سے بکثرت مال و دولت ملتا تھا۔ بہاری رضوی،
(مولانا ظفر الدین بہاری) راوی ہیں کہ بریلوی کے پاس ایک متقل سندوچی
تھی، جسے وہ بوقتِ ضرورت ہی کھولتے تھے اور جب اُسے کھولتے تو مکمل
طور پر نہیں کھولتے تھے، اس میں ہاتھ ڈالتے اور مال، زیور اور کپڑے جو چاہتے
نکال لیتے تھے۔“

۵۲ ص	حیاتِ اعلیٰ حضرت	لہ ظفر الدین بہاری، مولانا
۵۸ ص	”	لہ ایضاً
۲۲ ص	البریلویہ	لہ ظہیر

وكان يخرج منها ما شاء من المال والمحلى والثياب

یہ واقعہ مولانا نسیم بستوی کی کتاب اعلیٰ حضرت بریلوی کے حوالہ سے بیان کیا۔ پھر

حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۵۷ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

”بریلوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے احباب اور

دوسرے لوگوں میں کثیر زیورات تقسیم کیا کرتے تھے۔“

دکان یوزع علی الناس، ۱

اس جگہ چند امور لائق توجہ ہیں:

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت بریلوی دونوں کتابوں میں ایک ہی واقعہ جبل پور کا بیان کیا گیا ہے۔ نیز راوی بھی ایک ہیں سید ایوب علی رضوی، لیکن تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں، بلکہ کان یخرج اور کان یوزع کے الفاظ سے تو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ یہ واقعہ عام طور پر پیش آتا رہتا تھا حالانکہ دونوں کتابوں میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے۔

(۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت میں اسی واقعہ کے دوسرے راوی مولانا حسنین رضا خاں،

امام احمد رضا خاں بریلوی کے بھتیجے ہیں، انہیں بیٹا قرار دینا تسامح سے خالی نہیں

(۳) ممکن ہے یہ چیزیں پہلے سے صندوقچی میں رکھی ہوئی ہوں، بیان کرنے والے کا تاثر

ہے کہ یہ کرامت تھی اور کرامت کا انکار معتزلہ کا شیوہ ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وخالقہم المعتزلة حيث لم يشاهدوا فيما

بينهم هذه المنزلة ۱

ص ۲۵-۲۴

السريلوية

۱۔ تطهير

ص ۲۵

” ”

۲۔ ايضاً

۳۔ علی بن سلطان محمد القاری علامہ، شرح فقہ اکبر (مصطفیٰ البانی، مصر) ص ۷۹

”معتزلہ نے اس مسئلہ میں اہل سنت سے اختلاف کیا ہے، کیونکہ انہیں اپنے افراد میں یہ مرتبہ دکرامت دکھائی نہیں دیا۔“

(۴) اللہ تعالیٰ بہ طورِ کرامت کسی کے ہاتھ پر ظاہر فرمادے۔ یہ الگ چیز ہے اور دستِ غیب ایک الگ چیز ہے کہ مثلاً ہر روز چکیے کے نیچے سے مخصوص رقم ملتی رہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”دستِ غیب کے لیے دُعا کرنا محالِ عادی کے لیے دُعا کرنا ہے جو مثلِ محال

عقلی و ذاتی کے حرام ہے“ ۱

ایک بے سرو پا الزام یہ بھی لگاتے ہیں:

”اُن کے مخالفین یہ تہمت لگاتے ہیں کہ دستِ غیب کا صندوقی وغیرہ سے

کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا جو انہیں اپنے اعراض و

مقاصد میں استعمال کرنے کے لیے لدا دیتا تھا۔“ ۲

یہ تو آئندہ کسی مقام پر تفصیل سے بیان کیا جائے گا کہ انگریزی امداد کے ملتی تھی؟ اس مقام

پر تو صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس الزام کو مخالفین کی تہمت تسلیم کیا گیا ہے اور البریلویہ

کے ص ۲۶ پر خود اس الزام کی تردید کر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کی آمدنی کا ذریعہ

مردین کے مخالف اور امامت کی تنخواہ تھی۔ باقی سب باتیں من گھڑت ہیں۔ اصل عبارت یہ:

ان ما ذکرناه و اثبتناه آخر احوالنا صح فی دخلہ و معاشہ

والباقی کلھا مختلفات۔ ۳

”ان کی آمدنی اور ذریعہ معاش کے سلسلے میں صحیح ترین بات وہی جو ہم نے آخر میں

بیان کی، باقی سب ڈھکوسلے ہیں۔“

۱۔ امام احمد رضا بریلوی، امام؛ احکام شریعت (مدینہ پبلشنگ کراچی) ص ۲۳۰

۲۔ ظہیر؛ البریلویہ ص ۲۵

۳۔ ایضاً؛ ” ” ص ۲۶

قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے الزام کی حقیقت، ڈھکوسلے سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟ جو ایک صفحے پر مخالفین کی تہمت کے طور پر بیان کیا گیا ہو اور اگلے صفحہ پر خود ہی اس کی تردید کر دی گئی ہو۔

امام احمد رضا بریلوی کی آمدن اور ذریعہ معاش کے بارے میں اس طرح خیال آرائی کی گئی ہے:

”ان کی آمدنی کا بڑا حصہ، مریدین کی نذروں اور تحائف پر مشتمل تھا یا پھر مسجد کی تنخواہ پر گزر بسر ہوتی تھی، کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ بریلوی کے والد یا دادا زراعت، صنعت یا تجارت و حرفت میں مصروف رہے ہوں، یہی حالت بریلوی کی اپنی تھی۔“ (مخلص، لہ

علمی دنیا میں اس قسم کے استدلال کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی، خاندانی رئیس اور زمیندار تھے۔ زمینوں کی دیکھ بھال اور کاشت دوسرے لوگوں کے سپرد تھی۔ وہاں سے ہونے والی آمدنی بھی آپ کے عزیزوں کے سپرد تھی، جس میں سے وہ کتابوں کی خریداری، سادات کرام کی خدمت اور گھروں پر اخراجات کے لیے رقم پیش کر دیا کرتے تھے۔

جناب سید الطاف علی بریلوی جنہوں نے بچپن میں امام احمد رضا بریلوی کی زیارت کی تھی، فرماتے ہیں:

”مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے، معقول زمینداری تھی جس کا تمام تر انتظام ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں صاحب کرتے تھے۔ مولانا اور ان کے اہل خاندان کے محلہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے، بلکہ پورا محلہ ایک طرح سے ان کا تھا۔“ لہ

جناب منور حسین سیف الاسلام جو نو عمری میں امام احمد رضا بریلوی کی زیارت سے مشرف

ہوتے تھے، ان کا بیان ہے:

”یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے جتنے بھی حضرات تھے، سب پرانے خاندانی زمیندار تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے باغات تھے۔ شہر بریلی میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے مکانات تھے، جن کا کرایہ آتا تھا، مگر مجھ کو کرایہ وصول کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ غریبوں، بیواؤں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔“ لہ

مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”اس خاندان سے دکی، دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی تھی۔“
امام احمد رضا بریلوی کی لٹہیت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہزاروں فتوے تحریر کیے، مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے کسی فتوے پر فیس لی ہو، نماز وہ خود پڑھاتے تھے، لیکن یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے کبھی تنخواہ لی ہو، ان کے شب و روز دین متین اور امت مسلمہ کی فی سبیل اللہ خدمت اور راہنمائی میں صرف ہوتے تھے، باقی رہے تحفے تحائف، تو ان کا احباب اور صالحین کو پیش کرنا اور قبول کرنا سنت سے ثابت ہے۔ بزرگوں کو پیش کیے جانے والے تحائف، عرفی نذر ہیں جس کا معنی ہدیہ اور تحفہ ہے، شرعی نذر نہیں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

ایک شخص نے امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں مٹھائی لاکر پیش کی۔ آپ نے فرمایا، یہ تکلیف کیوں کی؟ اُس نے کہا یہ تحفہ ہے اور بس! کچھ ہی دیر بعد اس نے ایک تعویذ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا، میں عموماً خود تعویذ نہیں لکھا کرتا، البتہ میرے عزیز جو

تعویذ لکھا کرتے ہیں، ان سے منگوائے دیتا ہوں۔ تعویذ منگو کر دے دیا اور ساتھ ہی خادم کو فرمایا کہ مسٹھانی واپس کر دی جائے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ مسٹھانی تعویذ کے لیے نہیں محض تحفے کے طور پر لایا تھا۔ آپ نے فرمایا: ہمارے ہاں تعویذ کا نہیں کرتے اور مسٹھانی واپس کر دی۔ لہ

ایسی سراپا خلوص شخصیت کے بارے میں یہ کہنے کا کیا جواز ہے کہ ان کی گزر بسر امامت کی تنخواہ پر ہوتی تھی؟ امام احمد رضا بریلوی کے خلوص اور لٹہریت کا اندازہ ان کی تحریرات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں:

”یہاں بچہ تعالیٰ نہ کبھی خدمتِ دینی کو کسبِ معیشت کا ذریعہ بنایا گیا نہ احباب علمائے شریعت یا برادرانِ طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی، بلکہ تاکیدِ سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دستِ سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعتِ دین و حمایتِ سنت میں جلبِ منفعتِ مالی کا خیال دل میں نہ لائیں کہ ان کی خدمتِ خالصاً لوجہ اللہ ہو، اگر بلا طلب اہل محبت سے کچھ نذر (تحفہ) پائیں، روئے مسرما میں کہ اس کا قبول کرنا سنت ہے۔“ ۲۹

اہلِ مدینہ طیبہ کے لیے ہدیہ

ایک نیاز مند نے مدینہ طیبہ سے خط لکھ کر امام احمد رضا بریلوی سے سچاس روپے طلب فرماتے۔ آپ کی عادت کہ یہ یہ تھی کہ سائل کا سوال رد نہیں کرتے تھے۔ اتوار کو یہ خط ملا، پدھ کو ڈاک جاتی تھی۔ پیر کا دن ایسے ہی گزر گیا، متنگل کو خیال آیا، لیکن اتفاق کی بات کہ پاس کچھ نہ تھا، مغرب کے بعد تشویش ہوئی، خود فرماتے ہیں:

۲۹ لہ طغزالتین بہاری، مولانا؛ حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۲۹

۲۹ ریاست علی قادری، سید؛ معارفِ رضا (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء) ص ۳۲۳

”میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں، عطا فرماتے جاتیں کہ باہر سے حسنین رضا خاں، اعلیٰ حضرت کے بھتیجے، نے آواز دی کہ سیٹھ ابراہیم بھٹی سے ملنے آتے ہیں۔ میں باہر آیا اور ملاقات کی، چلتے وقت کیا ون روپے انہوں نے دیتے، حالانکہ ضرورت پچاس روپے کی تھی۔ یہ کیا ون یوں تھنے کہ ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی تو دینا پڑتا، عرض صبح کو فوراً ہی منی آرڈر کر دیا۔“
یہ تھی اہل مدینہ کے ساتھ ان کی محبت اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے کی برکت۔

پان اور حفتہ

روزہ رمضان کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ گیارہ مہینے بلا روک ٹوک کھانے پینے والا، کھانے پینے پر شرعی پابندی کو قبول کرتے ہوئے دن میں کچھ کھاتے پیتے نہیں۔ افطاری کے بعد بھی اس قدر پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ دن بھر کی خوراک شام کو کھالے۔ امام احمد رضا کی حفتہ پسندی اور روزے کے مقاصد کا اس قدر پاس تھا کہ

”افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا فرماتے۔“

بعض لوگوں کو ان کی یہ فضیلت بھی کھٹکتی ہے اور پان کھانا بھی وجہ اعتراض نظر آتا ہے۔ حالانکہ کبھی دیکھنے سنانے میں نہیں آیا کہ کسی عالم نے پان کھانے کو بھی قابل اعتراض قرار دیا ہو۔ اسی طرح امام احمد رضا بریلوی کے بعض اوقات حفتہ پینے پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔

عجیب ترین بات یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کی تکفیر کرتا ہے اور معمولی اشیاء

۱۔ امام احمد رضا بریلوی، امام؛ احکام شریعت (مطبوعہ کراچی) ص ۲۳۰-۱

۲۔ عبدالعزیز نعمانی، مولانا، انوار رضا ص ۲۵۶

۳۔ ظہیر، البریلویہ ص ۲۶

کی بناء پر دوسروں پر فسق و فجور کا حکم لگاتا ہے، وہ حقہ کیسے پیتا ہے؟ حالانکہ بہت سے علماء متقدمین اور متاخرین نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، کم از کم مکر وہ تو ضرور قرار دیا ہے۔“ لہ

امام احمد رضا بریلوی حُقتہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”حق یہ ہے کہ معمولی حُقتہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علماء و عظمائے حریم محترمین زاد ہما اللہ شرفاً و تکریماً میں رائج ہے، شرعاً مباح و جائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں ہے

اس کے بعد علامہ سید احمد حموی، علامہ نابلسی، علامہ علاء الدین دمشقی، علامہ طحاوی اور شامی کے ارشادات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”الحاصل معمولی حُقتہ کے حق میں تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح و صرف مکروہ تنزیہی ہے، یعنی جو نہیں بیٹے، بہت اچھا کرتے ہیں، جو پیتے ہیں کچھ بُرا نہیں کرتے۔۔۔۔۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہاں بعض بلادِ ہند، ماہِ رمضان مبارک شریف میں وقتِ اقطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس و دماغ میں فتور لاتے اور دید و دل کی عجب حالت بناتے ہیں، بے شک، ممنوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہِ مبارک میں۔^۱

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

وبهذا يظهر ان شرب التبن ليس بحرام كما يزعمه

۲۶ ص	البرلویۃ (حاشیہ)	۱۔ ظہیر:
۲۵۶ ص	احکام شریعت (مطبوعہ کراچی)	۲۔ احمد رضا بریلوی:
۲۶۵ ص	” ” ”	۳۔ ایضاً:

بعضهم بالقياس على اكل الثوم بهجامع الخبث وهو
 بعد تسليم الخبث فيه والقياس تبطل حرمة بيطان
 حرمة اكل الثوم فان كانت رائحة التتن
 كريهة عند قوم مجتمعين في المسجد او غير لا تكون
 كرائحة الثوم والبصل وان لم تكن كريهة فلا وقد
 اجمع الناس اليوم على استحمال التتن في غالب
 المجالس بين العلماء والعوام من غير استكراه لرائحة
 وانما يستكرهه القليل الذين لا يشربونه فلا يكون
 كالبصل والثوم لان المعتبر في المقيس عليهما
 ما يستكرهه غالب الناس وهذا لا يستكرهه غالب
 الناس اليوم فليس هو من قبيل ذاك . له

ہ اس تقریر ظاہر ہو گیا کہ تمباکو نوشی حرام نہیں ہے جیسا کہ بعض علمائے خبث
 کو علتِ مشترکہ قرار دیتے ہوئے ہسن پر قیاس کر کے کہا ہے (اول تو یہ خبث
 اور قیاس مسلم ہی نہیں ہے) اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو جب کہ ہسن کا کھانا حرام
 نہیں ہے، تو تمباکو نوشی بھی حرام نہ ہوگی۔ اگر مسجد وغیرہ میں مجتمع افراد کو تمباکو
 کی بو پسند نہ ہو، تو یہ بو، ہسن اور پیاز کی بو کی طرح ہوگی اور اگر انہیں ناپسند
 ہو تو یہ بو، ہسن اور پیاز کی بو کی طرح بھی نہ ہوگی۔ آج لوگوں کی اکثریت علماء
 و عوام کی مجالس میں عموماً تمباکو نوشی کرتی ہے اور اس کی بو کو ناپسند نہیں کیا جاتا
 ہاں بہت کم لوگ اس بو کو ناپسند کرتے ہیں جو خود تمباکو استعمال نہیں کرتے لہذا
 تمباکو، پیاز اور ہسن کی طرح نہ ہوگا، کیونکہ پیاز اور ہسن کی بو کو اکثر لوگ ناپسند

کرتے ہیں، جبکہ تمباکو کی بو کو اکثریت ناپسند نہیں کرتی، لہذا یہ قیاس درست نہ ہوگا۔
علامہ ابن عابدین شامی طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:

فاثبات حرمتہ امر عسیر لایکاد یوجد لہ نصیر نعم
لواضر ببعض الطبائع فهو علیہ حرام ولو نفع ببعض و
قصد بہ التداوی فهو مرغوب ولو لم یمنع ولم یضر فمباح

”تمباکو نوشی کی حرمت ثابت کرنا دشوار ہے۔ اس دعوے کا کوئی امدادی نہیں
ملے گا، ہاں اگر کچھ طبیعتوں کو نقصان دے، تو اس کے لیے حرام ہے اور اگر کسی
شخص کو فائدہ دے اور وہ بطور دوا استعمال کرے، تو اس کے لیے پسندیدہ
ہے اور اگر نہ فائدہ دے اور نہ نقصان (تو مباح ہے)“

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں:

”حقہ پینا مباح ہے، مگر اس کی بدبو سے مسجد میں آنا درست ہے۔“

ایک اور سوال و جواب ملاحظہ ہو:

سوال: حقہ پینا کیسا ہے؟ اور پان میں تمباکو کھانا کیسا ہے؟

جواب: حقہ پینا و تمباکو کھانا درست ہے، مگر بدبو سے مسجد میں آنا حرام ہے۔

نہ معلوم وہ اکثر علماء کون سے ہیں جو مطلقاً حقہ کو حرام کہتے ہیں۔ رہا امام احمد

کاکفر یا فسق کا حکم لگانا، تو انہوں نے دلائل شرعیہ کی روشنی میں وہ حکم لگا کر مفتی شریعہ

کی ذمہ داری پوری کی ہے، بلا وجہ کسی پر کفر یا فسق کا حکم نہیں لگایا۔

امام احمد رضا بریلوی بسم اللہ شریف کے فوائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لے ابن عابدین الشامی، علامہ؛ تنقیح الفوائد الحادیہ (عبد الغفار قندھار) ج ۲، ص ۶۶

لے رشید احمد گنگوہی؛ فتاویٰ رشیدیہ (محمد سعید کراچی) ص ۸۱

لے ایضاً؛ " " " " " " ص ۹۰

اور بفضلہ میں شیطان کو بھوکا ہی مارتا ہوں، یہاں تک کہ پان کھاتے وقت بسم اللہ اور چھالیہ منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف — ہاں حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا۔ طحاوی میں اس سے ممانعت لکھی ہے۔ — وہ خبیث اگر اس میں شریک ہوتا ہو تو ضرر ہی پاتا ہوگا کہ عمر صبر کا بھوکا پیاسا، اس پر دھوئیں سے کلیجہ جلنا — بھوک پیاس میں حقہ بہت بُرا معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس عبارت کا ایک ایک جملہ شیطان کی دشمنی اور عداوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بچت ہے اسی واقعہ کو اس انداز میں بیان کیا جاتا ہے جیسے شیطان کے ساتھ دوستانہ ہو،

لاحظہ ہو:
 لطیفہ یہ ہے کہ وہ خود کہتے ہیں کہ حقہ پینے میں شیطان ان کا ساتھی ہوتا ہے، وہ اور شیطان باری باری پیتے ہیں۔“ لہٰذا (ترجمہ)
 چونکہ شیطان کی دشمنی کو دوستی کے روپ میں پیش کرتے ہوئے دل میں چور چھپا ہوا تھا، اس لیے اس واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے صرف ملفوظات بریلوی لکھنے پر اکتفا کیا گیا، صفحہ نمبر ۲۲۱ میں لکھا تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے سے حقیقت فوراً ہی نہ کھل جاتے۔

ہاتھ اور پاؤں کا چومنا

کسی بزرگ شخصیت کی دینی عظمت و جلال کے پیش نظر ہاتھ اور پاؤں کا چومنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں ریاکاری یا اور کوئی غرض فاسد شامل نہ ہو۔

حضرت ذراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والے وفد عبد القیس میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں:

۲۲۱ ص (مطبوعہ لاہور) ملفوظات

ص ۲۶

البریلوی

۲۶ ص

لما قدمنا المدينة فجعلنا نبتاد من سواحلنا
فنقبل يد رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجله
رواه ابو داؤد له

”جب ہم مدینہ منورہ پہنچے، تو اپنی سوار یوں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ دینے لگے۔
یہ حدیث امام ابو داؤد نے روایت کی۔“

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ دو یہودی بارگاہ رسالت میں
حاضر ہوئے، انہوں نے آیاتِ بنیات کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے بیان فرماتیں
فقبلایدیه ورجلیه وقال انشهد انک نبی
رواه الترمذی و ابو داؤد والنسائی۔ ۲

”تو انہوں نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے
ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی، ابو داؤد اور نسائی نے
روایت کیا۔“

امام حاکم راوی ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایسی چیز
دکھائیں جس سے میرا یقین زیادہ قوی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس درخت کو کہو کہ تمہیں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ اُس شخص نے ایسا ہی کہا، درخت نے بارگاہ
اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور آپ کے فرمانے پر واپس چلا گیا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے یہ روایت نقل فرمائی ہے اور اس کے آخر میں ہے،
ثم اذن له فقبل رأسه ورجلیه ۳

۱۔ ولی الدین الخطیب، شیخ؛

مشکوٰۃ شریف، باب العائقة والمصافقة، فصل ثانی، ص ۲۰۲

۲۔ ایضاً؛

مشکوٰۃ، باب الکبار وعلامات النفاق (ایچ ایم سعید کراچی) ص ۱۷

۳۔ ابن عابدین شامی، علامہ؛

رد المحتار (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۵، ص ۲۲۵

”آپ کی اجازت سے اس نے آپ کے ہر اقدس اور پاؤں نور کو بوسہ دیا۔“
 تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے :

طلب من عالم اوزاهد ان يدفع اليه قدمه ويمكنه
 من قدمه ليقبله اجاب وقيل لا۔
 ”کوئی شخص کسی عالم یا زاہد سے درخواست کرے کہ وہ اپنا پاؤں آگے بڑھائیں
 تاکہ اسے بوسہ دے سکے تو اس کی درخواست پوری کر دے، بعض حضرات نے
 کہا نہیں۔“

امام احمد رضا بریلوی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا
 راف اپنوں بیگانوں سب ہی کو ہے، اسی تعلق خاطر کی بنا پر وہ ہر اس شخص اور ہر اس چیز
 حرام کرتے تھے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو چنانچہ
 ادات کرام اور خصوصاً اہل علم و تقویٰ حضرات کی تعظیم و تکریم دل و جان سے کرتے تھے اور
 ح العقیدہ حجاج کرام کی پذیرائی جس انداز میں کرتے، وہ انہی کا حصہ تھی۔

حضرت شاہ علی حسین اشرفی

آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء کو کچھوچھہ شریف (ضلع فیض آباد، انڈیا) میں
 ہوئے اور ۱۱ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں آپ کا وصال ہوا۔ علم و فضل، تقویٰ
 بارت اور تبلیغ اسلام میں اپنی مثال آپ تھے۔ خاندانی اعتبار سے سید تھے اور شکل و صورت
 لحاظ سے شبیہ سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ہزاروں علماء آپ کے
 ارادت سے وابستہ تھے۔ امام احمد رضا بریلوی آپ کا بہت ہی احترام کرتے تھے۔
 ان تک کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دیکھتے تھے۔

علامہ علاء الدین الحسینی، علامہ
 علامہ عارف اللہ شاہ قادری، مولانا
 در مختار برہان شامی ج ۵، ص ۲۴۵
 اذکار حبیب رضا (مجلس رضا، لاہور) ص ۲۲

اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے :

”جب کوئی حج بیت اللہ شریف سے واپس آتا، آپ اس سے دریافت فرماتے کہ حضور سرور کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضری دی؟ وہ ہاں کہہ دیتا تو فوراً اُس کے قدم چوم لیتے۔“

یہ محبتِ رسول کی معراجِ معنی، کیونکہ علم و فضل کا ہمالہ، عبقری فقیہ اور ہزاروں افراد کا طریقت ہونے کے باوجود حج کعبہ اور زیارتِ روضہ رسول کا شرف حاصل کرنے والے پاؤں چوم لینا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل محبت کے بغیر عادتاً ناممکن ہے۔ مدینہ طیبہ کی حاضری کے بارے میں سوال اس لیے کرتے کہ جو شخص حج کر کے مدینہ طیبہ جا دیتے بغیر واپس آجاتے، اُس کا عقیدہ اور اُس کی محبت، شک و شبہ سے خالی نہیں اور ایسا کسی عاشقِ رسول کے نزدیک تعظیم و تکریم کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

شدت کا الزام

امام احمد رضا بریلوی کی بڑی خوبی جو مخالفین کی نظر میں خامی کہلاتی ہے یہ تھی کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے رحمت و شفقت اور بے دینوں و بد مذہبوں کے لیے شمشیر بنے تھے، جس شخص کو صراطِ مستقیم اور مسلکِ اہل سنت سے منحرف پاتے، اُسے محبت سے نرمی سمجھاتے، وہ سمجھ جائے تو فہما، ورنہ اُس کی کج روی اور بے راہ روی کے مطابق زجر و توبیخ جس کی بے اعتدالی جتنی شدید ہوتی، اتنی ہی شدت کے ساتھ اسے ڈانٹ ڈپٹ فرماتے کسی بھی صحیح ڈاکٹر اور سرجن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مریض تندرست ہو جائے اور اس کا مریض جاتا رہے، لیکن جب کوئی چارہ کار نہیں رہتا، تو وہ مریض کا جسم چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے، اور نقصان دہ اعضاء کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے تاکہ مرض اور نہ پھیلے۔ امام احمد رضا

یہی ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک ہمدرد اور مخلص ڈاکٹر اور سرجن کا کردار ادا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کے نشتر کی زد میں آئے، وہ انہیں سخت دل، رحمت و رافت سے نا آشنا، اخلاقی حدود تجاوز کرنے والا اور نہ جانے کیا کیا القاب دیتے رہیں گے۔

۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کو مولوی محمود حسن نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا، ”چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔“

ظاہر یہ مختصر سی بات ہے، لیکن اس کا احاطہ اتنا ہی وسیع ہے، جتنا کہ انسانی عیوب ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اس بیان پر رد کرتے ہوئے متعدد انسانی عیوب گنوائے کہ تمہارے مطابق اللہ تعالیٰ ان تمام عیوب سے متصف ہو سکتا ہے، ان میں سے ایک عیب یہ بیان کیا۔ امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”عورت قادر ہے کہ زنا کرے، تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی زنا کر سکے، ورنہ دیوبند میں چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی کہ نکھٹو تو تمہارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کاہے پر خدائی کا دم مارتا ہے، اب آپ کے خدا میں فرج بھی ہوئی، ورنہ زنا کاہے میں کر سکے گا۔“

امام احمد رضا بریلوی نے تقدیس الوہیت کے تحفظ کی خاطر مخالفین کو یہ الزام دیا ہے کہ کہتے ہو کہ جو چیز بندے کی قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بھی ہے، تو اس سے لازم نکلا کہ جو بڑا کام بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکے، صرف یہی نہیں، بلکہ بڑے کاموں کے لیے اس کے لیے ثابت کرنے پڑیں گے۔ ذرا غور تو کرو کہ ایک چھوٹی سی بات پر کتنے بڑے مفاسد لازم آرہے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی کی یہ ساری تقریر عیثت الہی کی حفاظت کے لیے تھی، لیکن وہ
کو ان کی یہ ادا بھی پسند نہیں آئی اور اس طرح اپنے نقطہ نظر کا اظہار کیا:

”وہ تمام اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے، یہاں تک جرات کی کہ اللہ تعالیٰ کو
ایسے اوصاف سے موصوف کیا کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف موصوف
نہیں کر سکتا، اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ دیوبندیوں کا خدا ہے“ لہ

قارئین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ کیا امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کو ناشائستہ
سے موصوف کیا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ تو ان لوگوں پر گرفت فرما رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ جو بُرا کا
کر سکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے اور انہیں متنبہ کر رہے ہیں کہ تمہارے اس قول پر
قباحتیں لازم آئیں گی۔ امام احمد رضا بریلوی کی عبارت پر نکتہ چینی کا مطلب یہ ہوا کہ عظمت
کو داغدار کرنے والے سچے ہیں اور مجرم ہیں، تو امام احمد رضا، جو تقدیس الوہیت کے پاس

امام احمد رضا بریلوی کی شدت کے حوالے سے یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے:
”بریلوی ہندوستان کے ایک مشہور عالم کے پاس پڑھنے کے لیے گئے، انہوں نے

پوچھا آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں وہاں بیہ کار دکرتا ہوں
اور ان کی گمراہی اور ان کا کفر بیان کرتا ہوں۔ اس پر شیخ نے کہا ایسا نہیں
چاہیے، چنانچہ وہ وہاں سے لوٹ آئے اور ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا

جو موحّدین کی تفسیق اور تکفیر سے منع کرتا ہو۔“ (ترجمہ ملخصاً)

یہ واقعہ علامہ عبدالحق خیرآبادی کی ملاقات کا ہے، جس کا تذکرہ مولانا لطف الدین بہار

حیاتِ اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۳ - ۱۳۶ - ۱۷۶ پر کیا ہے، اس واقعہ کی تفصیل اس
گزر چکی ہے، اس جگہ چند اشارے کیے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جاتے گا کہ یہ بیان حقیقت

۱۔ امام احمد رضا، نواب رامپور کے طلب کرنے پر ان سے ملاقات کے لیے گئے تھے، علامہ آبادی سے پڑھنے نہیں گئے تھے۔

۲۔ اتفاقاً علامہ خیر آبادی بھی وہیں آگئے۔ دوران گفتگو انہوں نے مشاغل کے بارے میں کہا۔ آپ نے فرمایا: تدریس، افتاء اور تصنیف، انہوں نے پوچھا، کس فن میں؟ فرمایا: مسائل میں اور رد و ہابوہ، لیکن یہ صاحب اپنے پاس سے تکفیر کی پچتر لگا رہے ہیں؛

و ابین ضلالہم و کفرہم

جبکہ اس جگہ کفر کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی اپنی طرف سے اضافہ ہے کہ ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا جو موحّدین کی تفسیق اور تکفیر سے منع کرتا ہو، حالانکہ اس جگہ بھی تکفیر کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ لطیفہ یہ کہ اس سے پہلے خود کہہ چکے ہیں کہ علامہ خیر آبادی انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے؛

ولکنہ لم یرض بتعلیمہ ایاء

اور اس جگہ یہ کہا جا رہا ہے کہ بریلوی نے ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

و ابی ان یتعلم من مثل هذا الشخص

اصل بات یہ ہے کہ زیب داستان کے لیے غلط بیانی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے یہ گمان کیا جاتا ہے کہ حقائق میں حُسن اور دلکشی کہاں؟

۳۴، ص ۱ ج	حیاتِ اعلیٰ حضرت	۱۔ نضر الدین بہاری، مولانا،
۲۸ ص	البریلویہ	۲۔ ظہیر،
۲۰ ص	"	۳۔ ایضاً،
۲۸ ص	"	۴۔ ایضاً،

علمی شکوہ اور قدرتِ کلام

امام احمد رضا بریلوی چودھویں صدی کی وہ عظیم ترین شخصیت ہیں، جن کے علمی جاہ و وسعتِ نظر، قوتِ استدلال اور قدرتِ کلام کا ایک جہان معترف ہے، ان کے نظریات و معانی سے کئی لوگوں کو اختلاف ہوگا، لیکن ان کے جذبہٴ عشقِ رسول اور ان کے کلام کے سوز و گداز کوئی صاحبِ علم اختلاف نہیں کر سکتا۔ ذیل میں چند معروف اصحابِ علم و فکر کے تاثرات پیش جاتے ہیں، جن سے امام احمد رضا بریلوی کے مقام کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے:

علامہ اقبال کی رائے یہ تھی:

”وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و سبند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دورِ متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔ لہٰذا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے فی الواقع وہ علومِ دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں“ لہٰذا

ڈاکٹر محی الدین الوائی اہل حدیث جامعہ ازہر، مصر لکھتے ہیں:

”پرانامقولہ ہے کہ فرد واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں، تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی۔ لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس تقلیدی نظریہ کے عکس

لہٰذا محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی (مطبوعہ سیالکوٹ) ص ۱۸

لہٰذا ایضاً، ص ۲۲

ثابت کر کے دکھا دیا۔ آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔ لہٰذا ترجمہ عربی

ڈاکٹر حامد علی خاں، ایم اے پی۔ ایچ، ڈی، ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)

تھے ہیں :

”امام احمد رضا نہایت بلند مرتبہ صاحبِ قلم تھے اور بے شک و شبہ اپنے عہد کے لاثانی صاحبِ تصنیف و تالیف تھے۔ آپ کی زود نویسی، برجستہ تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دنوں میں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں بہ اسلوبِ احسن انجام دے کر فضلاء وقت کو انگشت بدنداں کر دیا۔“ ۱

جناب شفیق بریلوی (کراچی) لکھتے ہیں :

”وہ ایک جید عالم دین اور بڑے نکتہ رس فقیہ ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ نعت گو شاعر بھی تھے۔ ان کو فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل تھی۔ وہ عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیں قرآن و حدیث کی تفسیر و ترجمہ ہیں۔۔۔۔۔ ان کا قرآن مجید کا ترجمہ بھی بہت مشہور و مقبول ہے۔ قرآن مجید کے اس ترجمہ میں زبان و بیان کی شگفتگی موجود ہے اور عام فہم بھی ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت کے شاعرانہ ذوق، عالمانہ بصیرت، ایمان کی پختگی، محبتِ رسول اور ادب کے جوہر نمایاں ہیں۔“ ۲

پروفیسر علی عباس جلالپوری، ایم اے فلسفہ (گولڈ میڈلسٹ) لکھتے ہیں :

۲۰ ص	حیات مولانا احمد رضا خاں	۱۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر
۲۱ ص	”	۲۔ ایضاً
۱۷۲ ص	جہانِ رضا (مجلسِ رضا، لاہور)	۳۔ مرید احمد چشتی

”حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں ہمیشہ
نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر درود و سلام کی کوئی محفل گرمانی نہیں جاسکتی۔ ان کا
ایک ایک لفظ عشق رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں سن کر سامعین کے دل
عشق رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔“

ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں حسن بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔ ایک دن داغ
دلوی کے سامنے کسی شخص نے حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ایک نعت کا شعر پڑھا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن لے بہار پھرتے ہیں

مرزا داغ پھڑک اٹھے اور کہا:

ہیں، ایک مولوی اور ایسا شعر! واہ! وا!

آپ کی اکثر نعتیں ہماری علمی و ادبی میراث کا بیش قیمت حصہ بن چکی ہیں، لہ

جناب اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی فرماتے ہیں:

”مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے اہل زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان

میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغ، تیر، حالی، اکبر و داغ و امیر تھلاذہ کی زبان

سلاست، سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم تھی، مولانا کی زبان، شگفتگی اور

روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔“

جناب رئیس امر وہوی (کراچی) رقمطراز ہیں:

”ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیفیت و سرور سے لبریز ہے جس سے

عجب طرح کا انشراح صدر ہوتا ہے، روح پر اہترازی کیفیت طاری ہوجاتی ہے

لہ مرید احمد چشتی،

جہان رضا

ص ۱۰۹

لہ ایضاً:

”

ص ۲۲

وہ اک صوفی باصفا اور عالمِ جلیل تھے۔ ایسی کمیاب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں
عہد آفریں بھی!

ستیدشان الحق حقی لکھتے ہیں:

”بہترین تخلیقات وہی ہیں، جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی سرور اور
اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں، میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے بڑا
ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں، اس کی مقبولیت اور دل پذیری ہی
اس کا سب سے بڑا ادبی کمال ہے اور مولانا کے شاعرانہ مرتبے پر دال ہے۔“

حُسنِ تاثیر کو صورت سے، نہ معنی سے عرض

شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے، کوئی!

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، سابق صدر شعبہ اُردو، سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:

”میرا خیال یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً واحد عالمِ دین ہیں
جنہوں نے اُردو نظم و نثر، دونوں میں اُردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں
اور اپنی علمیت سے اُردو شاعری میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔“

یہ تاثرات مختلف مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم و دانش کے ہیں، جنہوں نے دل کھول کر
ام احمد رضا کی مختلف ضیاءِ باہشتیوں پر اظہارِ خیال کیا ہے، لیکن اگر میں نہ مانوں، کی یا کسی پیش نظر
تو اس قسم کے تبصرے بھی کیے جاسکتے ہیں:

”ان کی زبان مغلوق اور مبہم ہے، بہت کم ان کا کلام سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ان کی
عبارات گنجلک اور اندازِ بیان مبہم ہے اور بعض اوقات وہ قصداً ایسا کرتے
تھے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاتے کہ وہ زبردست عالم اور گہری تحریر کے مالک ہیں۔“

۶۸	ص	خیابانِ رضا، عظیم شاہ کیشنز، لاہور	۱۷	مرید احمد حشتی
۷۷	ص	”	”	۱۷
۲۸	ص	البریلویہ	۱۷	۳۷

مذکورہ بالا تاثرات ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں، آپ کو خود احساس ہو جائے گا کہ بعض بے جا حقائق سے کس قدر دُور لے جاتا ہے۔ یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ جب گفتگو عام سطحی معیار پر گزر کر تحقیق و تدقیق اور علمی و فنی اصطلاحات تک پہنچ جائے، تو پھر اس کا سمجھنا عام آدمی کے لیے میں نہیں رہتا، جب تک ان اصطلاحات سے واقفیت اور اس کی گہرائی تک پہنچنے کی اہلیت نہ ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیفات فیوض الحرمین، سمعات اور تفسیحات الہیہ کا ایک مطالعہ کیجئے، یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

تقریر و خطابت

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی بھی عالم کو تحریر و تقریر میں سے کسی ایک فن میں ہی کمال حاصل ہوتا ہے، لیکن امام احمد رضا بریلوی، دونوں میدانوں کے بے مثال شہسوار تھے۔ اگرچہ آپ تحریر کو تقریر پر ترجیح دیتے تھے، کیونکہ تقریر ایک وقتی چیز ہے، جبکہ تحریر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو دیر تک رہ سکتی ہے اور دُور تک پہنچ سکتی ہے۔

ایک دفعہ بدایوں کی جامع مسجد شمسی میں مولانا عبدالقیوم بدایونی (والد ماجد مولانا عبدالحماد بدایونی) نے اعلان کروایا کہ جمعہ کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی تقریر ہوگی، آپ نے بہت معذرت کی کہ میں وعظ نہیں کیا کرتا۔ نیز یہ فرمایا کہ مجھے پہلے سے اطلاع نہیں دی، مگر وہ نہیں مانے۔ آپ نے مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد مولانا عبدالقیوم بدایونی نے جو وہ بھی بلند پایہ عالم اور خطیب تھے، فرمایا:

”کوئی عالم، کتب دیکھ کر آنے کے بعد بھی ایسے پُر از معلومات، پُر اثر بیان سے حاضرین کو محظوظ نہیں کر سکتا، یہ وسعتِ معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔“

۱۳۱۸ھ کا واقعہ ہے کہ پٹنہ میں ندوہ کے رو میں ایک جلسہ کیا گیا جس میں علمائے اہل سنت

لے نظرفلین بہاری مولانا،

حیاتِ اعلیٰ حضرت

ج ۱، ص ۹۵

بکثرت موجود تھے۔ رات کو جب امام احمد رضا بریلوی کی تقریر شروع ہوئی، تو مولانا عبدالقادر بدایونی نے سید اسماعیل حسن میاں مارہروی کو نیند سے بیدار کیا اور فرمایا:

”مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان سو رہا ہے اور سنا ہے کہ ندویوں کے سرغنہ بھی آئے ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمارے بڑھان کے وارد دیکھنے کے قابل ہیں“
اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بڑے بڑے اصحاب فضل و کمال کس شوق سے امام احمد رضا کی تقریر سنا کرتے تھے۔

ایک دفعہ بدایوں میں حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کے عرس مبارک کے موقع پر بجے صبح سے تین بجے تک چھ گھنٹے تقریر فرمائی اور سورۃ والضحیٰ کی تفسیر بیان کی اور آخر میں فرمایا کہ اسی سورۃ مبارکہ کی چند آیات مبارکہ کی تفسیر میں اسی جُز لکھے تھے، پھر آگے نہ لکھ سکا اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے کلام پاک کی تفسیر لکھوں۔^۱

جناب سید اویب علی رضوی فرماتے ہیں:

ذکر میلاد مبارک میں ابتداء سے انتہا تک اوداد و زانور ہا کرتے، یونہی معظا فرماتے، چار پانچ گھنٹے کامل دوزانوہی منبر شریف پر رہتے۔^۲

ماہِ رجب ۱۳۱۸ھ میں مجلس علماء اہل سنت و جماعت، پٹنہ کے سالانہ اجلاس میں چار گھنٹے تقریر فرمائی۔^۳

ڈاکٹر سید عبداللہ ایم۔ اے۔ ڈی لٹ، چیئرمین شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور لکھتے ہیں:

۱	حیاتِ اعلیٰ حضرت	۱	نظر الدین بہاری، مولانا،
۲	”	”	” ایضاً،
۳	”	”	” ایضاً،
۴	”	”	” ایضاً،

عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان ہوتا ہے اور وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور، قرآن حکیم اور حدیث نبوی ہو وہ ترجمان علم و حکمت، نقیب حق و صداقت اور محسن انسانیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی بھی ایسے ہی عالم دین تھے، تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوگا وہ بلاشبہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے۔^۱

لیکن جو لوگ حقائق سے واقف نہیں یا واقف نہیں ہونا چاہتے، ان کا تاثر یہ ہے، وہ کلام میں فصیح نہ تھے، نہ تحریر میں، نہ تقریر میں، انہیں خود بھی اس کا احساس تھا، اسی لیے وہ جمعہ اور عیدین کے موقع پر تقریر نہیں کرتے تھے، البتہ تیسری عید جو ان کی اور ان کے ہمنواؤں کی خود ساختہ بدعت ہے جسے وہ عید میلاد النبی کہتے ہیں اور اپنے شیخ شاہ آل رسول کے یوم وفات پر جسے وہ عرس کہتے ہیں، تقریر کرتے تھے۔^۲

اس جگہ چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں،

(۱) جس شخصیت کو اپنے غیر فصیح ہونے کا احساس تھا اور اسی احساس کے پیش نظر وہ (بقول کسے) جمعہ اور عیدین کے موقع پر تقریر نہیں کرتے تھے، تو وہ مذکورہ بالا دو موقعوں پر کس طرح تقریر کر لیتے تھے۔ جو تقریر کر ہی نہ سکتا ہو، اُسے تو کسی موقع پر بھی یہ جرات نہ کرنی چاہیے، خصوصاً دو اہم مواقع پر۔

(۲) اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ جمعہ و عیدین کے موقع پر تقریر نہیں کرتے تھے؟

جناب ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرسہ اہل سنت و جماعت مسجد نبی جی محلہ بہاری پور میں، دوسرا بیع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشا جس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطبوعہ دعوت نامے کے ذریعے مدعو ہوتے اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر میں ایسی تھی کہ اُس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی تیسرا وعظ ۱۸ ذی الحجۃ الحرام عرس سراپا قدس جناب سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس سرہ کے موقع پر ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور عرض و تمنا پر بھی شہر کی بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔“ لہ

تصانیف امام احمد رضا

امام احمد رضا بریلوی ۱۲ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلہ کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا، اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس دن سے آخر عمر تک آپ مسلسل لکھتے رہے اور اپنی تصنیفات کا عظیم انبار اور گراں قدر سرمایہ امت مسلمہ کو دے گئے۔ آج جب کہ آپ کے وصال کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، ابھی تک آپ کی تمام تصانیف چھپ کر منظر عام پر آسکیں۔ ان کے قلم کی برق رفتاری اور اہل سنت کی غفلت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہل سنت و جماعت اپنی تمام تر کثرت کے باوجود فرد واحد کی نگارشات کو شائع کرنے سے قاصر رہے، جس نے پوری انجمن کا کام سمرانجام دیا تھا۔

پھر یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی تصانیف کی قدر و منزلت نہیں کی جاتی، بلکہ جس صاحب علم کے پاس ان کی تصانیف موجود ہوں، وہ انہیں قیمتی متاع سمجھ کر اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔ اس جگہ اس امر کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جمعہ کے روز انارکلی، لاہور میں جہاں اپنی کتابوں کے سٹال لگائے جاتے ہیں، بہت سی کتابیں بالکل نئی حالت میں، نصف یا اس سے بھی کم قیمت پر مل جاتی ہیں۔ البریلویہ نامی کتاب بھی چار پانچ روپے میں مل جاتی ہے لیکن امام احمد رضا کی اخباری کاغذ پر لپیٹھو کی چھپی ہوئی تصانیف میں سے کوئی رسالہ یا کتاب شاید ہی وہاں مل سکے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو توفیق دے کہ وہ ایسا ادارہ قائم کریں جو امام احمد رضا بریلوی

کی تمام تصانیف کو جدید انداز میں ایڈٹ کر کے شائع کرے۔ اس سلسلہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں کام کا آغاز ہو چکا ہے، جس کے شعبہ تصنیف و تالیف و تحقیق کے رکن مولانا اظہار اللہ ہزاروی، امام احمد رضا کے متعدد رسائل پر تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ جامعہ اشرافیہ، مبارکپور (انڈیا) اور مرکزی مجلس رضا، لاہور میں اس سلسلے کا قابل قدر کام ہو رہا ہے۔

تعداد تصانیف

الدولة المکیة، تالیف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں خود امام احمد رضا نے اپنی تصانیف کی تعداد دو سو سے زائد بیان کی ہے آپ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی نے حاشیہ میں وضاحت فرمائی:

”یعنی وہاں بیہ کے رد میں، ورنہ بحمد اللہ تعالیٰ چار سو سے زائد ہیں۔“

۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں مولانا ظفر الدین بہاری نے ایک فہرست الجمل المعداد تالیفات

المجدد ترتیب دی جس میں ۳۵۰ تصانیف کا اجمالی تذکرہ کیا اور ساتھ ہی یہ تصریح فرمادی:

”میں نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں، بلکہ یہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقراء میں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل خدا سے امید و اتق کہ اگر شخص تمام اور تمام قدیم و جدیدستوں پر نظر عام کی جائے، تو کم و بیش پچاس رسالے اور نکلیں۔“

۱۹۳۸ء میں مولانا ظفر الدین بہاری نے حیاتِ اعلیٰ حضرت لکھی اس میں وہ فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کی تصانیف چھ سو سے زائد ہیں۔“

۱۱ ص	الدولة المکیة (مکتبہ رضویہ، کراچی)	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۱۱ ص	” ” ” ”	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۴ ص	الجمل المعداد (مجلس رضا، لاہور)	۴	۴	۴	۴
ج ۱، ص ۱۳	حیاتِ اعلیٰ حضرت	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳

بعد میں تیار کی جانے والی فہرست کے مطابق ۵۴۸ تصانیف ہیں۔^۱
 مفتی اعجاز ولی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ جو امام احمد رضا بریلوی کے قریبی رشتہ دار اور متبحر عالم
 تھے، انہوں نے یہ تعداد ایک ہزار بیان کی۔^۲
 حقیقتِ حال سے ناواقف ان بیانات سے الجھن میں مبتلا ہو سکتا ہے، اسی لیے
 لکھا گیا ہے:

”بالغہ اور غلو ان لوگوں کے رگ و پے میں رچا ہوا ہے، یہ سچی بات سے
 سیر نہیں ہوتے، مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں، اسی لیے اس موضوع پر ان کے اقوال
 مختلف ہیں، چنانچہ تصانیف کی تعداد، دوسو، تین سو پچاس، چار سو، پانچ سو
 سے زیادہ، چھ سو سے زیادہ اور ایک ہزار بلکہ اس سے زیادہ بیان کی ہے“ (ترجمہ)
 یہ ایک ایسا اشکال ہے جسے ایک دفعہ بیان کرنے سے تسلی نہیں ہوتی، بلکہ ص ۲۹-۳۱-
 ۳۳ پر تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حالانکہ یہ کوئی لاینحل اشکال نہیں ہے۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء میں امام احمد رضا بریلوی
 نے فرمایا کہ اس وقت تک تصانیف دوسو سے زائد ہیں جس کا ترجمہ البریلویہ میں دوسو
 کے قریب کیا گیا ہے۔ اصل اور ترجمہ میں کتنا فرق ہے؟ اسی جگہ مولانا حامد رضا خاں نے
 ملاحظہ کیا کہ یہ ان تصانیف کی تعداد ہے جو رد و ماہیہ میں ہیں، ورنہ کل تصانیف چار سو سے
 زائد ہیں۔ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں مولانا ظفر الدین بہاری نے فہرست تیار کی اور ان کی تعداد
 تین سو پچاس بیان کی اور ساتھ ہی تصریح کر دی کہ یہ تعداد حتمی نہیں ہے، مزید جستجو کی جائے
 تو چالیس پچاس رسائل مزید مل جائیں گے۔ مفتی اعجاز ولی خاں نے تعداد ایک ہزار بیان

۱۔ شرکتِ حنفیہ، لاہور؛ الوارِ رضا ص ۳۲۸-۳۲۶

۲۔ مفتی اعجاز ولی خاں، مولانا، ضمیمہ المعتقد المنتقد (مکتبہ اشق، ترکی) ص ۲۶۶

۳۔ ظہیر؛ البریلویہ ص ۹-۲۸

کی یہ ان کا اندازہ اور ان کی رائے تھی، جو کچھ زیادہ بعید نہیں ہے۔

بمبئی سے ماہنامہ المیزان نے چھ سو صفحات پر مشتمل وقیع اور خوبصورت امام احمد رضا نمبر نکالا، تو اس میں جن کتب و رسائل کی فہرست دی گئی، ان کی تعداد پانچ سو اڑتالیس ہے۔ یہ بھی آخری فہرست نہیں ہے، مولانا لیسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

”فاضل بریلوی کی تصانیف کی تفصیلی فہرست پوری تحقیق اور تلاش و جستجو کے بعد مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب نے مرتب فرمائی ہے جو عنقریب الجمع الرضوی کے زیر اہتمام منظر عام پر آئے گی۔“ لہ

جناب سید ریاست علی قادری لکھتے ہیں:

”پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری سائنس کالج

ٹھٹھ (سندھ) نے اپنی تصنیف ”حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی“ میں ۸۲۲

کتب و حواشی کا تذکرہ کیا ہے، موصوف ”بلوگرافیکل انسائیکلو پیڈیا آف امام

احمد رضا خاں“ ترتیب دے رہے ہیں، جو تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔“ لہ

مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت نے تصنیف و اشاعت کے بارے

میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے، کسی فرقے نے نہیں کیا۔ اس غفلت شعار قوم سے آج

تک نہ تو امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہو سکا اور نہ ہی وہ گراں قدر

ذخیرہ کتب پوری طرح محفوظ رہ سکا، اس لیے کوئی محقق کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے، جامع اور

مکمل فہرست تیار نہیں کر سکتا۔

ان حالات میں ہم دعوے سے یہی کہہ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا کی تصنیفات و رسائل کی

تعداد آٹھ سو چالیس ہے، تاوقتیکہ اس سے زیادہ نگارشات کی فہرست سامنے نہ آجائے

لہ لیسین اختر مصباحی، مولانا، امام احمد رضا، ارباب علم و دانش کی نظر میں (رضا اکیڈمی، مبارکپور) ص ۲۲

لہ ریاست علی قادری، سید، امام احمد رضا کی عاشقیہ نگاری (مطبوعہ کراچی) ص ۷

بعض حضرات نے جو تعداد ایک ہزار بتائی ہے، تو ممکن ہے وہ ظن و تخمین پر مبنی ہو۔

فتاویٰ رضویہ

امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف میں سرفہرست فتاویٰ رضویہ ہے۔ اس کا پورا نام

العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة ہے۔ اس فتاویٰ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے درج ذیل چند تاثرات کافی ہیں۔

ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، علی گڑھ کی ایک مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک بار استاد محترم مولانا سلیمان اشرف نے اقبال کو کھانے پر مدعو کیا اور وہاں محفل میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ذکر چھڑ گیا۔ اقبال نے مولانا کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طبائع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔ اس کے ساتھ ہی اقبال مرحوم نے مولانا کی طبیعت کی شدت اور بعض علماء کے بارے میں ان کی طرف منسوب سخت گیر رویے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ الجھن درمیان میں نہ آ پڑتی، تو ان کا وقت اور علم و فضل، ملت کے دیگر مسائل کے لیے زیادہ مفید طریقے سے صرف ہوتا اور یقیناً وہ اس دور کے ابوحنیفہ کہلا سکتے تھے، لہ

ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

یندر نظیرہ فی عصوۃ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی
وجزیئات یشہد بذالک مجموع فتاواہ و کتابہ کفل
الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم الذی الفہ
فی مکتہ سنتہ ثلاث و عشرين و ثلاث مائتہ والفقہ
”ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا
ثانی ہو، اس پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب ”کفل الفقہ الفاہم“ شاید ہی جو انہوں
نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ میں لکھی تھی۔“

مولانا مودودی کے نائب ملک غلام علی لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک
بہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے
مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ
بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے، اور عشق خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا
پڑتا ہے۔“

شاہ معین الدین ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں مرحوم صاحب علم و نظر علماء مصنفین میں تھے۔ دینی
علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر ان کی نظر وسیع و گہری تھی، مولانا نے جس وقت نظر
اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں، اس سے
ان کی جامعیت، علمی بصیرت، ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے ان
کے عالمانہ محققانہ فتاویٰ، مخالف و موافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔“

۱۔ ابو الحسن علی ندوی:

نزہۃ الخواطر (نور محمد، کراچی) جلد ۸، ص ۴۱

۲۔ یسین اختر مصباحی، مولانا:

امام احمد رضا، باب علم و دانش کی نظر میں ص ۱۳۴

۳۔ اینسا:

ص ۵۰۰

یہ تاثرات امام احمد رضا بریلوی کے حلقہ معتقدین کے نہیں، بلکہ علامہ اقبال کے علاوہ اہل علم مسلک ان سے متفق نہیں ہیں، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ ان تاثرات کو علو اور مبالغہ پر دل کیا جائے۔

اس وقت (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) تک فتاویٰ کی بارہ جلدوں میں سے ساڑھے سات جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ ہندوستان سے شائع ہونے والی زیادہ تر جلدیں بڑے سائز میں چھپی ہیں جبکہ پانچ جلدیں پاکستان میں شائع ہوئی ہیں۔ پاکستانی ایڈیشن میں سائز چھوٹا کر دیا گیا ہے، لیکن اس میں قباحت یہ پیدا ہو گئی کہ خط اتنا باریک کر دیا گیا کہ پڑھنا مشکل ہے۔ ہندوستانی ایڈیشن میں سائز اور خط مناسب ہے، اگر فتاویٰ کو جدید انداز میں مرتب کیا جائے، پیرا بندی کی جائے، عربی عبارات کا اردو ترجمہ شامل کر دیا جائے اور حواشی میں حوالوں کی تخریج کر دی جائے، تو اس کم از کم تیس جلدیں تیار ہو جائیں گی۔

ذیل میں فتاویٰ رضویہ کی آٹھ جلدوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

جلد اول: مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ جہازی سائز (تقطیع $9\frac{1}{4} \times 12$) صفحات ۸۸۰

اس جلد میں ایک سو چودہ فتوے اور اٹھائیس رسائل ہیں۔

جلد دوم: مطبوعہ کتب خانہ سمٹانی، میرٹھ (انڈیا) سال طباعت (۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء) تقطیع $9\frac{1}{4} \times 9\frac{1}{4}$ صفحات ۵۱۲

اس جلد میں ۳۸۸ فتوے اور سات رسائل ہیں:

جلد سوم: مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سال طباعت (۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء) تقطیع $8\frac{3}{4} \times 11$ صفحات ۸۱۵

اس جلد میں چار سو بیالیس رسائل ہیں اور پندرہ رسائل ہیں۔

جلد چہارم: مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سال طباعت (۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۶ء) تقطیع (۳/۸ × ۸) صفحہ ۷۲۷

اس جلد میں چار سو بیالیس مسائل اور ستائیس رسائل ہیں۔

جلد پنجم، سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سال طباعت (۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء) تقطیع (۳/۸ × ۸) صفحہ ۹۹

اس جلد میں نو سو چوبیس فتاویٰ اور نو رسالے ہیں۔

جلد ششم، سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سال طباعت (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) تقطیع (۳/۸ × ۸) صفحہ ۲۶

اس جلد میں چار سو ستانوے مسائل اور آٹھ رسائل ہیں۔

جلد دہم، (نصف) مطبوعہ مکتبہ رضا، بیسلیپور، پیلی بھیت (انڈیا) صفحہ ۲۶۴

سال طباعت (ندارو) تقطیع (۱/۹ × ۱۲)

جلد یازدہم، مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی (انڈیا)

سال طباعت (۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) تقطیع (۴ × ۹) صفحہ ۲۲۵

اس جلد میں ایک سو ستاون مسائل اور چار رسائل ہیں۔

یہ آٹھ جلدیں چار ہزار آٹھ سو پچھن صفحات پر مشتمل ہیں اور اگر جدید انداز میں مرتب کر کے

شائع کی جائیں، تو دو تین گنا زائد ہو جائیں۔

اعتراضات

امام احمد رضا کی تصانیف کے بارے میں چند شکوک و شبہات اٹھائے گئے ہیں جو ذیل

مطور میں ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے :

۱۔ تصانیف کی تعداد کے بیان میں اختلاف شدید پایا جاتا ہے اور اپنے امام کی عظمت

کو جھوٹا سہارا دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہ

یہ اعتراض مختلف صفحات میں تین بار ذکر کیا گیا ہے، گویا ایک بار ذکر کرنے سے تسلی نہیں
 رہتی، اس کا جواب گزشتہ صفحات میں دیا جا چکا ہے۔

۲۔ بریلوی نے کوئی کتاب نہیں لکھی، صرف استفسارات کے جواب میں فتوے لکھے ہیں اس
 لیے بھی متعدد تنخواہ دار ملازم رکھے ہوئے تھے۔ بعض استفتاء دوسرے شہروں میں بھیج
 دیتے جاتے تھے، ان کے معاونین جواب تحریر کرتے۔ یہ جوابات، سوال کرنے والوں کو ارسال
 کر دیتے جاتے۔ بعض معاونین مختلف کتابوں سے عبارات نقل کر کے بھیج دیتے، جنہیں تحقیق
 صحیح کے بعد اپنی عبارت میں درج کر دیتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے فتووں میں شدید ابہام
 پایا جاتا ہے (ترجمہ ملخصاً)

دلائل کے بغیر آدمی جو چاہے کہہ سکتا ہے، لیکن اہل علم کے ہاں اس کی کچھ قدر قیمت نہ
 ہوگی۔ امام احمد رضا کے پاس علماء کا جگمگٹا لگا رہتا تھا۔ کچھ حضرات دارالعلوم منظر اسلام
 کے مدرس ہوتے تھے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ ان میں سے چند حضرات
 کو تربیت کے لیے مختلف کتابوں سے حوالے تلاش کرنے پر مامور فرما دیتے، تو اس سے کہاں
 ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے فتویٰ نویسی کے لیے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف تو یہ کہا
 جاتا ہے کہ ان کی گزربسر امامت کی تنخواہ اور نذرانوں پر تھی۔ دوسری طرف یہ کہ متعدد ملازم
 فتویٰ نویسی کے لیے رکھے ہوئے تھے، ان میں سے کس بات میں صداقت ہے؟ ہمارے
 نزدیک کسی میں بھی نہیں۔ بعض اوقات علامہ طفرالتین بہاری کو کسی موضوع پر عبارات تلاش
 کرنے پر مامور فرما دیتے، یہ بھی ان کی تربیت کا حصہ تھا۔

اس جگہ حافظ عبدالرحمن مدنی (اہل حدیث) کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، وہ لکھتے ہیں،
 میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں، جو خود احسان الہی ظہیر کے لیے عربی اردو
 میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الہی ظہیر ان کا نام دیتے بغیر اپنے نام سے

یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اُس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اُس کے نام سے شائع ہوں؟

امام احمد رضا بریلوی کی فقہی بصیرت، ثروت نگاہی اور وسعتِ معلومات کے بیگانہ بھی قائل ہیں۔ ابوالحسن علی ندوی اور شاہ معین الدین کے اقتباسات اس سے پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ امام احمد رضا اس بات سے مستغنی تھے کہ کسی سے کتاب لکھوا کر اپنے نام سے شائع کر دیں۔

یہ تو اہل علم ہی جان سکتے ہیں کہ امام احمد رضا جو فتوے دیتے ہیں، وہ فیصلہ کن انداز میں دیتے ہیں، اس میں نہ تو ابہام ہوتا ہے، نہ تعقید، بلکہ قدرت نے انہیں ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ وہ مختلف اقوال و عبارات کو ان کے صحیح محمل پر محمول فرماتے اور احادیثِ مختلفہ میں اس طرح تطبیق دیتے کہ کوئی اشکال ہی باقی نہ رہتا۔

۳۔ ”بریلویوں کا یہ کہنا کہ ان کی تصانیف ایک ہزار سے زائد ہیں، دلیل سے ثابت نہیں، کیونکہ کتاب صرف فتاویٰ رضویہ کو کہا جاسکتا ہے جو چھوٹے بڑے حجم میں آٹھ جلدوں میں چھپا ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں جنہیں کتاب نہیں کہا جاسکتا۔“

گویا کتاب اسی تصنیف کو کہا جاسکتا ہے جو بارہ ضخیم جلدوں میں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ہو، ذیل میں چند کتابوں کے نام دیئے جاتے ہیں جو صرف چند صفحات پر مشتمل ہیں،

الفقہ الاکبر، امام اعظم ابوحنیفہ کی اہم تصنیف ہمارے سامنے ہے۔ مدرسہ نصرت العلامہ گوجرانوالہ کا مطبوعہ نسخہ ہے جس میں عربی عبارت چھوٹے سائز کے کچھ صفحات سے زائد نہیں ہے۔

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور (۳ اگست ۱۹۸۴ء) ص ۶

اے عبدالرحمن مدنی، حافظ

ص ۳۰

البریلویہ

۲ ظہیر

اربعین، چالیس اداویث کا مجموعہ مختلف حضرات نے جمع لیا ہے۔ ایسا ہی ایک مجموعہ
 امام نودی کی تصنیفات میں شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ مجموعہ بمشکل پندرہ صفحات پر مشتمل ہوگا۔
 ایک روزہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی تصانیف میں شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ چھوٹے سائز
 کے صرف بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔

فتاویٰ شاہ رفیع الدین، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی، صرف نو رسائل چالیس صفحات پر مشتمل ہیں
 حساب لگا لیجئے کہ فی رسالہ اوسطاً کتنے صفحات پر مشتمل ہوگا۔

الفتح الخبیر: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا چند صفحات پر مشتمل رسالہ ہے جو
 الفوز الکبیر میں شامل کر دیا گیا ہے، اس کے باوجود تصانیف میں الگ شمار کیا گیا ہے۔
 رسالہ اشارۃ المسجہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ساڑھے تین صفحے پر مشتمل رسالہ
 جو فتاویٰ عزیزی میں مندرج ہے۔

اصل میں کسی موضوع پر لکھی جانے والی علمی اور تحقیقی تحریر، رسائل اور تصانیف میں شمار
 کی جاتی ہے، اگرچہ چند صفحات پر مشتمل ہو، اس کے لیے متعدد جلدوں اور ہزاروں صفحات پر
 مشتمل ہونا ضروری نہیں۔

۴۔ فتاویٰ رضویہ چھوٹے بڑے رسائل پر مشتمل ہے، اس کے باوجود ان رسائل
 کو تصانیف کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں شامل رسائل کو الگ کر دیا جائے تو بھی اُس کی ضخامت غیر معمولی
 ہوگی، رسائل کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر انہیں الگ کیا جاتا ہے۔ ابھی رسالہ الفتح الخبیر
 کا ذکر ہوا ہے جو چند صفحات پر مشتمل ہے اور الفوز الکبیر میں شامل کر دیا گیا ہے، اس کے باوجود
 الگ شمار کیا جاتا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں مجھوپالی کی تصانیف شمار کرتے ہوئے سب سے پہلے العلوم
 کو شمار کیا گیا ہے جو تین جلدوں میں ہے، پھر اس کی پہلی جلد الوشی المرقوم، دوسری جلد السحاب

المکرم کو الگ بھی شمار کیا گیا ہے۔ ۱

۵۔ بعض رسائل چھ صفحات پر مشتمل ہیں، مثلاً تنویر القندیل بعض سات صفحات پر
مثلاً بیان الوضوء اور بعض آٹھ صفحات پر مثلاً لمع الاحکام۔ یہ رسائل بھی ان کی تصانیف میں
شمار کیے گئے ہیں۔ ۲

غالباً یہ خیال نہیں رہا کہ یہ صفحات جہازی سائز کے ہیں۔ یہ رسائل عام کتابی سائز پر شائع
کیے جائیں، تو صفحات تین چار گنا بڑھ جائیں گے، اس سے قبل متعدد رسائل کی نشان دہی کی جا چکی
ہے جو صرف چند صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے باوجود تصانیف میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۶۔ "لطیفہ یہ ہے کہ صحیح بخاری، نسائی، التقریب وغیرہ کتب جو بریلوی کے کتب خانہ

میں موجود تھیں اور وہ ان کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور ایک دو صفحات پر

کہیں حاشیہ بھی لکھ دیا۔ ان تمام حواشی کو بھی اپنے مجدد کی تصنیف میں شمار کر دیا

حالانکہ ان حواشی میں سے بڑی کتاب تو کجا، چھوٹی کتاب بھی نہیں چھپی (ترجمہ ملخصاً)

یہ درست ہے کہ ان کتابوں پر امام احمد رضا بریلوی نے مستقل حواشی نہیں لکھے، لیکن اکثر و

بیشتر کتابوں پر لکھے ہوئے علمی اور تحقیقی نوٹس اتنی مقدار میں ہیں کہ انہیں الگ کتاب اور کتابچے

کی صورت میں شائع کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں طحاوی علی الدر المختار پر امام احمد رضا کے حواشی تعلیقات رضا

کے نام سے مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کیے تھے۔ تحقیق و ترجمہ کا کام مولانا محمد صدیق

ہزاروی نے انجام دیا۔ یہ تعلیقات ۲۷۲ پر مشتمل ہیں، جن میں صرف عربی حواشی چھپا سی صفحات پر

چھپیلے ہوئے ہیں۔

ج ۳، ص ۴-۲۷۵

ابجد العلوم

لہ صدیق حسن خاں بھوپالی،

ص ۳۱

البریلویہ

۲ ظہیر،

ص ۳-۳۲

البریلویہ

۲ ظہیر،

اسی طرح اسی سال میں معالم التنزیل پر امام احمد رضا کے حواشی، مولانا محمد صدیق بزاروی کے ترجمہ کے ساتھ چھپے ہیں، جو چوالیس صفحات پر مشتمل ہیں۔

البریلویۃ نامی کتاب ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء کے بعد چھپی، اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ تعلیقات رضا کے دونوں حصے ان کی نظر سے نہ گزرے ہوں۔

جدالمستار، حاشیہ شامی

لطف یہ کہ ۱۹۸۲ء ہی میں شامی پر امام احمد رضا بریلوی کے مبسوط حاشیہ کی پہلی جلد پیر آباد، دکن سے چھپ گئی تھی جو ۳۲۲ صفحات پر مشتمل اور نفیس عربی ٹائپ پر چھپی ہے غالباً جلد بھی نظر سے نہیں گزری ہوگی۔ یہ حاشیہ پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

۷۔ "اس گروہ کا صریح جھوٹ یہ کہنا ہے کہ فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے حالانکہ اب تک اس کی صرف آٹھ جلدیں ہی چھپی ہیں۔ نیز ان آٹھ جلدوں میں سے صرف ایک جلد بڑے سائز پر چھپی ہے۔ باقی تمام جلدیں چھوٹے سائز پر چھپی ہیں۔" لہ

ایک طفل مکتب بھی جانتا ہے کہ ہر کتاب کا چھپا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے۔ بے شمار کتابیں ایسی ہیں کہ جن کی ایک جلد بھی نہیں چھپی، تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس کتاب کی ایک جلد بھی نہیں ہے کیونکہ کوئی جلد چھپی ہو نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں لکھی گئی تھیں، جن میں سے سات جلدیں مکمل اور دسویں جلد نصف چھپ چکی ہے۔

اسی طرح اگر آپ نے تاج محل نہیں دیکھا، تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موجود ہی نہیں ہے، ہمارے پاس فتاویٰ رضویہ کی دوسری جلد کے علاوہ باقی تمام جلدیں بڑے سائز پر انڈیا کی چھپی ہوئی موجود ہیں، جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔

۸۔ بڑے سائز پر چھپی ہوئی جلد اول ۲۶۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

ممکن ہے یہ طباعت کی غلطی ہو، ورنہ پاکستانی ایڈیشن میں پہلی جلد آٹھ سو اسی صفحات پر مشتمل اور چھاندی سائز پر چھپی ہوئی ہے۔

حاشیہ فوائح الرحموت

مسلم الثبوت تصنیف علامہ محب اللہ مہاری اصول فقہ کی دقیق ترین کتاب ہے۔

حضرت علامہ بحر العلوم لکھنوی نے اس پر فوائح الرحموت کے نام سے شرح لکھی۔ بحر العلوم کا دقیق انداز تحریر کسی صاحب علم پر مخفی نہیں ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اس پر حاشیہ تحریر فرمایا جو چار سو اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہے اور راقم کے پاس محفوظ ہے۔



اسلامی سیاست

متحدہ پاک و ہند کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کا وجود ہندوؤں کے لیے کبھی قابل برداشت نہیں رہا، ان کی سوچ ہمیشہ یہ رہی ہے کہ اسلام سرزمین عرب سے آیا ہوا غیر ملکی مذہب ہے، لہذا یہاں کے باشندوں کو پھر سے اپنے آبائی مذہب کو اختیار کر لینا چاہیے، کبھی یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ہندوستان کے تمام باشندے ایک قوم ہیں، سلاطین مغلیہ میں سے اکبر کے دربار میں ان لوگوں کا اثر و نفوذ حد سے زیادہ بڑھ گیا، یہاں تک کہ اس نے ایک نئے دین، دین الہی کی داغ بیل ڈالنا چاہی جو ہندومت ہی کا چربہ تھا، اس سے ہندوؤں کو تو کیا نقصان پہنچتا، مسلمان اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

ایسے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات نے وہ کام کیا کہ بڑے بڑے بادشاہ اور ان کے لشکر بھی نہ کر سکے۔ آپ کی مساعی جمیلہ لامینیت اور الحاد کے سامنے سد سکندر ثابت ہوئیں اور ملت اسلامیہ کی کشتی گنگا اور جمننا کے منجدھار میں غرق ہونے سے محفوظ رہ گئی۔

اسی دور میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف کے ذریعے دین متین کی تعلیمات کو فروغ دیا اور کفر کے منہ زور سیلاب کا رخ موڑ دیا۔

ان کے بعد علمی و فکری قیادت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہاتھ آئی اور ان حضرات نے کمال حسن و خوبی سے اہمیت مسلمہ کی راہنمائی فرمائی۔ ان کے بعد علامہ فضل حق خیرآبادی، شاہ فضل رسول بدایونی

شاہ احمد سعید مجددی اور مولانا ارشاد حسین رامپوری وغیرہم اسلامی عقائد اور روایات کی حفاظت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

انیسویں صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں ایک ایسی شخصیت کو پیدا فرمایا جو غیرتِ اسلامی اور ملتِ اسلامیہ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا پیکر اور ان حضرات کی صحیح جانشین تھی جسے دنیا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے نام سے جانتی ہے۔

تحریک ترکِ موالات

پہلی جنگِ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف، ہندوستان میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک طوفان کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور بچہ بچہ انگریز حکمرانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا شعلہ برپا بن گیا۔ اس ہمہ گیر نفرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کی طرف سے نان کوآپریشن یعنی ترکِ موالات کا اعلان کر دیا۔

موالات کا معنی ہے دوستی اور محبت، ترکِ موالات کا معنی ہوا کہ محبت اور دوستی چھوڑ دی جائے، کس سے؟ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کے دل میں کسی کافر کی محبت نہیں سما سکتی، خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، البتہ معاملہ یعنی لین دین، خرید و فروخت، مرتد کے علاوہ کسی بھی کافر سے کیا جاسکتا ہے۔ قرآن و حدیث اور ائمہ فقہاء کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے، تو موالات اور معاملہ دو الگ الگ چیزیں دکھائی دیں گی۔ کسی تحریک کی روجب چل نکلتی ہے، تو عوام و خواص، بوش و فروش اور نعروں کی گونج میں جذبات کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ عقل و دانائی کی باتیں سننے کے بھی روادار نہیں رہتے اور جو انہیں بھلائی اور خیر خواہی کا مشورہ دے، اُسے بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یہی کچھ اس تحریک میں بھی ہوا۔

اسلامی تشخص تک قربان

کسی قوم کے زندہ رہنے کے لیے اس کے قومی تشخص کا باقی رہنا از بس ضروری ہوتا ہے۔ ہندوؤں کے لیڈر مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو ایسا چکڑ دیا کہ عوام تو عوام تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کے گرویدہ ہو گئے یہاں تک کہ اسلامی تشخص بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

امام احمد رضا بریلوی اس قومی خودکشی کی لرزہ خیز صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(آیت کریمہ) "لَا يَنْهَكُمُ نِعْمَةٌ لَّكُمْ بِرَبِّكُمْ" کی تو رخصت دی

یہ فرمایا کہ انہیں اپنا انصار بناؤ۔۔۔۔۔ ان کے گھرے پار غار ہو جاؤ۔

ان کے طاعوت (گاندھی) کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ۔۔۔۔۔ ان کی بجے

پکارو۔۔۔۔۔ ان کی حمد کے نعرے مارو۔۔۔۔۔ انہیں مساجدِ مسلمین میں

بادب و تعظیم پہنچا کر۔۔۔۔۔ مسندِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے جا کر۔۔۔

مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ہادیِ مسلمین بناؤ۔۔۔۔۔ ان کا مردارِ حینہ

اٹھاؤ۔۔۔۔۔ کندھے پر ٹھکی (میت) زبان پر بے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ۔

مساجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ۔۔۔۔۔ ان کے لیے دعائے مغفرت و

نمازِ جنازہ کے اعلان کراؤ۔۔۔۔۔ ان کی موت پر بازار بند کرو سوگ

مناؤ۔۔۔۔۔ ان سے اپنے ماتھے پر قشتے (تلیک) لگواؤ۔۔۔۔۔ ان کی

خوشی کو شعراِ اسلام (گائے کی قربانی) بند کراؤ۔۔۔۔۔ گائے کا گوشت

کھانا گناہ ٹھہراؤ۔۔۔۔۔ کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ۔۔۔۔۔ اسے مثل سورا

کے گناؤ۔۔۔۔۔ خدا کی قسم کی جگہ رام دوہائی گاؤ۔۔۔۔۔ واحد قہار کے

اسما میں الحاد رچاؤ۔۔۔۔۔ اسے معاذ اللہ! رام یعنی ہر چیز میں رما ہوا

ہر شے میں حلول کیے ہوئے ٹھہراؤ۔۔۔۔۔ قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی دل و جان سے اس تحریک میں شریک تھے۔ انہوں نے صرف گاندھی کی قیادت قبول کر لی تھی، بلکہ اُسے باپوتک کہتے تھے، لیکن قوم کے غیر جذباتی اور دُور رس نگاہ رکھنے والے لیڈر اس تحریک کے حق میں نہیں تھے۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

”آخر یہ کیا بات تھی، جناح کے کیمپ میں خاموشی کیوں تھی؟ سناٹا کیوں چھایا ہوا تھا؟ چہل پہل اور گہما گہمی اور ہنگامہ آرائی کیوں ناپید تھی؟ کیا ان کے قوائے عمل شل ہو گئے تھے؟ کیا ان کی زبان گنگ ہو گئی تھی؟ کیا ان کا دماغ ناکارہ ہو گیا تھا؟ نہیں یہ بات نہیں تھی، جناح کی نظریں حال کے آئینہ میں مستقبل کا جلوہ دیکھ رہی تھیں، وہ جذبات کے طوفان میں بہنے کا عادی نہیں تھا۔ طوفان کا رخ موڑ دینا اس کی عادت تھی۔“

محمد علی جناح نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

”میں یہ کہنے سے بھی باز نہیں رہ سکتا کہ گاندھی جی نے — جن کی میں عزت کرتا ہوں — جو پروگرام اختیار کیا ہے، وہ قوم کو غلط راستے پر لیے جا رہا ہے۔۔۔۔۔ ان کا پروگرام قوم کو صراطِ مستقیم کے بجائے ایک گڑھے کی طرف لے جا رہا ہے۔“

علامہ اقبال اور دو قومی نظریہ

علامہ اقبال نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ الہ آباد کے اجلاس کی صدارت کی اور اپنے سدارتی خطبہ میں نظریہ پاکستان پیش کیا۔ اُس وقت ان کی سنسی

لے رئیس احمد جعفری؛ حیات محمد علی جناح (کتب خانہ تاج آفس، بمبئی) ص ۱۰۱

لے ایضاً؛ ص ۱۰۲-۱۰۳

لے عجاز الحق قدوسی؛ اقبال اور علمائے پاک و ہند (اقبال انامی، لاہور) ص ۸۱

گئی، ان کی باتوں کو مجذوب کی بڑکھا گیا، لیکن علامہ نہ صرف اپنے نظریے پر قائم رہے، دوسروں کو بھی اس کے لیے ہموار کرتے رہے۔ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

کانگریس کے صدر نے غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں کے جداگانہ سیاسی وجود ہی سے انکار کر دیا ہے۔ ہندوؤں کی دوسری سیاسی جماعت یعنی مہاسھانے جسے میں ہندو عوام کی حقیقی نمائندہ سمجھتا ہوں بارہا اعلان کیا ہے کہ ہندوستان میں ایک متحدہ ہندو مسلم قوم کا وجود ناممکن ہے ان حالات کے پیش نظر بدیہی حل یہ ہے کہ ہندوستان میں قیام امن کیلئے ملک کی از سر نو تقسیم کی جائے جس کی بنیاد نسلی، مذہبی اور لسانی اشتراک پر ہو۔ بہت سے برطانوی مدیرین بھی ایسا ہی محسوس کرتے ہیں.... مجھے یاد ہے کہ انگلستان سے روانگی سے قبل لارڈ لوٹھیان نے مجھ سے کہا تھا کہ میری اسکیم میں ہندوستان کے مصائب کا واحد حل ممکن ہے۔ یہ

مسلمان اور ہندو، دو الگ الگ قومیں ہیں۔ یہ اعلان امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے دور میں پوری قوت سے کیا۔ یہی نعرہ حق امام احمد رضا بریلوی نے ۱۹۲۰ء میں اتنی قوت سے بلند کیا کہ ہندو مسلم اتحاد کا پردہ چاک ہو گیا۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جو ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کی بنیاد بنا اور جسے ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم نے قبول کیا۔ قائد اعظم کی طرح علامہ اقبال بھی تحریک خلافت کے حق میں نہیں تھے۔

میاں عبدالرشید، کالم نگار نور بصیرت، "نوائے وقت لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال تحریک خلافت کے مخالف تھے، چنانچہ انہوں نے یہ اشعار لکھے:

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟

خلافت کی کرنے لگا تو گدائی

خریدیں نہ وہ جس کو اپنے لہو سے

مسلمان کو ہے ننگ وہ پادشائی

مرا از شکستن چنناں عار ناید

کہ از دیگراں خواستن مومیائی (باتگِ در)

قائدِ اعظم بھی اس تحریک اور اس کی ضمنی تحریکوں کو مسلمانوں کے لیے سخت نقصان سمجھتے تھے، مگر ان دنوں کسی نے ان کی ایک نہ سنی۔ چنانچہ وہ اس آندھی کے

دوران، میدانِ سیاست سے ہٹ آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ جن

لوگوں نے میدان میں آکر خلافت، ہجرت اور ترکِ موالات جیسی نقصان دہ تحریکوں

کی مخالفت کی اور ان کے حامیوں اور لیڈروں کا زور توڑا، وہ حضرت احمد رضا خاں

اور ان کے احباء، رفقاء اور عقیدت مند ہی تھے۔

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار

مگر جاوید اقبال لکھتے ہیں:

”اقبال مسئلہ تحفظِ خلافت پر مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ مل کر عدم تعاون

کی تحریک میں شرکت کے خلاف تھے، کیونکہ کسی قابل قبول ہندو مسلم معاہدے کے

بغیر محض انگریز دشمنی کی بنا پر قومیت متحدہ کی تعمیر ممکن نہ تھی، علاوہ اس کے انہیں

خدا شہ تھا کہ کہیں ایسے اشتراک اور مسلمانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر قومیت

متحدہ کے داعی ان کی علیحدہ ملی حیثیت کو ختم نہ کر دیں جس کے سبب بعد میں انہیں

پشیمان ہونا پڑے، انہی اختلافات کی بنا پر اقبال نے صوبائی خلافت کمیٹی سے

استغافے دیا۔“

خود علامہ اقبال کا بیان ہے:

”خلافت کمیٹیوں کے بعض ممبر جبکہ قابل اعتماد نہیں ہوتے، وہ بظاہر جو شیلے

پاکستان کابینہ منظر اور پیش منظر (ادارہ تحقیقات پاکستان لاہور) ص ۱۱۶

زندہ رود (شیخ غلام علی، لاہور) ج ۲ ص ۲۴۸

۱۰۰ میاں عبدالرشید

۱۰۱ جاوید اقبال

مسلمان معلوم ہوتے ہیں، لیکن در باطن انخوان الشیاطین ہیں، اسی وجہ سے میں نے خلافت کمیٹی کی سیکرٹری شپ سے استعفا دے دیا تھا۔^۱ لہٰذا ابتداءً علامہ اقبال بھی متحدہ قومیت کے قائل تھے، لیکن گہرے غور و فکر نے ان کی رائے تبدیل کر دی۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۳ء کو سید محمد سعید الدین جعفری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”ابتداءً میں، میں بھی قومیت پر اعتقاد رکھتا تھا اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کا خواب شاید سب سے پہلے میں نے دیکھا تھا، لیکن تجربہ اور خیالات کی وسعت نے میرے خیال میں تبدیلی کر دی اور اب قومیت میرے نزدیک محض ایک عارضی نظام ہے، جس کو ہم ایک ناگزیر زشتی سمجھ کر گوارا کرتے ہیں۔“^۲ لہٰذا سید سلیمان ندوی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”اسلام کا بندوؤں کے ہاتھ بک جانا گوارا نہیں ہو سکتا، افسوس اہل خلافت اپنی اصلی راہ سے بہت دُور جا پڑے، وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص ایک منٹ کے لیے بھی قبول نہیں کر سکتا۔“^۳

اسی لیے یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ

”تحریک ترک موالات میں بریلویوں کے علاوہ مسلمانوں کے تمام گروہ،

ان کے زعماء، قائدین اور علماء شامل تھے۔“^۴ لہٰذا

اگر مسلمانوں کے تمام گروہ ترک موالات کے دور میں ہندو مسلم اتحاد کا شکار ہو گئے ہوتے

پاکستان کی حمایت میں مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت کبھی ووٹ نہ دیتی اور پاکستان بھی معرض

۱۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رودر شیخ غلام علی، لاہور، ج ۲، ص ۲۴۹

۲۔ ایضاً، ص ۲۴۳

۳۔ ایضاً، ص ۲۶۳

۴۔ ظہیر، البریلویہ، ص ۲۲

تبدول میں نہ آتا۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ ایک طبقہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی پاکستان کی بنیادوں کو محفوظ کرنے والوں کے خلاف زبان طعن و دراز کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔

امام احمد رضا بریلوی اور ترک موالات

تحریک ترک موالات ایک طوفان کی طرح پورے متحدہ پاک و ہند پر چھا چکی تھی، اس کے خلاف آواز اٹھانا، اپنے آپ کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے کے مترادف تھا بلکہ اسلامیہ کا دشمن اور انگریزوں کا ایجنٹ قرار دینا عام سی بات تھی۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

”اس تحریک کی جس نے مخالفت کی، اس کا رخ جس نے موڑنا چاہا، اس کی پگڑی سلامت نہ رہ سکی۔۔۔۔۔۔ اکابر علماء، صلحاء، اختیار، ابرار میں سے جس نے بھی اس تحریک کی مخالفت کی، اسے مسلمانوں کے قومی پلیٹ فارم سے ہٹ جانا پڑا۔“ لے

ایسے عالم میں امام احمد رضا بریلوی نے کسی مخالفت اور الزام کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بصیرت ایمانی کا فیصلہ صادر فرمایا اور طوفانوں کی زد پر دین و ایمان کا چراغ فروزاں رکھا۔ تاریخ شاہد ہے اور مورخین اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ زمانے کا بڑے سے بڑا طوفان ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ لاسکا، بلکہ ان کی ایمانی جرات و استقامت نے طوفانوں کا رخ موڑ دیا۔ اس وقت ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے گئے، لیکن طوفانی دور گزر جانے کے بعد دیانت دار مورخین ان کی ایمانی بصیرت کی داد دینے بغیر نہیں رہ سکتے۔

گائے کی قربانی

مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد ہی ہندوؤں کی کوشش تھی کہ مسلمانوں سے گائے کی

لے رئیس احمد جعفری؛

حیات محمد علی جناح

ص ۱۵۸

قربانی رگوادی جاتے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا۔ کہیں تو جبر و تشدد سے اس اسلامی شعار کو بند کرنے کی کوشش کی اور کہیں دجل و فریب سے۔

”علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاؤں کو روکنے، یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لیے ہزار ہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزار ہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا۔ ایک نہیں، دو نہیں، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو مکانا اس بے دردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لا کر لے گئے۔ آپ کے ہندو دوستوں نے لا تعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالی شان مسجدیں شہید کر دیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ پھاڑ کر ایسے پڑے اڑائے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لیے قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی نہ رہا۔“ لہ

کبھی اس مقصد کے لیے فریب کا سہارا لیا اور زید و عمر کے نام سے علماء کے پاس استفتاء بھیجے کہ گائے کی قربانی اسلام میں واجب نہیں ہے، البتہ اس سے فتنہ و فساد کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں، تو اس میں کیا حرج ہے؛ بعض جتید علماء کی اس طرف توجہ نہ ہو سکی، انہوں نے فتویٰ دے دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء میں اسی قسم کا ایک استفتاء امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے پہلی نظر میں ہی سوال کا چھپا ہوا مقصد معلوم کر لیا اور جواباً تحریر فرمایا کہ

لہ تاج الدین احمد تاج، منشی، ہندوؤں سے ترک موالات، ص ۶

شریعت مبارکہ میں بعض چیزیں نفس ذات کے لحاظ سے واجب یا حرام ہوتی ہیں اور بعض اشیاء امور خارجہ اور عوارض کی بنا پر واجب یا حرام ہوتی ہیں۔ گائے کی قربانی پر ذات کے اعتبار سے واجب نہیں ہے، لیکن اگر اسے جبراً بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس کا جاری رکھنا واجب ہوگا۔

”ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بزورِ مخالفین گاؤ کشتی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع مطہرہ گزرا اس سے باز رہنے کا حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی؟

— کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی؟

— کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی

پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ شہادت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا؟

— کیا بلا وجہ وجہ اپنے لیے ایسی ذنات و ذلت اختیار کرنا اور

دوسروں کو دین کی مغلوبی سے اپنے اوپر منسوانا ہماری شرع مطہرہ جائز فرماتی ہے؟

— حاشا و کلا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں — ہماری شرع مطہرہ

ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب

کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں۔“ لہ

۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو مسلم لیگ ضلع بریلی کے جوائنٹ سیکرٹری سید عبدالودود

نے ایک استفتاء پیش کیا کہ آج کل ہندو، گائے کی قربانی موقوف کرانے کے لیے زبردست کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت کو پیش کرنے کے لیے ایک درخواست تیار کی ہے،

جس پر کروڑوں افراد کے دستخط ہیں، ایسے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

”گائے کی قربانی شعائرِ اسلام سے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ“ اور اونٹ، گائے، بیل ہم نے ان کو کیا تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے۔“

مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملہ کے انسداد میں شرکت

ناجائز و حرام ہے۔“ لہ

امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علما سابقہ سنت کے فتاویٰ کا یہ اثر ہے کہ بجز تعالیٰ آج بھی ہندوستان کے سبھی مسلمان تمام تر دہشت گردی کو برداشت کر کے گائے کی قربانی ایسے شعائرِ اسلام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اگر علماء اسلام بروقت اس سازش کا سدباب نہ کرتے، تو آج ہندوستان میں اس شعارِ اسلام کا نام و نشان تک مٹ چکا ہوتا۔

اسلامیہ کالج لاہور

ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے اور تعلیمی لحاظ سے پسماندہ، اسی لیے وہ ملازمتوں اور عہدوں میں بھی ہندوؤں سے خطرناک حد تک پیچھے تھے۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اپنی مشہور کتاب ”النور“ میں اعداد و شمار کی روشنی میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس ہے۔ تین مسلمانوں کے (علی گڑھ، لاہور، اور پشاور) اور ایک سو بائیس ہندوؤں کے۔ سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی

چھیالیس ہزار چار سو سینتیس (۴۶۴۳۷) ہے، جن میں سے مسلمان چار ہزار
آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں، ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ
(۴۱۵۶۲) ہے۔

جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم
ہوں، اُس قوم کا یہ ادعاء اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں، اگر خبط و سودا
نہیں تو اور کیا ہے؟" لے

تحریک ترک موالات کے لیڈر ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی
وغیرہ گاندھی کے ایماء پر علی گڑھ کالج کو تباہی سے ہمکنار کر کے لاہور پہنچے اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء
کو ایک جلسہ میں مطالبہ کیا گیا کہ اسلامیہ کالج، لاہور کو یونیورسٹی سے الحاق ختم کر دینا چاہیے
اور حکومت کی طرف سے بصورت گرانٹ ملنے والی رقم، تیس ہزار روپے سالانہ سے دو ہزار
ہونا چاہیے۔ لے

مسٹر گاندھی جو بنارس یونیورسٹی کے ہندو طلبہ کو اس انداز میں تلقین کرتے ہوئے نظر
آتے ہیں،

"میں پنڈت مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق

کارروائی کرنی چاہیے۔ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر

آپ میری دلیوں سے قائل نہ ہوں، تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں، بلکہ

وہی گاندھی جب مسلمان طلبہ سے خطاب کرتے ہیں، تو انداز قطعاً مختلف ہے ابوالکلام آزاد

کے کندھے پر بندوق رکھ مسلمان طلبہ کو نشانہ کی زد پر لیتے ہوئے کہتے ہیں،

پروفیسر مولوی حاکم علی (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱۳

لے محمد صدیق، پروفیسر؛

ص ۹۹

لے ایضاً؛

ص ۲۰

ہندوؤں سے ترک موالات

لے تاج الدین احمد تاج، منشی؛

”آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے، جن کے کالجوں اور مدرسوں میں لٹکے پڑھتے ہیں۔ مولانا آزاد نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو صبح ہی سے لڑکوں کو مدرسوں میں نہ بھیجو۔“ لہ

علامہ اقبال، انجمن حمایت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری تھے جس کے ماتحت اسلامیہ کالج چل رہا تھا اور مولانا کھلی وائس پرنسپل کالج ہنگامے کی تذرہ ہوا، تو مولانا حاکم علی نے ایک استفتاء امام احمد رضا خاں بریلوی کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ یونیورسٹی کے ساتھ کالج کے الحاق کے برقرار رکھنے اور حکومت سے امداد لینے کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے تحریر فرمایا:

”وہ الحاق و اخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ورنہ ضرور ناجائز اور حرام ہوگا۔ پھر مخالفین کے غلط رویے کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خود مانعین کا طرز عمل ان کے کذب و دعویٰ پر شاہد، ریل، ڈاک ہمارے متمتع کیا معاملات نہیں؟ فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا، عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام، اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل، تار، ڈاک ہمارے ہی ملک ہیں۔ ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں۔ سبحان اللہ! تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے؟ وہ بھی یہیں کا ہے، تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع، اس اُلٹی عقل کا کیا علاج؟“ لہ

لہ محمد صدیق، پروفیسر؛ پروفیسر حاکم علی، ص ۹۸ (بحوالہ روزنامہ زمیندار لاہور)

لہ احمد رضا بریلوی، امام؛ رسائل رضویہ (مکتبہ حادیہ، لاہور) ج ۲، ص ۸۵

لہ ایضاً؛ ” ” ” ” ج ۲، ص ۸۵-۶

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء کو چودھری عزیز الرحمن نے لاہور سے ایک استفتا ارسال کیا، جس کے لہجے میں تلخی تھی، انہوں نے لکھا:

”کیا ایسے وقت میں اسلامی حمیت و غیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہو جائیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں؟“

امام احمد رضا بریلوی نے بستر مرگ سے ڈیڑھ سو صفحات پر پھیلا ہوا تفصیلی جواب دیا جس کی ایک سطر سے ملت اسلامیہ کا درد چھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ جواب الحجۃ المؤمنہ فی آیۃ الممتحنہ کے نام سے پہلے بریلی اور پھر لاہور سے چھپ چکا ہے۔ یہ کتاب دو قومی نظریہ کے سمجھنے کے لیے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جناب پروفیسر محمد مسعود احمد، پرنسپل گورنمنٹ کالج کھٹک، سندھ نے ایک مقالہ فاضل بریلوی اور ترک موالات میں اس کتاب کا تفصیلی اور جامع تعارف پیش کیا ہے، جو لائق مطالعہ ہے۔

سر سید کے دور میں جب نہ صرف انگریزی وضع قطع اور تعلیم بلکہ انگریزی فکر کو بھی بہ طور فیشن اپنایا جا رہا تھا۔ امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت نے ان پر سخت تنقید کی تھی۔ پھر جب رُخ بدلا اور انگریز کی بجائے ہندو کو اپنا ملجا و ماؤی اور امام بنا یا جانے لگا، تو علماء اہل سنت نے اس کا بھی سختی سے نوٹس لیا۔ دونوں زمانوں میں ان کا مقصد و مدعا رضائے الہی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتاویٰ اہل سنت نے دیئے کلام الہی و احکام الہی بیان کیے، تو یہ ان (لیڈروں) کے دھرم میں انگریزوں کو خوش کرنے کو ہونے وہ جو ہیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اپنچی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈروں نے بیٹھے ہیں کیا اس کا

رد علمائے اہل سنت نے نہ کیا، وہ کس کے خوش کرنے کو تھا؟ لہ
پھر انگریز نوازی کے الزام کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
بات یہ ہے کہ

عَلِ الْمَرْءِ يَقِيْسُ عَلَى نَفْسِهِ

(آدمی اپنے ہی احوال پر کرتا ہے قیاس)

لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید و غلامی، خوشنودی نصاریٰ
کوئی اب کہ ان سے بگڑی ان سے بد بجا بڑھ کر خوشنودی ہنو کو ان کی غلامی لی۔
سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ! خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے، حالانکہ
اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہارِ مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی
نہیں ہوتا، صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام
پہنچانا، واللہ الحمد!

کھنیے! ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار
در ہزار لعنتیں، جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو،
نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے (کوئی) حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول، تہنیر
آگاہی مسلمین کے لیے بتایا، بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد و عا ہو
اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور
آدمیوں، سب کی ہزار در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین (ہنود)
کے لیے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام و احکام،
تحریف و تغیر سے کایا پلٹ کر ڈالے، شعائرِ اسلام بند کیے، شعائرِ کفر پسند کیے،
مشرکوں کو امام و ہادی بنایا، ان سے وادو اتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین

بالآخر ۱۹۲۰ء کو علامہ اقبال کی ذاتی کوششوں سے اسلامیہ کالج دوبارہ کھل گیا اور اس طرح طلبہ بہت بڑے تعلیمی نقصان سے بچ گئے۔

تحریک ہجرت

تحریک ترک موالات کے زمانے میں ایک تحریک یہ بھی اٹھی کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کر جانا چاہیے۔ علمائے اہل سنت نے اس کی سختی سے مخالفت کی جو لوگ ہندوؤں کی چال کو نہ سمجھ سکے، ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”ربا دار الاسلام، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی، بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی“

ہندوؤں کی مہلک سازشوں کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے:

اول، اُس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم، یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم، یہ بھی نہ ہو سکے، تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف (ہندو) نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دیتے اور ان کی آنکھیں نہیں

کھلتیں، خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں۔

اولاً، جہاد کے اشارے ہوتے، اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں

کا فنا ہونا تھا (کیونکہ ان میں طاقت نہ تھی ۱۲ قادری)

ثانیاً، جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرا (فریب) دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں، ملک ہماری کبڑیاں کھیلنے کو رہ جاتے، یہ اپنی جائیدادیں کوڑیوں کے مول پچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں، بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں، ان کی مساجد و مزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً، جب یہ بھی نہ بھی، تو ترکِ ممالک کا جھوٹا حیلہ کر کے ترکِ معاشرت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مال گزاری، ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو۔ امر اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہری نام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لیے کہ ہر صیغہ، ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں۔ جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے۔ حقوقِ اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے، تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔“ لہ

ہجرت کر کے جانے والوں کا جو حشر ہوا، اس کا ہلکا سا نقشہ رئیس احمد جعفری کی تحریر میں دیکھا جاسکتا ہے،

”پھر ہجرت کی تحریک اٹھی، ۱۸ ہزار مسلمان اپنا گھر بار، جائیداد، اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر — خریدنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے۔ افغانستان ہجرت کر گئے، وہاں جگہ نہ ملی، واپس کئے گئے، کچھ مر کھپ گئے، جو واپس آئے تباہ حال، خستہ، درماندہ، مفلس قلاکش، تہی دست بے نوا، بے یار و مددگار، اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے ہیں، تو کیا کہتے ہیں؟ اور اگر جناح نے اسے ہلاکت خیز کہا تھا، تو کیا غلط کہا تھا؟“ لہ

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی دُور رس نگاہوں نے جو کچھ محسوس کیا تھا، وہ کس قدر صحیح اور بروقت تھا۔

جہاد

اسلامی فرائض میں جہاد اہم ترین فریضہ ہے، لیکن یہ اُسی وقت فرض ہوگا، جب اس کی شرائط پائی جائیں، اس کی اہم شرائط میں سے سلطانِ اسلام اور قوت کا موجود ہونا ہے، اسی لیے امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا تھا:

”مفلس پر اعانت مال نہیں، بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں، و لہذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔“ لے

ایک دوسری جگہ قوت و طاقت کے شرط ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
”سلطانِ اسلام جس پر اقامتِ جہاد فرض ہے، اُسے بھی کافروں سے پہلے حرام ہے جبکہ ان کے مقابلہ کے قابل نہ ہو۔ مجتبیٰ و شرح نقایہ ورد المختار کی عبارت گزشتہ،

هَذَا إِذَا غَلَبَ عَلَى ظَنَانِهِ يَكْفِيهِمْ وَالْأَفْلَاحُ قِتَالَهُمْ
(یہ اس وقت ہے جب گمانِ غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے، ورنہ ان سے لڑنا حلال نہیں) لے

ظاہر ہے کہ اس وقت ہندوستان میں نہ تو سلطانِ اسلام موجود تھا اور نہ ہی طاقت، پھر صا د کس بتے پر کیا جاتا؟

امام احمد رضا بریلوی کے ان فتاویٰ کی بنا پر کہا جاتا ہے:

دوامِ بعیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۰۸

لے احمد رضا بریلوی، امام؛

ج ۲، ص ۲۱۰

رسائلِ رضویہ

لے ایضاً؛

”اسی لیے مسلمانوں میں مشہور ہو گیا کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور ان کے

لیے کام کر رہے ہیں“ (ترجمہ) لہ

امام احمد رضا بریلوی نے ایک حکم شرعی بیان کیا تھا، جس میں نہ تو انگریزوں کی طرف ذاری مقصود تھی اور نہ ہی چا پلوسی اور خوشامد، جبکہ علماء اہل حدیث نے نہ صرف حرمت جہاد کا فتویٰ دیا، بلکہ خوشامد اور تملق کے تمام درجے طے کر گئے، تفصیل کے لیے اسی کتاب کا دوسرا باب ملاحظہ کیا جائے، سر دست صرف ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی، اہل حدیث کے وکیل اور صف اول کے راہنما تھے، انہوں نے ۱۸۷۶ء میں ایک رسالہ الاقتصاد لکھا، جس کا مقصد ایک طرف تو مسلمانوں سے جہاد کے جذبے کو ختم کرنا تھا اور دوسری طرف برٹش گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا تھا، یہ ان کی انفرادی رائے نہ تھی، بلکہ لاہور سے عظیم آباد، پٹنہ تک سفر کر کے بڑے بڑے علماء کو یہ رسالہ حرف بحرف سنایا اور ان کی تائید حاصل کی۔ ہندوستان اور پنجاب کے جن شہروں تک وہ نہ پہنچ سکے، وہاں اس رسالہ کی کاپیاں بھجوا کر علماء کی تصدیق حاصل کی۔ پھر ۱۸۷۹ء میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو اپنے رسالہ اشاعت السنۃ کی جلد ۲، نمبر ۱۱ کے ضمیمہ میں شائع کیا، جس پر صد ہا حوام و خواص (اہل حدیث) نے ان مسائل پر اتفاق کا اظہار کیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ رسالہ علماء اہل حدیث کا متفقہ فیصلہ تھا۔

اس رسالہ میں بٹالوی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ اس وقت دُنیا بھر میں شرعی جہاد کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں:

”ان دو نتیجوں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہم جب کبھی بعض اخبارات میں نیو سبر

۱۰ ظہیر: السبریلویہ ص ۲۳

۲ محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد فی مسائل الجہاد (دکنور پریس، لاہور) ۲-۳

دیکھتے ہیں کہ سلطنتِ روم یا ریاستِ افغانستان وغیرہ بلادِ اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے، تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہیں آتا کہ اس وقت روئے زمین پر امام کہاں ہیں، جس کی پناہ میں اور اس کے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں۔ یہ خوف فریقین کا اس وقت بجاتھا، جبکہ جہادِ اسلام کا اصلی فرض ہوتا اور تقررِ امام کے سوا مسلمانوں کا اسلام صحیح یا کامل نہ ہوتا۔“ لہ

اس عبارت سے صراحتاً چند امور سامنے آتے ہیں:

- ۱۔ امام کا تقرر ضروری نہیں، اس کے بغیر کمالِ ایمان میں بھی فرق نہیں آتا۔
- ۲۔ چونکہ امام کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا، اس لیے ہندوستان میں نہ تو جہاد شرعی ضروری ہے اور نہ ہی اس کا جواز ہے۔

۳۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے کسی خطے پر بھی جہاد نہیں ہو سکتا۔

۴۔ جہادِ اسلام کا فرض اصلی نہیں ہے۔

اب اگر کوئی شخص مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہم نوا علماء اہل حدیث کو انگریزوں کے ساختہ پرواختہ قرار دے، تو اسے قوی دلائل میسر آجائیں گے۔ امام احمد رضا بریلوی کا موقف یہ تھا کہ مسلمانانِ ہند کے پاس قوتِ جہاد نہیں ہے، اس لیے ان پر جہاد واجب نہیں ہے۔ یہ موقف ہرگز نہیں تھا کہ طاقت ہوتے ہوتے بھی جہاد فرض نہیں ہے اور نہ ہی ان کا یہ موقف تھا کہ جہاد فرض اصلی نہیں ہے۔

تحریکِ خلافت و ترکِ موالات

”امام احمد رضا پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک کافر اور غاصب

لہ محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد فی مسائل الجہاد (دکٹوریہ پریس، لاہور) ص ۳-۴

انگریزی استعمار سے ترکِ موالات حرام ہے۔" ۱
اس بے بنیاد الزام کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ موالات
ہر کافر سے حرام ہے، خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، انہیں لیڈروں کے اس رویے سے اختلاف تھا
وہ انگریزوں سے نہ صرف موالات بلکہ معاملات بھی حرام قرار دیتے تھے اور ہندوؤں سے
مالیات چھوڑا تھا تا تک جائز قرار دیتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

"موالات ہر کافر سے حرام ہے، اوپر واضح ہو چکا ہے کہ رب عزوجل نے عام کفار
کے نسبت یہ احکام فرمائے، تو بزور زبان ان میں سے کسی کافر کا استثناء ماننا
اللہ عزوجل پر افتراء ہے بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے۔" ۲
اس سے زیادہ صراحت سے فرماتے ہیں:

"قرآنِ عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی، مجوس
ہوں، خواہ یہود و نصاریٰ ہوں، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدان عنود، اور یہ
بدعیانِ ترکِ موالات، مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں۔ پھر
ترکِ موالات کا دعویٰ" ۳

مشہور ماہرِ تعلیم اور بین الاقوامی اسکالر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:
"انہوں نے اپنے پیروکاروں پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ تبصغیر کا ان کا کوئی منہم عصر ماہر
الہیات اپنے پیروکاروں پر مرتب نہ کر سکا۔ تحریکِ خلافت کے آغاز میں
عدم تعاون کے فتوے پر دستخط لینے کے لیے علی برادران ان کی خدمت میں حاضر

۱۔ ظہیر: السبریلویہ ص ۴۲

۲۔ امام: فتاویٰ رضویہ (مبارک پور) ج ۶، ص ۱۲

۳۔ ایضاً: " " " " " " ص ۱۹۲

ہوتے، انہوں نے جواب دیا:

مولانا، آپ کی اور میری سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف۔

جب مولانا نے دیکھا کہ علی بردران رنجیدہ ہو گئے ہیں، تو انہوں نے کہا: مولانا! میں (مسلمانوں کی) سیاسی آزادی کا مخالف نہیں، میں تو ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔“ لے

محمد جعفر شاہ پھلواری ترک موالات کے زبردست حامی تھے، اسی حمایت کے سبب انگریزی تعلیم چھوڑ کر عربی شروع کر دی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

”ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بریلوی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ! وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔ تحریک ترک موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا، اس لیے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا، مذہبی تعصب اور تنگ دلی کارنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا، لے

۷ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں کو اگرچہ انگریزوں سے شدید نفرت تھی، لیکن ان کی دُور رس نگاہیں مستقبل میں اس تحریک کے انجام کو دیکھ رہی تھیں، وہ جانتے تھے کہ اس برصغیر میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور وقتی طور پر یہ ایک فریب ہے“

معارفِ رضا (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۷

جہانِ رضا (مجلسِ رضا، لاہور)، ص ۱۲۵

۱۔ سید محمد ریاست علی قادری،

۲۔ محمد مرید احمد چشتی،

جو اکثریت اقلیت کو دے رہی ہے۔ نتیجتاً اگر یہ تحریک کامیاب بھی ہو جائے تو ہندوؤں کی اکثریت ہر شعبہ زندگی میں اقلیت پر اثر انداز ہوگی اور عجب نہیں کہ یہ تحریک اکثریت میں ادغام کی صورت اختیار کر لے۔“ لے

دارالاسلام

ہندوستان پر سات سو سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا۔ انگریز تاجرین کرانے اپنی فطری عیاری سے حکمران بن بیٹھے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں پنجاب، سرحد اور ملتان کے علاوہ تمام ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہو گئی۔ اب علماء میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فقہائے احناف کے تین اقوال بیان فرماتے ہیں کہ لا اسلام دارالحرب کب ہوتا ہے؟ پھر تیسرے قول کو ترجیح دیتے ہوئے ہندوستان کو لہجہ قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

”وہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند و برین تقدیر معمولہ انگریزوں

و اشباہ ایشان لاشبہ دارالحرب است۔“

اور جب ہندوستان دارالحرب قرار پایا تو ان سے سُو دینا بھی جائز ٹھہرا، البتہ جبراً

نہیں چھین سکتا۔

وانما حرم تعرضہ لاموالہم لمانیہ من نقض

العہد واذا بذلوها بالرضا فلا وجہ للحرمة۔“

مسلمان کے لیے حرمیوں کے مال سے تعرض کرنا حرام ہے کہ اس میں عہد

کی خلاف ورزی ہے اور اگر بخوشی دیں تو اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔“

اقبال اور علمائے پاک و ہند (اقبال کادمی لاہور) ص ۲۰۸

لے اعجاز الحق قدوسی؛

ص ۱۵۲

لے ایضاً؛

فتاویٰ عزیزی (مطبع مجتہبائی) ج ۱ ص ۱۱۰

لے عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ

ص ۱۰۹

”

”

لے ایضاً ”

بعد کے علماء میں یہ مسئلہ شدید اضطراب کا باعث بنا رہا۔ دیوبندی مکتب فکر کے مولانا رشید احمد گنگوہی کے اس موضوع پر مختلف فتاویٰ موجود ہیں۔ سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں:

”ان تینوں تحریروں کو سامنے رکھا جائے، تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مولانا گنگوہی نے ہندوستان کی نسبت فرمایا:

(الف) ہندو دارالحرب ہے۔

(ب) ہند کے متعلق بندہ کو خوب تحقیق نہیں۔

(ج) ہندو دارالامان ہے۔

اب کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلاتیں کیا؟ ۱

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا فتویٰ بھی گوگو کی کیفیت پیش کرتا ہے، کہیں وہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں شبہ ہے اور میرے نزدیک راج یہ ہے کہ دارالحرب ہے کہیں کہتے ہیں کہ ہجرت کے معاملے میں دارالحرب اور سود کے معاملے میں دارالسلام قرار دینا چاہیے۔ ۲

مولوی محمود حسن کہتے ہیں کہ دونوں فریق صحیح کہتے ہیں۔ ۳

علامہ انور شاہ کشمیری، ہندوستان کو دارالامان قرار دیتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے ٹرسٹی سعید احمد اکبر آبادی دار کی چار قسمیں بیان کرتے ہیں: دارالسلام، دارالحرب، دارالعہد اور دارالامان اور آخر میں کہتے ہیں:

۱۔ سعید احمد اکبر آبادی: ہندوستان کی شرعی حیثیت (علی گڑھ) ص ۶-۳۵

۲۔ محمد قاسم نانوتوی: قاسم العلوم، مکتوبات (ناشران قرآن، لاہور) ص ۳۷۱

۳۔ ایضاً: ص ۳۶۲

۴۔ حسین احمد مدنی: سفرنامہ شیخ الہند (مکتبہ محمودیہ، لاہور) ص ۱۶۶

۵۔ سعید احمد اکبر آبادی: ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۳۴

”مملکت ہندوستان جو بالفعل پادشاہ عیسائی مذہب کے قبضہ اقتدار میں

ہے، مطابق فقہ مذہبِ حنفی کے دارالاسلام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے“ ۱

ان کی تقریر کے بعد مولوی فضل علی، مولوی ابوالقاسم عبدالحکیم، مولوی عبداللطیف
سیکرٹری مجلس، شیخ احمد آفندی انصاری مدنی، سید ابراہیم بغدادی نے اپنی تعاریر میں
مولانا کرامت علی جوہری کی تائید کی۔

اس کے علاوہ اس رسالہ میں حضرت شیخ جمال بن عبداللہ حنفی، مفتی مکہ معظمہ، علامہ
سید احمد دحلان مفتی شافعیہ، مکرّمہ مکرّمہ، شیخ حسین بن ابراہیم، مفتی مالکیہ مکہ معظمہ، علامہ
عبدالحق خیرآبادی اور مفتی سعد اللہ کے فتاویٰ موجود ہیں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ ۲
مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

”بلاد ہند جو قبضہ نصاریٰ میں ہیں، دارالحرب نہیں ہیں“ ۳

مولوی اشرف علی تھانوی بھی دارالاسلام ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ۴

رسالہ اعلام الاعلام اور تھانوی صاحب کا یہ رسالہ دو اہم فتوے کے نام سے
مکتبہ قادریہ، لاہور سے چھپ چکا ہے۔

اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

”علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام

والا مقام فرنگ فرماں روا ہیں، اس وقت سے یہ ملک دارالحرب یا دارالاسلام؟

حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا پڑا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ

اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ (نول کثیر لکھنؤ) ص ۳

۱ کرامت علی جوہری، مولانا،

ص ۲۹-۴۰

۲ ایضاً؛

مجموعہ فتاویٰ (مطبع یونیورسٹی لکھنؤ) ج ۱، ص ۳۰۲

۳ عبدالحی لکھنوی، مولانا،

تحدیر الاخوان (تھانہ مجھوں) ص ۹

۴ اشرف علی تھانوی؛

دارالحرب نہیں ہے" (حاشیہ سورۃ نساء رکوع ۱۲ لے

امام احمد رضا پر بے اصل الزام لگایا جاتا ہے،

وہ ہر تحریک آزادی کے مخالف تھے، انہوں نے حرمت جہاد کا فتویٰ دیا۔

دلیل یہ دی کہ ہند دارالحرب نہیں ہے اور اعلان جہاد دارالحرب ہی میں ہوتا

ہے، صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ دوسروں کو راضی کرنے کے لیے کہا کہ

ہند دارالاسلام ہے اور اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا۔" (ترجمہ ملخصاً) لے

مخالفت کا یہ انداز اور اتہام پر دازی کا یہ اسلوب قطعاً محمود نہیں ہے۔ مولانا

کرامت علی جوہر پوری خلیفہ سید صاحب، نواب بھوپالی، بٹالوی صاحب، میاں نذیر حسین صاحب

ڈپٹی نذیر احمد، تھانوی صاحب اور مولانا عبدالحی لکھنوی سب ہی تو دارالحرب کی نفی کر رہے

ہیں۔ کیا ان سب ہی کو دشمن آزادی قرار دیا جائے گا؟ نواب صاحب، بٹالوی صاحب اور

مولانا جوہر پوری تو دارالاسلام قرار دے رہے ہیں، کیا ان پر بھی انگریزوں کو خوش کرنے کا الزام لگایا

جائے گا؟ اور اگر نہیں تو ترجمان دیباہ اور اشاعت السنۃ کی فائلوں کو دیکھیے، انگریزوں

کو راضی کرنے کے ایسے ایسے منظر سامنے آئیں گے کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ پیش نظر

کتاب کے دوسرے باب کا مطالعہ بھی سودمند رہے گا۔

ہندوؤں کا تعصب

ہندوؤں کی تنگ نظری کا عالم آشکار ہے، مسلمانوں کی دشمنی تو ان کی گھٹی میں پڑی

ہوتی تھی،

"ہندوؤں کے باورچی خانہ میں اگر کتا چلا جائے، تو باورچی خانہ ناپاک نہیں

ص ۵۳

ہندوستان کی شرعی حیثیت

لے سعید احمد اکبر آبادی،

ص ۴۰

المسیریلوپیہ

لے ظہیر

ہوتا، لیکن اگر مسلمان کا سایہ بھی پڑ جائے، تو باورچی خانہ ناپاک ہو جاتا ہے، کیونکہ مسلمان ملیچھ جو مٹھہرے۔ ایک ہندو حلوائی کی دوکان پر جا کر مسلمان ایک ذلیل بھنگی کی طرح سودا خریدتا ہے اور کسی مسلمان کی مجال نہیں کہ ہندو کی کسی چیز کو ہاتھ لگا سکے۔ لے

امام احمد رضا، تحریک ترک موالات کے لیڈروں کی ہندو دوستی (موالات) پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جب ہندوؤں کی غلامی مٹھہری، پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری؟ وہ تمہیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں۔ تمہارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے۔ سودا بیچیں تو دُور سے ہاتھ میں ڈال دیں۔ پیسے لیں تو دُور سے پاپنکھا وغیرہ پیش کر کے اُس پر رکھوا لیں۔ حالانکہ بحکم قرآنی خودداری نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس مٹھہر بیت اللہ (مسجد) میں لے جاؤ جو تمہارے ہاتھ رکھنے کی جگہ ہے۔ وہاں ان کے گندے پاؤں رکھواؤ۔ مگر تم کو اسلامی جس ہی نہ رہا، محبت مشرکین نے اندھا کر دیا۔“ لے

گاندھی کی ملاقات سے انکار

تحریک کا وہ دور، طوفانِ بلا خیز تھا، ہند کے سامری، گاندھی نے ایسا جادو بھونکا کہ بڑے بڑے لیڈر، دست بستہ اس کے پیچھے چلتے تھے اور اس کی ملاقات کو وجہ سعادت جانتے تھے۔ امام احمد رضا غیرتِ اسلامی کا وہ پیکر مجسم تھے کہ کسی بھی کافر کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

تحریکِ خلافت کے دور میں انہیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے گاندھی نے ملاقات کا پروگرام بنایا، لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔

ڈاکٹر مختار الدین آرزو، علی گڑھ لکھتے ہیں،

”ایک صاحب ایک دن بہت خوش خوش آئے اور گاندھی جی کا پیغام حضرت کے پاس لائے کہ وہ بریلی آکر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے بہت مختصر جواب دیا، فرمایا:

گاندھی جی کسی دینی مسئلے کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے؟ اور دنیاوی معاملہ میں، میں کیا حصہ لوں گا، جبکہ میں نے اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے اور دنیوی معاملات سے کبھی غرض نہیں رکھی تھی۔“

یاد رہے کہ امام احمد رضا بریلی کے محلے میں رہتے تھے، وہاں سب ہندو رہتے تھے، مسلمانوں میں سے آپ کا خاندان رہتا تھا۔ اس کے باوجود آپ کے جذبہ ایمانی کا یہ عالم تھا کہ بے خوف و خطر اسلامی تعلیمات کا پرچار کرتے تھے اور ان کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے۔

تحریکِ خلافت

اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ترکی پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف ہندوستان کے مسلمانوں نے غم و غصہ کا اظہار اور احتجاج کرنے کے لیے تحریک چلائی تھی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی، مجلسِ خلافت کی رُوح رواں تھے۔ امن اور عدم تشدد کے حامی مسٹر گاندھی نے اس اشتعال سے فائدہ اٹھایا، وہ اپنی فسوں کاری سے اس تحریک کا لیڈر اور امام بن گیا۔ مسلم لیڈروں نے اس کے فریب میں آکر وہ وہ ناکردنی کام

۱۔ مختار الدین آرزو، ڈاکٹر؛ انوارِ رضا و شرکتِ حنفیہ، لاہور) ص ۳۶۱

کہتے کہ اسلامی سوچ اور فکر رکھنے والے علماء تڑپ اُٹھے۔ گاندھی جو کٹر ہندو تھا، وہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہا تھا، ورنہ اسے مسلمانوں کے مصائب اور مقاصد سے کیا بہد روی ہو سکتی تھی؟

”وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام طاہر و بادشاہ باطن ہے، یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا؟ کہ مسلمان اگر قربانی گاؤں چھوڑیں گے، تو ہم تلوار سے چھڑا دیں گے یہ لہ

علماء اہل سنت نے گاندھی کا پس رو بننے سے انکار کر دیا، اگرچہ وہ خلافت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت کا نام ہی کیوں نہ لیتا ہو، وہ کسی صورت میں بھی اسے امام بنانے پر تیار نہ ہوئے۔

ماہ شوال ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء کو صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے السواد الاعظم، مراد آباد میں ”خلافت کمیٹی کی فتنہ سامانیاں اور علماء اہل سنت کی کارگزاریاں“ کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے مسلمانوں کی عالمی زبوں حالی، ہندوستانی مسلمانوں کے جوش اور جذبے کو بیان کرتے ہوئے ان مفاسد کی نشان دہی کی ہے جن کا ارتکاب لیڈر کر رہے تھے۔ نیز وہ طریقے بھی تجویز کیے، جن سے ترک بھائیوں کی امداد کی جاسکتی تھی، نیز وہ فرماتے ہیں:

”قیامت نما نوازل (مصائب) بلاد اسلامیہ کو تہ وبال کر ڈالتے ہیں، مقامات مقدسہ کی وہ خاک پاک جو اہل اسلام کی چشم عقیدت کے لیے طوطیا سے بڑھ کر ہے، کفار کے قدموں سے روندی جاتی ہے۔ حریم محترمین اور بلاد طاہرہ کی حرمت ظاہری طور پر خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے دل کیوں پاش نہ ہو جائیں؟ ان کی آنکھیں کیا وجہ سے کہ خون کے دریا نہ بہائیں؟ سلطنت اسلامیہ کی

اعانت و حمایت خادم الحرمین کی مدد و نصرت مسلمانوں پر فرض ہے۔“ لہ
پھر مسلمانوں کی جدوجہد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہندوستان میں مسلمان برابر جلسہ کر کے پُر زور تقریروں میں جوش کا اظہار
کر رہے ہیں۔ سلطنتِ بریتش سے ترکی اقتدار کے برقرار رکھنے کی درخواستیں کی
جاتی ہیں، ترکی مقبوضات واپس دینے کے مطالبے کیے جاتے ہیں، اسی
مقصد کے لیے رزولوشن پاس ہوتے ہیں، وفد بھیجے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہا
جاسکتا کہ یہ تدبیریں کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہیں؟ لہ

اس تحریک میں ہندوؤں کو ساتھ ملا لیا گیا، علمائے اہل سنت اس تحریک میں شامل
نہ ہوئے اور علمائے اہل سنت کے اس تحریک میں شامل نہ ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے
تحریر فرماتے ہیں:

”اگرچہ یہ مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔“

حقاً کہ باعقوبتِ دوزخ برابر است

رفتن بیاتے مردتی ہم سایہ در بہشت

لیکن مذہب کا فتویٰ اس (ہندوؤں کے شامل کرنے) کو ممنوع اور ناجائز قرار
نہیں دیتا..... لیکن صورتِ حالات کچھ اور ہے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان
مطالبہ کرتے اور ہندوان کے ساتھ متفق ہو کر بجا ہے اور درست ہے، پکارتے
مسلمان آگے ہوتے اور ہندوان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے، تو
بے جا نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور
مسلمان آئین کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں۔

لہ غلام معین الدین نعیمی، سید
حیات صد الافاضل (ادارہ جامعہ نعیمیہ رضویہ، لاہور) ص ۹۹

لہ ایضاً،

ص ۱۰۰

پہلے مہاتما گاندھی کا حکم ہوتا ہے، اس کے پیچھے مولوی عبدالباری کا فتویٰ معتقد کی طرح سر نیاز خم کرتا چلا جاتا ہے۔ ہندو آگے بڑھتے ہیں اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے اپنا دین و مذہب ان پر نثار کرتے چلے جاتے ہیں۔ لہ

دین و مذہب کے نثار کرنے کی کیفیت گزشتہ صفحات میں کسی قدر پیش کی جا چکی ہے

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ نے فرمایا تھا اور بالکل بجا فرمایا تھا،

”مسلمانوں کا حقیقی نصب العین، دین و مذہب، اللہ تعالیٰ نے قرار دیا ہے، دنیا ان کے پاس دین کی رونق اور مذہب کی خدمت کے لیے ہے۔ جب دین و مذہب ہی نہ رہا تو ملعون ہے، وہ سلطنت جو ایمان کے عوض ملے اور صد ہا لعنت ہے اس حکومت پر جو اسلام بیچ کر خریدی جاتے“ لہ

الائمة من قریش

تحریک خلافت سے اس کی فتنہ سازانیوں کے سبب، علماء اہل سنت کی بے تعلقی کا اجمالی پس منظر گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے، اس لیے یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، ٹبریلوی نے ایک اور رسالہ دوام العیش لکھا جس میں انہوں نے خلافت ترکیہ کی امداد کرنے والوں کے دعویٰ کو رد کیا اور دلیل یہ پیش کی کہ خلیفہ قریشی ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ ترکی کے عثمانی حکمران قریشی نہیں ہیں، اس لیے ان کی خلافت ثابت نہیں، اسی بنا پر ہندوستان کے مسلمانوں پر ان کی نصرت و امداد لازم اور خلافت کے لیے انگریزوں سے جنگ جواز نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ

ص ۱-۱۰۰

حیات صدر الافاضل

۱۰ غلام معین الدین نعیمی، سید،

ص ۲۰

الرشاد (مکتبہ رضویہ، لاہور)

۲۰ سلیمان اشرف بہاری، سید،

تصریح کی کہ:

ترکوں کی حمایت، محض دھوکہ ہے، ورنہ خلافت کا نام لینے سے مقصد

ہندوستان کی اراضی کی آزادی ہے۔

ایک سوال کے جواب میں کہ سلطنت ترکیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں؟

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”سلطنتِ علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ نہ سلطنتِ اسلام،

نہ صرف سلطنتِ جماعتِ اسلام، نہ صرف جماعتِ ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی

ہر مسلمان پر فرض ہے، اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی؟ دل سے خیر خواہی

مطلقاً فرض عین ہے اور وقت حاجت و دعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو

چاہیے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے۔

کیا اب بھی یہ کہنے کا جواز رہ جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سلاطینِ ترکیہ کی

امداد کو اس بناء پر غیر ضروری قرار دیتے تھے۔

پھر غلط ترجمہ کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک تحریک کا

مقصد آزادی ہند تھا، جس کی انہوں نے مخالفت کی۔ اصل عبارت دیکھنے سے غلط بیانی کا

پردہ چاک ہو جائے گا۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اصل مقصود بغلامی ہنود

سوراج کی چکھتی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے،

بھاری بھرم خلافت کا نام لو، عوام بھریں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمنا کی

مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے۔

ص ۲-۳

البریلویہ

لہ نظیر:

دوام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۲۶

امام احمد رضا بریلوی، امام،

اے پس رو مشرکان بزمنم نہ رسی!
کیں رہ کہ تومی روی بہ گنگ و جن است

اس عبارت کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ لیڈر، خلافت کا نام محض مطلب بے آری کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ آزادی حاصل کر کے سیکولر (لا دینی) سٹیٹ قائم کی جائے جس میں قوت و اقتدار کا سرچشمہ ہندوؤں کے پاس ہو، کیونکہ وہ اکثریت میں ہیں اور مسلمان ان کے محکوم اور تابع محض ہوں۔ یہ وہ مقصد تھا جسے قبول کرنے سے امام احمد رضا نے انکار کیا تھا اور ہر صاحب بصیرت مومن کو اس سے انکار کرنا چاہیے۔

تحریک خلافت کے لیڈر، عامۃ المسلمین پر امام احمد رضا کے گہرے اثرات سے بخوبی واقف تھے، اسی لیے ہر قیمت پر انہیں اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے تھے۔ گاندھی نے ملاقات کا پیغام بھیجا تھا، جو اب آپ نے صاف انکار کر دیا۔ گزشتہ صفحات میں ان دونوں واقعات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فرنگی محل سے مولانا عبدالباری کے بار بار تقاضے آئے کہ آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؛ دارالافتاء بریلی سے جواب دیا گیا کہ ایسے مسائل دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ شاید خلافت کے نام سے ترک بھائیوں کو کوئی فائدہ پہنچ جائے، لیکن وہ نہ مانے، بلکہ انہوں نے شائع کر دیا کہ دارالافتاء بریلی خلافت کا منکر ہے اور کئی مواقع پر انہوں نے کہا کہ منکر خلافت کافر ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ خلیفہ شرعی کے لیے تو قریشی ہونا ضروری ہے اور سلطان ترکی قریشی نہیں۔ . . . تو انہوں نے کہا کہ خلافت شرعیہ کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں ہے۔ اے یہی بات ابوالکلام آزاد نے ایک رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب میں لکھی۔

کسی شخص نے مولانا فرنگی محل کے خطبہ صدارت اور ابوالکلام آزاد کے رسالہ کا حوالہ دے کر

لے احمد رضا بریلوی، امام؛ دوام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۶۵

لے مسطفی رضاخان قاری، مفتی اعظم ہند؛ تمہید دوام العیش ص ۱-۲

استفتاء بھیجا کہ کیا خلافتِ شرعیہ کے لیے قریشی ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا نے رسالہ دوام العیش تحریر فرمایا جو ایک مقدمہ اور تین فصول پر مشتمل تھا تیسری فصل شروع کی تھی کہ دیگر ضروری کاموں کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس خیال سے اس کی تکمیل نہ کی کہ ابھی اس کا وقت نہیں۔ وقت آتے گا، تو تکمیل کر کے طبع کرا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ وصال کے ایک سال بعد آپ کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند نے یہ رسالہ شائع فرمایا۔ لے

بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام احمد رضا نے دو رسالے اعلام الاعلام اور دوام العیش انگریزوں کی حمایت میں لکھے تھے، یہ تاثر ہرگز منصفانہ نہیں ہے۔ یہ دونوں رسالے آپ کے وصال کے بعد چھپے ہیں اور معمولی عقل والا انسان بھی سوچ سکتا ہے کہ اگر انگریزوں کو خوش کرنا مقصود ہوتا، تو یہ دونوں رسالے اپنی زندگی ہی میں شائع کر دیتے جبکہ ایسا نہیں ہوا، اس لیے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ الزام لگانے والے دیانت دارانہ بصیرت سے محروم ہیں۔

اس رسالہ میں امام احمد رضا نے حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں سے تقریباً پچاس احادیث اور اجلہ علماء و ائمہ کی بانوںے عبارات پیش کی ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت کے لیے قریشیت کے شرط ہونے پر احادیث حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ نیز اس مسئلہ پر صحابہ تابعین اور اہل سنت کا اجماع ہے۔ لے اور اس مسئلہ میں صرف خوارج یا بعض معتزلہ مخالف ہیں۔ لے

س ۳-۴۱

لے مصطفیٰ رضا قادری، مفتی اعظم ہند؛ تمہید دوام العیش

س ۷۵

دوام العیش

لے احمد رضا بریلوی، امام؛

ص ۴۶

لے ایضاً؛

۱۰۔ جب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے مقاصد علیہ کے صدر مولانا محمد
عظمیٰ نے تمام حجتِ تامہ کے عنوان سے ستر سوالات پر مشتمل ایک اشتہار چھاپ کر مولانا علی
برایونی ناظم جمعیتہ العلماء کے پاس بھیج دیا تاکہ ان پر خوب چھٹی طرح خود و خویش کو لیا جائے اور
اہل سنت میں ان کا جواب دے کر تصفیہ کی راہ ہموار کی جائے۔

تبادلہ خیال اور مناظرہ کے لیے جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے چار علماء کے نام پیش
کیے گئے،

- ۱۔ مولانا محمد امجد علی اعظمی
- ۲۔ مولانا حسنین رضا خاں
- ۲۔ مولانا ظفر الدین بہاری
- ۴۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

بعد میں علی گڑھ سے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری بھی تشریف لے آئے اور ان کا
نام بھی مناظرین کی فہرست میں شامل کر دیا گیا۔

ابوالکلام آزاد صد جمعیتہ العلماء بریلی مینجے اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ستر سوالات
اور مناظرہ کے مقام اور وقت کے تعین کے مطالبہ پر مشتمل اشتہارات دیکھے اور مذکورہ بالا علماء
کے ساتھ مناظرہ سے پہلو تہی کرتے ہوئے امام احمد رضا کو مخاطب کیا۔ یہ رویت کسی طور بھی مناسبت
نہ تھی۔ اقل تو امام احمد رضا اس وقت علیل تھے، دوسرا یہ کہ اشتہارات میں علمائے اہل سنت
کو ٹکریں اور منافقین کے نقاب دے کر ان پر تمام حجت کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ اب جب کہ
امام احمد رضا بریلوی کے خلفاء اور اہل سنت کے ذمہ دار علماء اس چیلنج کو قبول کر چکے تھے،
تو گریز کا کیا معنی؟

علماء اہل سنت کا تقاضا بڑھا، تو مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمعیتہ العلماء ہند
نے جواباً لکھ لیا،

افعال اور اقوال سے اختلاف ہے۔" لے

علامہ عبدالماجد دریا آبادی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی دھواں دار تقریر کا منظر

ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مخالفین کی طرف سے میدانِ خطابت کا ایک پہلو ان، نشہ زور اور سپلی تن، اکھاڑے میں اتارا گیا، کشتی پر کشتی مارے ہوئے، داؤں بیچ کی استادی میں نام پاتے ہوئے، اور اس نے تقریر یہ مارا، وہ مارا کے انداز میں شروع کی، جلسہ پر ایک نشہ کی سی کیفیت طاری اور خلافت والوں کی زبان پر و طیفیے یا حفیظ کے جاری" لے

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ارکانِ خلافت جس کروفر سے بریلی آئے تھے، وہ قائم نہیں رہ سکتا تھا۔

سید صاحب کی تقریر کے بعد ابوالکلام آزاد نے تقریر کی اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے پیش کردہ سوالات کا بالکل جواب نہ دیا، روتے سخن صرف سید صاحب کی طرف کھتا اور کہا کہ مجھ پر افسوس ہے کہ میں نے ناگپور کے خطبہ جمعہ میں گاندھی کو ستودہ صفات، نجستہ ذات وغیرہ الفاظ کہے تھے۔ کس نے قشقے کی اجازت دی؟ کس نے ہاتھ لگا دی کی جے پکارے تو کہا؟ بلکہ میں تو خود ہاتھ لگا کے یہ معنی تک نہیں بانٹا کہ وہ کوئی تعظیم کا لفظ ہے (صلوات) ہاں کا معنی عظیم اور آتما کا معنی روح، تو ہاتھ لگا کا معنی روحِ عظیم ہوا، آہن میں یہاں تک کہہ دیا:

"میں صاف کہتا ہوں کہ ہمارے بند و بھائی بائیس کروڑ ہیں اگر وہ بائیسوں

کروڑ گاندھی ہوں اور مسلمان ان کو پیشوا بنائیں اور ان کے بھروسہ پر رہیں،

لے اراکین جماعتِ رضائے مصطفیٰ، روادِ مناظرہ، ص ۶-۵

لے محمد طفیل، نقوش (لاہور) شمارہ مئی ۱۹۶۵ء ص ۶۷

تو وہ بُت پرست ہیں اور گاندھی اُن کا بت۔“ لہ

اُن کی تقریر کے بعد مولانا برہان الحق جبل پوری نے کہا کہ ناگپور کانفرنس کے ایک ماہ بعد زمیندار لاہور کے پرچے دیکھ لیجئے، اس میں دوسرے لیڈروں کے اقوال کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف کی، اس پر ابوالکلام نے کہا:

”میں نے یہ پرچے نہیں دیکھے، اگر اس میں ایسا لکھا ہو تو کذب بحت و خالص

جھوٹ ہے، لعنة اللہ علی قانکہ۔“

مولانا برہان الحق نے فرمایا: آپ یہ تکذیب ہی شائع کر اویجئے۔ نیز اخبار تاج کے حوالے سے کہا کہ آپ نے گنگا و جمنہ کی سرزمین کو مقدس کہا۔ ابوالکلام آزاد نے اس کا بھی انکار کیا اور کہا لعنة اللہ علی قانکہ (ایسا کہنے والے پر خدا کی لعنت ہو)

غرض یہ کہ جن بلند بانگ دعاوی کے ساتھ جمعیتہ العلماء ہند نے بریلی میں اجلاس رکھا تھا، ان پر اوس پڑ گئی۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے ستر سوالات کا پیہم تقاضوں کے باوجود جواب نہ دیا گیا۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی تقریر کے جواب میں جان چھڑانے کا انداز نمایاں تھا۔ پھر یہ اقرار کرنے کے باوجود کہ ہر کافر سے موالات (دوستی) حرام ہے، غیر مسلم کو پیشوا بنانا حرام ہے، سابقہ رویتے میں کوئی تبدیلی نہ لاتے۔

حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، فرزند اکبر امام احمد رضا خاں بریلوی نے اسی

اجلاس میں فرمایا:

”حرمین شریفین و مقامات متدیسہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت

ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت و طاقت فرض ہے، اس میں ہمیں

خلاف نہیں، نہ تھا، اسی طرح سلطانِ اسلام، جماعتِ اسلامی کی خیر خواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے، نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین وغیرہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں۔

ہمیں خلاف آپ حضرات کی اُن خلافِ شرع و خلافِ اسلام حرکات سے ہے، جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمامِ حجتِ تامرہ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیکھئے، جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کر دیں گے اور ان سے عہدہ برآ نہ ہو لیں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اس کے بعد خدمت و حفاظتِ حریمِ شریفین و مقاماتِ مقدسہٴ ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جاتے کوشش کرنے کو تیار ہیں۔^۱ اس عنوان پر تفصیلی مطالعے کے لیے "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" مرتبہ مولانا محمد بلال الدین قادری ملاحظہ کیجئے؛

جماعت انصارِ الاسلام

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ سلطنتِ ترکی کی امداد کے سلسلے میں امام احمد رضا نے کیا کیا؟ اس کی تفصیل کی تو اس وقت گنجائش نہیں، تاہم چند اشارات کیے جاتے ہیں؛

امام احمد رضا نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء میں چار انتہائی سود مند تدبیریں تدبیرِ فلاح و نجات و اصلاح کے نام سے شائع کیں، انہیں اپنایا جاتا تو پوری قوم کا دینی اور معاشی نقشہ ہی بدل جاتا۔

۱۔ سوان باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہے، اپنے معاملات باہم فیصلہ کر لیں

کہ کروڑوں روپے مقدمہ بازیوں میں نہ اڑائیں۔

۲۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہے۔

۳۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہا کے تو نگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے

بنک کھولیں، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع کے حلال فرماتے ہیں۔

۴۔ سب سے اعظم دین کی ترویج و تحصیل لے

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے ان تجاویز کے پیش نظر ایک تحقیقی مقالہ بعنوان

”فاضل بریلوی کے معاشی نکات“ لکھا ہے جو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کر دیا ہے۔

مولانا شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری، امام احمد رضا کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

”آج (۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) سے برسوں پہلے جنگ بلقان (۱۲-۱۹۱۱ء)

کے موقع پر انہوں نے سلطنت اسلامی اور مظلومین مسلمین کی اعانت و امداد کی مناسبت

صحیح شرعی تدابیر لوگوں کو بتائیں، عام طور پر شائع کیں، قولاً و عملاً ان کی تائید کی

خود چندہ دے کر عوام کو اس طرف رغبت دلائی۔ اور اب بھی لوگوں کو

صحیح مفید شرعی طریقے اعانت اسلام و مسلمین کے بتاتے رہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو عملی کوششیں کر سکتے تھے، انہوں نے کیں خود

چندہ دیا اور اپنے زیر اثر لوگوں سے دلویا، مسلمانوں کو اسلامی سلطنت کی امداد و

اعانت پر توجہ و رغبت دلائی، تحفظ سلطنت اسلامی کی مفید و کارگر تدابیر بتائیں

یہ عملی کوشش نہیں تو کیا ہے؟..... اپنی جماعت انصار الاسلام قائم کی۔“ لے

تخریب شدھی

امام احمد رضا بریلوی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری اور دیگر علمائے اہل سنت کی مومنانہ بصیرت کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ انہوں نے تحریک خلافت اور ترکِ وِالات کے دوران بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ ہندو مسلمانوں کے دشمن ہیں اور مذکورہ تحریکوں میں ان کی شمولیت بھی ایک چال ہے۔

اس کا بلکسا اندازہ مولانا محمد علی جوہر کی ایک تقریر سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو پشاور کے ایک اجلاس میں کی:

ہندو رہنما مہاتما گاندھی ہمیشہ خلافت کے سرمایہ سے دور کرتا رہا، ہماری قید کے بعد بھی مہاتما جی نے دورہ کے مصارفِ خلافت کے سرمایہ سے لیے، حتیٰ کہ کانگریس کے لیے ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کے لیے آپ کے دوروں کے مصارف بھی خلافت نے ادا کیے۔“ لہ

اس سے بڑھ کر قومِ مسلم کی بد قسمتی کیا ہوگی کہ ترکوں کی امداد کے نام پر حاصل ہونے والے چندہ گاندھی کے دوروں کی بھینٹ پڑھتا رہا اور قوم یہ سوچ کر مطمئن رہی کہ ہم اپنے ترک بھائیوں کی امداد کر رہے ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے مال پر ہاتھ صاف کیا، بلکہ ان کے دین و ایمان پر ہاتھ صاف کرنے سے بھی نہیں چوڑے۔

۱۹۲۵ء میں آریہ سماج کے بانی دیانند کی صد سالہ تقریب کے موقع پر ایک جلسہ میں ہندو لیڈر ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے جمع ہوئے اور مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی ایک خفیہ سازش تیار کی گئی کہ اپنی مذہبی تبلیغ تیز کر کے اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلاف شکوک و شبہات پھیل کر سیڑھے سادے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش
کی جائے۔ نیز انہیں احساس دلایا جائے کہ تمہارے آباؤ اجداد ہندو تھے۔ یہ ملک ہندوؤں
کا ہے اور اسلام تو دیارِ غیر سے آیا ہوا مذہب ہے، تمہیں دوبارہ ہندو مذہب اختیار کر لینا
پایے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں افراد دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

امام احمد رضا بریلوی وصال فرما چکے تھے۔ آپ کے تلامذہ، خلفاء اور ہم مسلک علماء
نے پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ کیا، اسی طرح سنگٹھن تحریک کا دفاع کیا،
جس کی بنیاد پر مسلمانوں کو زور و کوب کیا جاتا تھا۔ یہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

- ۱- حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں
- ۲- مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں
- ۳- امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ
- ۴- مولانا غلام قطب الدین اشرفی برہمچاری
- ۵- صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
- ۶- مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی
- ۷- حضرت علامہ ابوالحسنات قادری
- ۸- مبلغ اسلام شاہ عبدلعظیم صدیقی میرٹھی
- ۹- مولانا نثار احمد کانپوری
- ۱۰- مولانا محمد شتاق کانپوری ۱۱- مولانا غلام قادر اشرفی ۱۲

اس سلسلے میں علماء اہل سنت نے آگرہ، متھرا، بھرتپور، گورگانواں، گوبند گڑھ،
مضافاتِ اجمیر، جے پور اور کشن گڑھ وغیرہ مقامات کے مسلسل دورے کئے۔ صدر الافاضل

ص ۱۸۰

حیات صدر الافاضل

۱۲ غلام معین الدین نعیمی، سید،

تحریک آزادی ہند اور السواوال اعظم (رضا پبلی کیشنز لاہور) ص ۱۲۸

۱۳ محمد مسعود احمد، پروفیسر،

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور امیر ملت سید پرچماعت علی شاہ علی پوری نے اگرچہ
مرکز قائم کر کے عرصہ تک وہاں قیام کیا۔

مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام
قبول کیا۔

شدھی تحریک کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی (شروہانند نے بدنام زمانہ کتاب ستیا رتھ
پرکاش میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دین اسلام پر اعتراضات کیے اور نہایت
سوقیانہ زبان استعمال کی۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس کا مسکت جواب دیا
جو احقاق حق کے نام سے چھپ چکا ہے۔

شدھی تحریک کے دور میں جب ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے تو مسلمان لیڈر
عامتہ المسلمین کو امن پسند رہنے کی تلقین کر رہے تھے، جبکہ ہندو لیڈروں کا رویہ اس کے
برعکس تھا؛

”گاندھی جی نے کہا تو یہ کہ ”ہندو بزدل ہیں اور مسلمان دنگلی“ انہوں نے اور
ان کے ساتھیوں نے شروہانند کے خلاف ایک حرف نہ کہا، مالوی جی
کی امن سوزی اور اشتعال انگیزی پر چپ سا دھلی
امرتسر کے ایک جلسہ میں مولانا ظفر علی خاں نے پنڈت مدن مالوی کی تفرقہ
انگیزی اور فتنہ پروری کے خلاف کچھ کہہ دیا، تو گاندھی جی جو صدر جلسہ تھے
بگڑ گئے اور انہوں نے کہا: آپ نے مالوی جی پر نکتہ چینی کر کے میرے سینے پر
گھونسا مار دیا۔“

۱۸۰ ص	حیات صدر الافاضل	اے غلام معین الدین نعیمی، سید
۱۲۸ ص	تحریک آزادی ہند	اے محمد مسعود احمد، پروفیسر
۱۲۶ ص	”	اے اینٹا
۱۵۹ ص	حیات محمد علی جناح (بمبئی)	اے رئیس احمد جعفری

ان حقائق کے پیش نظر بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ علماء اہل سنت نے اس دورِ
فہمیز میں جو کچھ فرمایا تھا وہ غ

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

مصداق تھا اور آنے والے حالات نے اس کی حرف بحرف تصدیق کر دی تھی۔

فرانسس وینسن کی بے خبری

امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف جو جہاد
پایا تھا وہ ہندو اور ہندو نواز علماء کی برہمی کا سبب تھا، پریس پر ہندو کا غلبہ تھا، اس لیے علمائے
اہل سنت کو بدنام کرنے کی بھرپور مہم چلائی گئی۔

میاں عبدالرشید کالم نگار نور بصیرت“ نوائے وقت لکھتے ہیں :

”گاندھی کی آندھی نے جو خاک اُڑائی تھی، اس میں بڑوں بڑوں کے پاؤں
اکھڑ گئے اور بینائی زائل ہو گئی، مگر علامہ اقبال اور قائد اعظم کے علاوہ
تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و غوغا اور ہلہل بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی
حضرت احمد رضا خاں تھے۔ آپ نے ان دنوں بھی اس بات پر زور دیا کہ
ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی چاہیے۔ انگریز اور ہندو دونوں ہمارے
دشمن ہیں۔ کانگریسی مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی۔ وہ صرف
انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان دنوں چونکہ تقریباً سارے پریس پر ہندوؤں کا
قبضہ تھا، اس لیے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں
کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی۔

لیکن تاریخ نے انہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل

پراپینڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آ رہا ہے؛ لہ

اسی مہم کی صدائے بازگشت، پروفیسر فرانسس روبنسن، پروفیسر یونیورسٹی لندن کی کتاب
دیکھی جاسکتی ہے۔

روبسن لکھتا ہے:

احمد رضا خاں (۱۸۵۵ء — ۱۹۲۱ء)

ان کا طریق کار انگریزی حکومت کی حمایت تھا، انہوں نے پہلی عالمی جنگ
میں حکومت کی تائید کی، حکومت کی تائید و حمایت کا یہ سلسلہ تحریک خلافت
۱۹۲۱ء تک جاری رہا۔ انہوں نے بریلی میں ایک کانفرنس بلائی، جس میں ترک
موالات کے مخالف اور ان علماء کو جمع کیا، جن کا عامۃ المسلمین طلباء اور اساتذہ
پر بڑا اثر تھا۔^۱

علم اور تحقیق کا معیار اگر یہ ہے کہ انگریز مصنف نے اپنی انگریزی کتاب میں لکھ دیا
ہو، تو بلاشبہ مذکورہ بالا بیان تحقیق کا شاندار مرقع ہے اور اگر تحقیق کی بنیاد حقائق پر ہے تو کہنے دیجئے
کہ یہ بیان قطعی غیر تحقیقی ہے۔

اس جگہ چند امور توجہ طلب ہیں:

۱۔ امام احمد رضا بریلوی کا سن پیدائش ۱۸۵۶ء ہے، جبکہ روبنسن نے ۱۸۵۵ء لکھا،

۲۔ یہ قطعاً غلط ہے کہ ان کا طریق کار حکومت کی حمایت تھا، وہ ہندو اور انگریز دونوں

سے انتہائی نفرت رکھتے تھے۔

پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر (ادارۃ تحقیق پاکستان، لاہور) ص ۱۲۰

السر بریلویہ، ص ۲۲

سپرٹیم منگ انڈین مسلمز (کیمرج یونیورسٹی، پریس ۱۹۷۲ء) ص ۲۲۲

اقبال کے مدوح علماء (مکتبہ محمودیہ، لاہور) ص ۱۸

۱۔ عبدالرشید، میاں،

(۱) لہ ظہیر،

(ب) فرانسس روبنسن،

(ج) افضل حق قریشی، قاضی،

مشہور مورخ اور ماہرِ تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں،
 ”انہوں نے ثابت کیا کہ ہندوؤں کے ساتھ ”موالات“ بھی ایسے ہی حرام ہے
 جیسے انگریزوں کے ساتھ“

نور امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،
 ”اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو، سنسکرت کھیل ٹھہراتے ہیں، جن کو تم سے
 پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصاریٰ) اور باقی سب کافران میں کسی سے اتنا
 و داد (محبت، قادری) نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔
 (ترجمہ آیت) اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود
 نصاریٰ کے لیے ہے۔“

۳۰۔ یہ بھی غلط ہے کہ انہوں نے پہلی عالمی جنگ میں انگریزی حکومت کی تائید کی۔ جس دور
 میں ان پر انگریز کی حمایت کا بہتان باندھا جا رہا تھا، اس وقت بھی ان کے مخالفین تسلیم کرتے
 تھے کہ وہ گورنمنٹ کو فوجی امداد دینے کے قائل نہ تھے۔

تحریک ترک موالات کے رہنما اور امام احمد رضا بریلوی کے سیاسی مخالف مولانا معین الدین
 اجمیری لکھتے ہیں،

”ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے، جس کو دونوں بزرگوں (مولوی
 اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ
 گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔“

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۸ء — ۱۹۱۴ء) میں یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ گورنمنٹ

- | | |
|------------------------------|---|
| ۱۔ محمد ریاست علی قادری سید، | معارفِ رضا (مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۸ |
| ۲۔ احمد رضا بریلوی، امام، | فتاویٰ رضویہ (مبارک پور، انڈیا) ج ۶، ص ۱۳ |
| ۳۔ رئیس احمد حفصی | ادراکِ گمشدہ (مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء) ص ۵۰۶ |

کے حامی تھے۔ اگر کسی شخص کو اس پر اصرار ہے، تو وہ اس کا ثبوت فراہم کرے۔

۴۔ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیتہ العلماء ہند نے برطانیہ کا نفرنس بلانی تھی نہ کہ امام احمد رضا بریلوی نے، علماء اہل سنت نے اتمام حجت کے جمعیت کے رہنماؤں کا پیلیج قبول کیا تھا اور ان پر واضح کیا تھا کہ ہمارا اختلاف ہندو مسلم امت اور اس کی بنا پر کئے جانے والے غیر شرعی افعال و اقوال سے ہے نہ کہ انگریز دشمنی سے

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور قطعی حرام،

یا ایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیہود والنصارى الایۃ

نصرانی اور یہودی خواہ فریقِ محارب ہوں یا غیر محارب، موالات ان سے حرام اور مطلقاً حرام۔

ہر کافر سے موالات حرام، خواہ محارب ہو یا غیر محارب، لایتخذ

المؤمنون الکافرین اولیاء، آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات

حرام بتاتے ہیں اور کافروں (ہندوؤں) سے موالات نہ صرف جائز، بلکہ

عین حکم الہی کی تعمیل بتاتے ہیں۔ لہ

۵۔ روپنسن نے لکھا ہے کہ مولانا عبدالباری فرننگی محلی نے مسجد کانپور کے بارے میں حکومت

سے جو معاہدہ کیا تھا، اس کی مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مخالفت کی تھی۔ یہ بات خود

روپنسن کے بیان کے مخالف ہے، کیونکہ جس شخص کا طریق کار ہی حکومت کی حمایت ہو، وہ

حکومت کی پالیسی کی مخالفت کیوں کرے گا؟

ہوا یہ کہ ۱۹۱۳ء میں مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ بڑک کی تعمیر میں شامل کر لیا گیا

اس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا، گولی چلی اور متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ ۱۶ اگست ۱۹۱۳ء

لہ اراکین جماعت رضائے مسطفیٰ؛ روداد مناظرہ (نادری پریس، بہینلی) ص ۷

کو مسلمانوں کا ایک وفد لیفٹیننٹ گورنر سے ملا، جس میں مولانا عبدالباری فرنیجی محلی بھی شامل تھے۔
 ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ان حضرات نے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی۔ اس معاہدے
 کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک سالہ اباۃ المتواری
 تحریر فرمایا، جس میں اس معاہدہ پر سخت تنقید کی، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں وقف قابل انتقال نہیں
 اور اس سلسلے میں لیفٹیننٹ گورنر اور وائسرائے ہند کی کوئی پروا نہ کی۔ لہ
 ۶۔ روہنسن نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا عامۃ المسلمین میں بڑا اثر و رسوخ تھا، لیکن تعلیم یافتہ
 مسلمان انہیں پسند نہیں کرتے تھے۔

اہل علم کے نزدیک امام احمد رضا بریلوی کا مقام دیکھنا ہو تو پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل
 گورنمنٹ سائنس کالج، ٹھٹھہ، سندھ کی تصانیف فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں اور
 امام احمد رضا اور عالم اسلام کا مطالعہ کیجئے۔ امام احمد رضا جن کو عرب و عجم کے علماء نے خراج
 تحسین و عقیدت پیش کیا اور علامہ اقبال، ڈاکٹر ضیاء الدین و انس چانسلمر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ
 اور مولانا وصی احمد محدث سورتی، جن کے مداح اور علم و فضل کے شیدائی ہوں، صدر الافاضل مولانا
 سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مصنف بہار شریعت، ملک العلماء
 مولانا ظفر الدین بہاری (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین آرزو، علی گڑھ) مولانا سید سلیمان اشرف بہاری
 صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مبلغ اسلام شاہ عبد العظیم صدیقی اور مفتی اعظم پاکستان
 ابوالبرکات سید احمد قادری ایسے آسمان علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب جن کے تلامذہ اور خلفاء
 ہوں، ان کے بارے میں روہنسن کا تجزیہ کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔

۷۔ روہنسن نے نہ تو تاریخی شواہد کا مطالعہ کیا اور نہ ہی امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف
 ان کے پیش نظر ہیں۔ ان کی معلومات کا انحصار ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء کے اس انٹرویو پر ہے جو انہوں
 نے مفتی رضا انصاری فرنیجی محلی فرزند اکبر مولانا سلامت اللہ سے کیا۔ لہ

لہ محمد مسعود احمد، پروفیسر؛ گناہ بے گناہی (مرکزی مجلس رضا، لاہور) ص ۳۲، ۳۱
 لہ فرانسس روہنسن، پیرٹرم انٹرنیشنل مسلمز، ص ۲۲۲

ہندو مسلم اتحاد کے خلاف امام احمد رضا نے جو جہاد کیا تھا، اس کی بنیاد پر فرنی محل کے علماء بھی ناراض تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس ناراضی کے اثرات اب تک باقی ہیں، جن کی بنیاد اس انٹرویو میں امام احمد رضا بریلوی پر گورنمنٹ کی حمایت کا الزام لگایا گیا ہے۔ اب جب کہ اس بے بنیاد الزام کی حقیقت عالم آشکار ہو چکی ہے۔ ایسے میں مفتی رضا انصاری کے انٹرویو اور روبنسن کے بیان میں کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

۸۔ روبنسن کا یہ حوالہ قاضی افضل حق قریشی نے اپنی تالیف اقبال کے مدوح علماء میں نقل کیا تھا، جس میں انہوں نے اقبال کی اسطیں علماء اہل سنت پر تبرا کر کے اپنے ذوق سب و شتم کی تسکین کی تھی۔ انہوں نے روبنسن کی کتاب کے ص ۴۴۲ کا حوالہ دیا تھا۔ البریلوی نے اسے مؤلف نے اصل کتاب کی طرف رجوع کئے بغیر اس عبارت کا ترجمہ کر دیا اور حوالہ ص ۴۴۲ کا دے دیا، حالانکہ یہ عبارت ص ۴۲۲ پر ہے۔ گزشتہ سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ایسی عبارات تحقیق کی دنیا میں کچھ وزن نہیں رکھتیں، جن کا دلیل و برہان سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہ ہو۔

امام احمد رضا — اور انگریز

انگریزی حکومت سے بے تعلق امام احمد رضا بریلوی کو ورثے میں ملی تھی، اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی کے اوصافِ جمیلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”موالاتِ فقراء اور امر دینی میں عدم مبالات باغنیاء، حکام سے عزت، رزق موردِ پرقتاحت وغیر ذالک۔“

حکام وقت سے بے تعلق امام احمد رضا کے صاحبزادوں، شاگردوں اور خلفاء کا بھی طرہ امتیاز رہی ہے۔

تجارت کے بہانے آکر ہندوستان پر حاکم بن بیٹھنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور سوتی بھٹی مسلم قوم کو جگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

سونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہو، چوروں کی رکھوالی ہے

انگریزی دور میں مسلمانوں کے دین و ایمان کے غارت کرنے والے فتنوں کی کثرت تھی، عیسائی اور آریہ کھلم کھلا دینِ اسلام اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور غفلت کے مارے مسلمان ان کے لیکچر سنتے تھے۔ امام احمد رضا بریلوی ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء ایک فتویٰ باریق النور فی مقادیر ماء الطہور میں ایسے مسلمانوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لے احمد رضا بریلوی، امام، تعارف معترف جو اسرار البیان (مکتبہ حامدیہ، لاہور) ص ۶

لے ایضاً: عدالتی بخشش (مدینہ پبلشنگ، کراچی) ج ۱، ص ۸۳

”آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت پر ہے کہ کسی آرہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رد میں فلاں وقت لکچر دیا جائے گا۔ یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ پادری نے اعلان کیا کہ نصرت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی۔ یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں۔۔۔۔۔

بھائیو! تم اپنے نفع و نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل، تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس و سو رہنے آئے، تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ تو جھوٹا ہے۔۔۔۔۔ نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جاؤ اور اپنے رب، اپنے قرآن، اپنے نبی کی شان میں کلمات ملعونہ سُنئے۔ لہ

پھر مزید تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر ایمان سچا ہے، تو اب یہ فرمائیے کہ ان کے لکچروں، مذاقوں میں آپ کے رب و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت؟ ظاہر ہے کہ دوسری صورت ہی ہوگی اور اسی لئے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر تمہارے خدا و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کریں۔

اب ذرا غور کر لیجئے! ایک شہر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور تیری ماں زانیہ تھی، للہ! انصاف، کیا کوئی غیرت والا، حمیت والا، انسانیت والا جبکہ اسے اس بیان سے روک دینے، باز رکھنے پر قادر ہو، اسے سننے جاتے گا؟ حاشا للہ! یہ کسی بھنگی، چھارے سے بھی نہ ہو سکے گا، پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر

دیکھو کہ اللہ ورسول وقرآنِ عظیم کی توہین، تکذیب، مذمت، سخت ترسے یا مان
باپ کی گالی؟ ایمان رکھتے ہو ایسے اس سے کچھ نسبت نہ بانو گے۔ پھر کون سے
کلیجے سے ان جگر شگاف، ناپاک، ملعون بہتانوں، افتراؤں، شیطانی اٹکلوں،
ڈھکوسلوں کو سننے جاتے ہو۔

بلکہ حقیقۃً انصافاً وہ جو کچھ بکتے اور اللہ ورسول وقرآنِ عظیم کی تحقیر کرتے ہیں۔
اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں۔ اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں، اپنے رب
قرآن ورسول کی عزت و عظمت پیش نظر رکھیں اور ایسا کر لیں کہ وہ خبیث لکچر،
گندی ندائیں سننے کوئی نہ جانتے گا، جو وہاں موجود ہو، وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد
کا کلمہ کہہ کر کہ تو جھوٹا ہے چلا جائے گا، تو کیا وہ دیواروں، پتھروں سے اپنا سر پھوپھ
گے؟ تو تم سن سن کر کہلو اتے ہو، نہ تم سنو، نہ وہ کہیں، پھر انصاف کیجئے کہ اس کہنے کا
وبال کس پر ہوا؟ لے

کیا جس شخص کے دل میں انگریزوں کے لیے ذرا بھی نرم گوشہ ہو، وہ ایسا شدید
اندازِ گفتگو اختیار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا اندازِ تلقین وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جس
کا دل و دماغ نورِ ایمان سے منور ہو اور مسلمانوں کی تباہی جس کے لیے ناقابلِ برداشت المیہ ہو،
وہ نہ تو اتحاد و اتحاد کی رٹ لگانے والوں کو خاطر میں لاتا ہے اور نہ ہی گورنمنٹ کی ناراضی کی
پرہیز کرتا ہے۔

زبان کی حرکت انگریزی سیکھنے میں حرج نہیں، بلکہ بہت سے فوائد ہیں، لیکن جب نصیبِ تعلیم
غیر اسلامی مقاصد کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہو، تو اس کے نقصان وہ ہونے میں شک
نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

”انگریزی اور وہ بے سود تصنیع اوقاتِ تعلیم میں جن سے کچھ کام دین تو دین
 دُنیا میں بھی نہیں پڑتا، بوجھ صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آن و مہملات
 میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیتِ دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو،
 وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے جیسا کہ عام طور پر مشہود و معہود
 ہے، جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائدِ حقہ و علومِ صادقہ کی طرف
 باگیں نہ موڑی جائیں، دہریت، نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے، کیا لیڈر اس میں
 ساعی ہیں؟ سرگرتھیں۔“ ۱

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،
 ”ایک دن بعد نمازِ عصر تفریح کے لیے بگھی پر، گن کیرج فیکٹری کی طرف
 نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جا رہی
 تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

کم بخت بالکل بند رہیں“ ۲

۱۳۱۸ھ/۱ - ۱۹۰۰ء میں پٹنہ، عظیم آباد کے اجلاس میں امام احمد رضا بریلوی نے تقریر
 فرماتے ہوئے رُوئے سخن ندوۃ العلماء کی طرف موڑتے ہوئے فرمایا:

”سب کلمہ گو حق پر ہیں، خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا
 ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے
 کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ . . . یہ کلمات اور ان
 کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو رواداد ہے، جو مقال ہے، ایسی باتوں سے
 مالا مال ہے، سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضبِ ذی الجلال ہیں“ ۳

رسائلِ رضویہ ج ۲، ص ۹۳

اکرام امام احمد رضا مجلسِ رضا، لاہور، ص ۹۱

حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۲۷

۱۔ امام احمد رضا بریلوی، امام

۲۔ محمد برہان الحق، مفتی

۳۔ ظفر الدین بہاری، مولانا

امام احمد رضا انگریزی کچہریوں میں جانے کے قائل نہ تھے، بلکہ کچہری کو عدالت اور انگریزی جج کو عادل کہنے سے شدید ممانعت فرماتے تھے۔ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ سے ایک استفتاء آیا کہ نصاریٰ کی کچہریوں کو عدالت اور آج کل کے حکام کو عادل کہنا بہت سخت ہے اور فقہاء نے حکم کفر تک فرمایا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر مسئلہ مفتی بہا ہے؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”عدالت بہ طور علم راجح ہے۔ معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہذا تکفیر ناممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمہ کفر ہے، مگر محض بروجہ خوشامد ہوتا ہے، لہذا تجدید اسلام و نکاح کافی ہاں خلاف ما انزل کو اعتقاد عدل جانے، تو قطعاً وہی کفر ہے کہ من شک فی کفرہ فقد کفر“ ۱

یہی وجہ تھی کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف نے شدت اختیار کی، تو اہل بدایوں نے آپ کے خلاف اپنے شہر میں استغاثہ دائر کر دیا۔ کچہری سے سمن جاری ہوئے، مگر امام احمد رضا کسی صورت بھی کچہری نہ گئے۔ ۲

”صرف یہی نہیں، بلکہ مسلمانوں کو بھی یہی تلقین فرماتے تھے کہ باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔“ ۳

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے جو تجاویز پیش کی تھیں، ان میں ایک

تجویز یہ تھی:

۱۱۶ ص ۹ ج	فتاویٰ رضویہ	۱ امام احمد رضا بریلوی، امام:
۱۱۸ ص	جہانِ رضا	۲ مرید احمد چشتی، مولانا:
۱۵۹ ص	حیات صدر الافاضل	۳ غلام معین الدین نعیمی، مولانا:

”اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی
حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے،
یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھرتا نانا کچھ صنّاعی کی گڑھت کر کے
گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دسے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی
آپ سے لے جائیں۔“ لہ

انگریز نوازی کا الزام دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں
”یہ کس کی خوشی کو تھا مولوی عبدالباری صاحب خدام کعبہ کی بانٹگی کے لیے
مسجد کا پور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لئے جنب و حائض و کافر و مشرک کی
پامال کرا آئے اور بحال جرأت اسے مستکہ شرعیہ ٹھہرایا، اس کے ردّ میں
ابانۃ المتواری لکھا گیا، جس میں ان سے کہا گیا ہے

دائم نہ رسی بکعبہ اسے پشت براہ!

کیں راہ کہ تومی روی بانگلستانست

مختصر یہ کہ امام احمد رضا بریلوی، انگریز کے مذہب، اس کی تعلیم، اس کی تعظیم،
پکھری، وضع قطع اور اس کی محبت سے شدید نفرت رکھتے تھے، حدیث کہ کارڈ اور لفافہ
اٹاکر کے پتا لکھتے تاکہ ملکہ و کمٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کا سر نیچے ہو جائے۔ یہ
خطوط پر زیادہ پیسوں کے ٹکٹ لگانے سے منع فرماتے کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنچانا کیسا ہے
جن کے ساتھ دوستی ہو، یوں ان کی ایک ایک ادا سے نفرت نہیں کی جاتی۔

۱۵۶ ص	حیات صدر الافاضل	لہ غلام معین الدین نعیمی مولانا
۱۴۳ ص ۲ ج	رسائل رضویہ	۲ احمد رضا بریلوی امام
۱۱۸ ص	جہانِ رضا	۳ مرید احمد حشمتی مولانا
۱۴۱ ص	حیات اعلیٰ حضرت	۴ ظہیر الدین بہاری مولانا

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

قرآنِ عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی۔

مجوس ہوں، خواہ یہود و نصاریٰ، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدان عنود، لے

سید الطاف علی بریلوی ایسے ہی شواہد کی بناء پر لکھتے ہیں:

سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ

حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔ شمس العلماء

قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا حامد رضا

خاں صاحب مصطفیٰ رضا خاں کو کبھی قصور بھی نہ ہوا۔^۱

جعفر شاہ پھلواری جو تحریک ترک موالات کے دور میں امام احمد رضا بریلوی کے

مخالفین میں سے تھے، لکھتے ہیں:

» ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ! وہ سرکار

برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔^۲

طرفہ یہ کہ ایک طرف انگریز دوستی کا الزام دیا جاتا ہے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ

» خود بریلوی نے کہا کہ جس نے انگریزی ٹوپی (ہیٹ) پہنی، وہ بلاشبہ کافر

ہے۔ (ترجمہ) گم

کیا دوستوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ان کے قومی شعار استعمال کرنے

والے کو کفر کی وادی میں دھکیل دیا جائے؟

تحریک ترک موالات کے راہنما اور امام احمد رضا کے سیاسی مخالف مولانا معین الدین

ج ۶، ص ۱۹۲

فتاویٰ رضویہ،

امام احمد رضا بریلوی، امام:

ص ۱۸

جہان رضا

۱۰ مرید احمد حشقی:

ص ۱۲۵

” ”

۱۱ ایضاً:

ص ۲۰۸

السبیلویۃ

۱۲ گم نظیر:

اجمیری لکھتے ہیں:

”ترکِ موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خان) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔“ لے

بہت دور کی سوچھی

امام احمد رضا بریلوی کے پردادا حافظ کاظم علی خاں بدایوں کے تحصیل دار تھے۔ ان کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

”وہ اس جدوجہد میں تھے کہ سلطنتِ مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ مناقشات تھے، ان کا تصفیہ ہو جائے، چنانچہ اسی تصفیہ کے لیے حضرت حافظ صاحب کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔“ لے

صاف ظاہر ہے کہ وہ سلطنتِ مغلیہ کے نمائندہ اور سفیر ہونے کی حیثیت سے انگریزوں سے گفتگو کرنے کلکتہ گئے تھے، اس میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی، اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر کامیابی ہوئی بھی ہوگی تو یہ مسلمانوں کی سلطنت کی سیاسی خدمت ہوگی نہ کہ انگریز کی، لیکن تاریخ سازی کی ناکام کوشش کرنے والوں کو یہ بھی انگریز کی پولیٹیکل خدمت دکھائی دیتی ہے۔

”مولوی احمد رضا خاں کے پردادا حافظ کاظم علی خاں بریلوی نے

انگریزی حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام دیں۔“ لے

کیا امریکہ اور برطانیہ وغیرہ ممالک میں متعین پاکستانی سفیروں کے بارے میں بھی یہی

لے رئیس احمد جعفری؛ اوراقِ گم گشتہ (مطبوعہ لاہور) ص ۵۷۶

لے ظفر الدین بہاری، مولانا؛ حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۳

لے افضل حق قرشی، قاضی؛ اقبال کے ممدوح علماء، مکتبہ محمودیہ، لاہور، ص ۴-۵۱۳

ماٹرویا جاتے گا کہ وہ غیر ملکی سیاسی خدمات انجام دے رہے ہیں؟
ہاں البتہ انگریزی حکومت کی سیاسی خدمات کی بلکی سی جھلک دیکھنا چاہیں، تو ایک
اقتباس کا مطالعہ سو مند رہے گا۔

۱۹۳۱ء تک سید احمد صاحب امیر خاں کی ملازمت میں رہے، مگر ایک
ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرادی
لارڈ ہیسٹنگ، سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔
دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ
ہوا، امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب، سید احمد صاحب نے امیر خاں
کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا اسی طرح متفرق پرگنے ریاستوں
سے بڑی قبیل و قال کے بعد انگریزوں سے دیوار کھڑے ہوئے شیر کو اس حکمت
سے پنجرے میں بند کر دیا۔“ لہ

اس اقتباس کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ سید صاحب نے انگریز حکومت کی کیسی کیسی
شاندار خدمات انجام دیں اور کس طرح ایک پھرے ہوئے شیر کو پنجرے میں بند کر کے
انگریزی حکومت کے خطرات کا صفایا کر دیا۔ امام احمد رضا پر اس قسم کی مہیوم بنیادوں پر الزامات
کی دیوار تعمیر کرنے والے ایک طرح یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس دلائل و شواہد نام کی کوئی
چیز نہیں ہے، ورنہ وہ یوں ریت کی دیوار کھڑی کرنے کی کوشش نہ کرتے۔

لہ حیرت دہلوی، مرزا، حیات طیبتہ (مکتبہ السلام، لاہور) ص ۴-۵۱۳

لہ تفصیل کے لیے دیکھئے: ”گناہ بے گناہی“ مطبوعہ لاہور اور کراچی، تصنیف پروفیسر محمد مسعود احمد
پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج، مٹھی، سندھ ۱۲۱۲ قادری

وصال

تقریباً نصف صدی، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے شیع مسلمانوں کے دلوں میں روشن کرنے اور ملت اسلامیہ کی دینی، علمی اور فکری راہنمائی فرمانے کے بعد ۲۵ صفر ۱۳۸۱ھ / اکتوبر ۲۰۲۰ء / ۱۳ اگست ۱۹۲۱ء بروز جمعہ، جمعہ کے وقت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا وصال ہوا۔ لے

وصال سے کچھ دن پہلے ایک مجلس میں بطور وصیت، فرمایا:

”تم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیریں ہو، بھیرے تمہارے چاروں طرف ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو اور دُور بھاگو! دیوبندی ہوتے، رافضی ہوتے، نیچری ہوتے، قادیانی ہوتے، چکڑالوی ہوتے، عرض کتنے ہی فرقے ہوتے، اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوتے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔“

اس عبارت کو کیسے عجیب انداز میں نقل کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:

”بھیرے تمہارا ہر طرف سے احاطہ کیے ہوتے ہیں، تمہیں گمراہ اور فتنے میں واقع کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں جہنم میں لے جانا چاہتے ہیں، ان سے بچو خصوصاً دیوبندیوں سے۔“ لے

امام احمد رضا بریلوی نے متعدد فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن میں رافضی اور قادیانی کا بھی ذکر ہے۔ غور کیجئے اقتباس نقل کرتے وقت ان کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ دراصل البریلوی پتے کے ص ۲۱ پر شیعہ ہونے، اور ص ۱۹ پر مرزا قادیانی کے بھائی کے شاگرد ہونے کا الزام دیا گیا ہے۔

۱۔ حسنین رضا خاں، مولانا:

۲۶ ص وصال شریف (مکتبہ اشرفیہ، مرید کے)

۲۔ ایضاً:

۱۸ ص " " " " " "

۳۔ ظہیر:

۴۵ ص البریلوی

اب اگر اس جگہ صحیح عبارت نقل کر دی جاتی، تو گزشتہ صفحات کے الزامات غلط ہو جاتے۔
کیونکہ جس شخصیت نے اپنی وصیت میں ان فرقوں سے اجتناب کی تلقین کی ہو، اس کا ان فرقوں
سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ پھر خاصۃً الدیوبندیین کس عبارت کا ترجمہ ہے؟ یہ خاص
ایجاد بندہ ہے، امام احمد رضا نے یہ تخصیص ہرگز نہیں کی۔

امام احمد رضا نے وصال سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے چند وصیتیں قلم بند کرائیں، جن میں

سے چند ایک یہ ہیں:

● ”شروع نزع کے وقت کارڈ، لفافے، روپیہ پیسے کوئی تصویر اس دالان

میں نہ رہے۔“

ذی روح کی تصویر سے کس قدر نفرت اور اجتناب ہے؟ اور وہ بھی کس کی تصویریں؟

انگریز حکمرانوں کی۔

● ”خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے۔۔۔۔۔۔ یوں ہی قبر پر“

علماء ربانی کی یہی شان ہے۔

● ”فاتحہ کے کھانا سے اغنیاء کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقراء کو دیں۔

اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر۔

غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں، ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء

سے بھی کچھ بیج دیا کریں۔۔۔۔۔۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ مچھینس کے

دودھ کا ہو۔۔۔۔۔۔ مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ۔۔۔۔۔۔ خواہ بھری کا

شامی کباب۔۔۔۔۔۔ پراسٹے اور بالائی۔۔۔۔۔۔ فیرینی۔۔۔۔۔۔

ارد کی پھری۔۔۔۔۔۔ دال مع ادراک و لوازم۔۔۔۔۔۔ گوشت بھری

کچوریاں۔۔۔۔۔۔ سیب کا پانی۔۔۔۔۔۔ انار کا پانی۔۔۔۔۔۔ سوڈے

کی بوتل۔۔۔۔۔۔ دودھ کا برف۔۔۔۔۔۔ اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو

یا جیسے مناسب جانو۔۔۔۔۔ مگر بطیب خاطر۔۔۔۔۔ میرے لکھنے پر

مجبورانہ، نہ ہو۔۔۔ لے

سُبحان اللہ! دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے بھی غرباء اور فقراء کا اس قدر خیال ہے کہ ان کے لیے ایسی ایسی چیزوں کا انتظام فرما گئے، جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آسکتی تھیں۔ علماء اہل سنت پر شکم پروری کا الزام لگانے والے غور کریں کہ یہ اپنے پیٹ کی فکر ہے یا ناداروں کے پیٹ کی!

امام احمد رضا بریلوی کی حیاتِ ظاہرہ میں غریب پروری کا عالم یہ تھا:

”کاشانہ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا، اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکل علی اللہ مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی، بلکہ بیرونجات میں بذریعہ منی آرڈرز قوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔ لے

جب کہ ان کی اپنی خوراک کی مقدار یہ تھی:

”زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کا اور ایک یا دو ٹیڑھ بسکٹ سوچی کا اور وہ بھی روزانہ نہیں، بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہوتا تھا۔ لے

وصیت میں ایک شوق یہ بھی تھی۔

”رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو“ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، فرض سے اہم فرض ہے۔ لے

۲۲-۲۴ ص	وصایا شریف	لے سنین رضا خاں، مولانا،
ج ۲، ص ۵۲	حیاتِ اعلیٰ حضرت	لے نظیر الدین بہاری، مولانا،
ص ۲۷	” ”	لے ایضاً،
ص ۲۵	وصایا شریف	لے سنین رضا خاں، مولانا،

ظاہر ہے کہ دین نام ہے اسلامی عقائد کا جن پر قائم رہنا ہر حال میں ضروری ہے۔
 اَلْاَمْنُ اُكْرَهٌ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ (الایۃ) ”جبر و اکراہ کی صورت
 میں بھی تصدیق قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے اور شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدر طاقت
 عمل کیا جائے گا: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (الایۃ ۲۸۶ - البقرۃ ۲)
 بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی دین ایجاد کیا تھا جس پر
 کار بند رہنے کی تاکید شدید کر رہے ہیں، حالانکہ ان کی تصانیف موجود ہیں، کوئی بھی شخص مطالعہ کر کے
 معلوم کر سکتا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی صحیح ترجمانی کی ہے اور نئے نئے اٹھنے والے فرقوں
 کا سختی کے ساتھ محاسبہ کیا ہے۔

وصال سے چند روز پہلے جو ارشادات بہ طور وصیت فرمائے، ان میں فرمایا:
 ”اللہ و رسول کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی
 تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت۔۔۔۔۔ جس سے اللہ و رسول
 کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے
 جدا ہو جاؤ۔۔۔۔۔ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ
 تمہارا کیسا ہی بزرگ معظّم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح
 نکال کر پھینک دو۔۔۔۔۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا
 اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔“

سیدالطاف علی بریلوی نماز جنازہ کی چشم دید روداد ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:
 ”حضرت کی میت ان کی جائے قیام، محلہ سوداگراں سے شہر کے باہر تین چار میل
 کے فاصلہ پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع عید گاہ، جہاں وہ عیدین کی
 نماز پڑھایا کرتے تھے، لے جاتی گئی، اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی، لیکن

اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا جوم تھا
 اس روز پورے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا اور گھر گھر صفت ماتم
 بکھی ہوتی تھی۔" لہ

اس دور میں جبکہ ذرائع ابلاغ اور وسائل نقل و حمل محدود تھے۔ اس قدر اجتماع معمولی
 نہیں ہے۔

مبالغہ آرائی

"البرطویہ" (ص ۵۱—۴۶) میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام احمد رضا کے
 عقیدت مندوں نے ان کے بارے میں بے جا مبالغہ سے کام لیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے
 کہ چند اقتباسات مخفی لفظوں کی تصانیف سے پیش کر دیئے جائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مبالغہ آمیزی
 سے کس نے کام لیا ہے اور کس قدر؟

سید احمد بریلوی (رہائے بریلی کی طرف منسوب) کے ہاتھ پر ایک شرابی بیعت کرتا ہے،
 سید صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے نہ پینا، وہ گھر جا کر پینے لگتا ہے، تو سید صاحب سامنے،
 کوٹھڑی میں جا کر پینے لگا، تو پھر سامنے!
 "آخر لاچار ہو کر پاخانہ میں شراب طلب کی، تو وہاں بھی حضرت کو سامنے
 کھڑا دیکھا" لہ

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدے کو تو
 بریلویوں کے ان خصوصی عقائد میں شمار کیا جاتا ہے، جو عقل و نقل کے خلاف ہیں لیکن اپنے پیغمبر شد
 کی عظمت چمکانے کے لیے یہ قوت ثابت کی جا رہی ہے کہ وہ جہاں چاہیں حاضر و ناظر

ص ۱۱۳

جہان رضا

لہ محمد مرید احمد حشتی

حیات سید احمد شہید (نفس اکیڈمی کراچی) ص ۱۱۹

لہ محمد جعفر تھانیسری

ص ۱۰۶

البرطویہ

لہ ظہیر

بجائیں، آخر عقل و نقل کے مخالف یہ شعبہ بازی کیوں تسلیم کر لی گئی ہے؟
ایک طرف تو انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب کے اثبات کو کتاب و سنت اور فقہ حنفی
کے مخالف قرار دیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف سید صاحب کی شان میں دل کھول کر مبالغہ
بجاتا ہے:

”سید صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عطا کی ہے کہ میں
دیکھ سکتا ہوں کہ یہ بہشتی ہے یا دوزخی“

یہ مبالغہ نہیں، تو اسے حقیقت کے کس خانے میں فٹ کیا جائے گا؟
ایک دل دہلا دینے والا مبالغہ بھی ملاحظہ ہو، سید صاحب کی زبانی یہ کہلوا گیا ہے:
”جب تک ہندو کا شرک اور ایران کا رخص اور چین کا کفر اور افغانستان کا لٹاق
میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی، اللہ رب العزت مجھ کو
نہیں اٹھائے گا، اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو
دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے رو برو مارا گیا، تو تم اس کے
قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا، کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ
ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔“

آج تک ان امور میں سے کوئی بھی معرض ظہور میں نہیں آیا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہوتا تو
یقیناً پورا ہوتا، اس لیے یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ یہ خود ساختہ الہام ہے، الہام ربانی ہرگز
ہمیں ہو سکتا۔ مولوی سخاوت علی جوہر پوری لکھتے ہیں:

”تفصیلش در معیار الحق مستغنیہ مولانا حجتہ اللہ علی العالمین“

ص ۸۵

البریلویہ

۱۰ ظہیر

ص ۱۰۲

حیات سید احمد شہید

۱۰ محمد جعفر تھانیسری

ص ۱۰۲

”

۱۰ ایضاً

مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب ادا امت برکاتہ علی کافۃ الخلق مرقومؒ

مولوی عبد الجبار عمر پوری، میاں نذیر حسین کی شان میں لکھتے ہیں،

احییٰ طریق الحق بعد مہاتہ

ووجودہ من ایتہ الرحمن

احسن بہ من فایق اقوانہ

ماندۃ فی عالم الامکانؒ

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمالاتِ عالیہ میں نظیر ممکن، مگر میاں صاحب کی

نظیر ناممکن، ان کا وجود آیت الرحمن ہے، اس مبالغے کا کیا جواز ہے؟

قاضی طلا محمد پشاوری، میاں صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں:

۱ شیخ اجل، چراغِ اجل، صادق العمل

غوثِ زمیں، غیاثِ زماں، پیرِ باصفا

۲ بدرجلی، صفی و ولی، عترة علی

دانائے ہر خفی و جلی، معدنِ سخا

۳ موقوف بر قبولِ تو احکامِ شرع و دین

چوں بر اصولِ ہندسہ، بربانِ مدعا

۴ ہم فکر بے قرین، تو سلالِ مشکلات

ہم عقل پیش بین تو کشفِ مدعاؒ

انبیاء و اولیاء کے لیے غوثِ زمیں، غیاثِ زماں، دانائے ہر خفی و جلی اور سلالِ مشکلات

۱۱ فضل حسین بہاری، الحیاة بعد الہماة (مکتبہ شعیب کراچی) س ۵۲۳

۱۲ ایضاً، " " " " " " ص ۶۹۷

۱۳ ایضاً، " " " " " " ص ۷۷-۷۹

کے الفاظ استعمال کرنے والا فتوائے شرک سے محفوظ نہیں رہ سکتا، مگر میاں صاحب کے بارے میں سب کچھ روا، بلکہ احکام شرع و دین ان کے قبول کرنے پر موقوف، اور اگر وہ قبول نہ کریں، تو؟

ہر حکم بے رضائے تو مردودِ اہلِ دل،
 ہر نکتہ بے قبول تو ناچیز چوں لفظ
 ایک اور شعر ملاحظہ ہو، یوسف حسین صابری لکھتے ہیں،
 کرامتے ست کہ تبدیل ماہیات نمود
 مجالِ عقل شدہ پیش سعی او مجبور

میاں صاحب کی کرامات کو اس بلندی پر لے جایا جا رہا ہے کہ وہ ماہیات و حقائق کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں اپنی بیگم نواب شاہجہان بیگم کی مدح و ثناء میں دادِ بلاغت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

واحیت السنن وامانت البدع الی ان
 مسالت فیوضها العامة لكل حاضر وبادی وجمالت
 خمبول جودها فی کل بادیة ووادی جامعة
 للفضائل التي قلما تجتمع فی رجل فضلا عن النسوان
 حاویة للقواضل التي تصردون تبیانها لسان الترجمان
 وهذه ذمرة من میدان مناقبها العلیة

۱	۴۷۸	ص	الحیة بعد الممات	۱	۱
۲	۵۰۳	ص	" "	۱	۱
۳	۲۸۶-۷	ص ۳	سجد العلوم	۱	۱

” اُس نے سنتوں کو زندہ کیا اور بدعتوں کو مار دیا، اُس کے فیض عام کا سیلاب

ہر شہری اور دیہاتی تک پہنچے، اور اُس کی سخاوت کے گھوڑے ہر جنگل اور ہر وادی

میں پہنچے، وہ ایسے فضائل کی جامع ہے جو عورتوں میں تو کجا، مردوں میں بھی شاذ و نادر

پائے جاتے ہیں، وہ ایسے کمالات کی حامل ہے، جن کے بیان سے ترجمان کی

زبان عاجز ہے، اور یہ اس کے بلند مناقب کے میدان کا ایک ترجمہ ہے۔“

جس شخص کو معلوم نہ ہو کہ مبالغہ کسے کہتے ہیں، وہ اس عبارت کو پڑھ کر مبالغہ کی حقیقت معلوم

کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ خود نواب صاحب کی تعریف میں جو قلابے ملائے گئے ہیں، وہ بھی

ایک نظر دیکھ لیجئے:

تمکن من اعنة البيان ما لم يتمكن عليه الاعيان

فجاء في عصره عديم النظير في ما يكون وكان له

” وہ بیان کی اُن لگاموں پر قادر ہیں، جن پر بڑے بڑے قادر نہ ہو سکے، وہ

اپنے زمانے میں بے نظیر ہیں، ان کی نظیر ماضی میں ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔“

مولوی عبدالباری سہسوانی، ان کی مدح میں لکھتے ہیں:

هُوَ حُجَّةٌ لِلَّهِ قَاهِرَةٌ

هُوَ بَيْنَا أَعْجُوبَةُ الدَّهْرِ

هُوَ آيَةٌ فِي الْخَلْقِ ظَاهِرَةٌ

النَّوَارَةُ أَرَبْتُ عَلَى الْفَجْرِ

اس کے باوجود یہ تصریح کرتے ہیں:

وثنائي هذا عليه ليس من المبالغة في شيء ۱

”وہ اللہ تعالیٰ کی حجتہ قاہرہ ہیں، وہ ہمارے درمیان زمانے کا عجوبہ ہیں، وہ مخلوق میں آیتِ ظاہرہ ہیں، جس کے انوار صبح صادق سے زیادہ ہیں۔۔۔ اس میں کچھ مبالغہ نہیں۔“

اربابِ علم و دانش کے چند تاثرات

ذیل میں امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں چند اہل علم کے تاثرات پیش کیے جاتے ہیں، جن کی شخصیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ان مبنی برحقیقت تاثرات کو غلو عقیدت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

علامہ یوسف بن اسماعیل بہانی سابق وزیر حقوق، بیروت، امام احمد رضا کی تصنیف لطیف الدولۃ المکیۃ پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

فوجدتہ من النفع الکتب الدینیۃ واقواہا حجتاً
ولا یصدر مثله الا عن امام کبیر، علامۃ نحریر
فرضی اللہ عن مؤلفہ وارضاہ وبلغہ من کل خیر منالہ
”میں نے اسے کتبِ دینیہ میں نافع ترین اور دلیل کے اعتبار سے مضبوط ترین پایا،
ایسی کتاب امام کبیر اور علامہ اجل ہی لکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف
سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے۔“

مولانا احمد ابوالنخیر بن عبداللہ میرداد، مدرس مسجد حرام، مکہ معظمہ فرماتے ہیں،
فقد نظرت فی ہذہ الرسالۃ نظر تدقیق وامعان
فالفیتھا فی غایتہ من الحسن والتحقیق قد شرح القلوب
بیانھا وسطع فی سماء التحقیق برہانھا وکیف لا وہی

لہ فیوضاتہ المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ، (المکتبہ، کراچی) ص ۶ - ۶۷

جمع العلامة الامام النبیل الذکی الہمام ورأس
المثولفین فی زمانہ وامام المصنفین بحکم اقرانہ
میں نے اس رسالہ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، تو اسے حسن، تحقیق اور بختگی
میں انتہا کو پہنچا سوا پایا، اس کا بیان شرح صدر عطا کرتا ہے اور اس کے
دلائل آسمان تحقیق پر درخشاں ہیں اور کیوں نہ ہو، یہ امام علامہ، دانشور، ذکی،
بلند ہمت، اپنے زمانے کے مولفین کے رئیس اور معاصرین کے اعتراف
کے مطابق، مصنفین کے امام کی تصنیف ہے۔“

حضرت شیخ موسیٰ علی شامی، مدنی فرماتے ہیں:

امام الائمة المجدد لهذا الامة

اماموں کے امام اور اس امت کے مجدد

ڈاکٹر منیر الدین، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ریاضی کے ایک بے پچیدہ مسئلے
کے حل کے لیے جرمنی جانا چاہتے تھے۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کے مشورے پر بریلی حاضر
ہوئے۔ امام احمد رضا بریلوی نے چند منٹ میں وہ مسئلہ حل کر دیا، واپسی پر ڈاکٹر صاحب کا
تاثر یہ تھا:

”اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو، اللہ نے ایسا
علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس،
جبر و مقابلہ، توحیت (میں) اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس
مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل
کر کے رکھ دیا۔ صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔“

۱۔ الفیوضاة المملکیتہ

ص ۳۰

۲۔ ایضاً:

ص ۲۶۲

۳۔ محمد بریلوی الحق جلیپوری مفتی، اکرام امام احمد رضا (مجلس رضا، لاہور) ص ۶۰-۵۹

تفصیل کے لیے دیکھتے پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کی تصنیف فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں اور امام احمد رضا اور عالم اسلام ملاحظہ فرمائیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ علمائے اسلام نے امام احمد رضا کی بارگاہ میں کیسے کیسے گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں:

تواضع زگردن فرازاں شکوست

شعر و سخن اور خاص طور پر اردو نعت کے میدان میں امام احمد رضا بریلوی کے مقام کو ایک عالم نے تسلیم کیا ہے، متعدد دانشوروں اور ادیبوں کے تاثرات اس سے پہلے نقل کیے جا چکے ہیں، خود انہوں نے تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا ہے۔

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگتے ہو سکے بٹھائیے ہیں

علم و فضل اور نعت گوئی کے بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے باوجود بارگاہِ رسالت سے والہانہ لگاؤ اور ادب و احترام ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھا، یہاں تک کہ ان کے مخالفین بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ وہ واقعی عاشقِ رسول تھے، فرماتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے بزار پھرتے ہیں

اس شعر سے بارگاہِ رسالت کے ساتھ جس گہری عقیدت و الفت اور اپنے عجز و انکسار کا اظہار ہو رہا ہے، اسے محبت آشنا قلوب ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ دیدہ و دل فرس راہ کرنے والے اس کیف کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ محروم محبت افراد کی اس سوز و گداز کی لذت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

صداق بخشش مع تحقیقی ادبی جائزہ (مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ص ۷۸)

لے احمد رضا بریلوی، امام؛

ص ۷۸

لے ایضاً

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

رَوَى النَّصَارِيُّ فِي النُّومِ فَقِيلَ لَهُ مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ قَالَ
غَفِرَ لِي قِيلَ بِمَاذَا قَالَ بِالشَّبِيهِ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ أَنْتَ شَرِيفٌ قَالَ لَا
قِيلَ فَمَنْ آيُنَ الشَّبِيهِ؟ قَالَ كَشَبَ الْكَلْبِ إِلَى الرَّاعِي
”ایک انصاری کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے
ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا، مجھے بخش دیا، پوچھا کس سبب سے؟ فرمایا، اس
مناسبت کی بنا پر جو میرے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہے
پوچھا کیا آپ سید ہیں؟ فرمایا، نہیں، پوچھا پھر مناسبت کو کنسی ہے؟ فرمایا،
جو ایک کتے اور نگہبان کے درمیان۔“

سُبْحَانَ اللَّهِ! یہ تعلق اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ اسی کی بنا پر بخش دیا۔ مولانا

محمد عبدالرحمن جامی قدس سرہ جو عاشقانِ رسول مقبول میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں،
عرض کرتے ہیں: ع

سگت را کاشش جامی نام بودے

کاش کہ آپ کے کتے کا نام جامی ہوتا

حضرت قدسی رحمہ اللہ تعالیٰ یوں عرض نیاز کرتے ہیں

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شربے ادبی

”میں نے اپنی نسبت آپ کے کتے کی طرف کی اور شرمسار ہوں،

کہ آپ کی گلی کے کتے کی طرف نسبت بھی بے ادبی ہے“

لیکن غیر صحت مندرنگاہوں کو اس میں تضاد نظر آتا ہے، انہیں ہر طرف مبالغہ ہی مبالغہ نظر آتا ہے۔ لہ

امام احمد رضا بریلوی کے پہلے شعر کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے:

انا ملک مملکۃ البیان ولا بد للناس من تسلیم کل ما
اقولہ لہ

”میں مملکت بیان کا بادشاہ ہوں، اور میں جو کچھ کہوں لوگوں پر اسے تسلیم

کرنا ضروری ہے۔“

خط کشیدہ عبارت خود ساختہ ہے، اس شعر میں ایسا کوئی نشان نہیں ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگے ہو سکتے بٹھا دیتے ہیں

تکاذب اور خلفاء

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے حرمین شریفین اور دیگر ممالک کے ۳۲ علماء اور پاک و ہند کے ۲۷ علماء کا تذکرہ کیا ہے، جنہیں امام احمد رضا نے خلافت و اجازت عطا فرمائی ہے۔ یہ تمام حضرات آسمان شریعت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب گزرے ہیں، جنہوں نے اپنے علم و فضل کی تابانیوں سے ایک جہان کو منور کیا۔

آج بحمدہ تعالیٰ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تنظیم المدارس سے وابستہ تقریباً چھ سو مدارس امام احمد رضا کے مسلک، مسلک اہل سنت و جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں سینکڑوں مدارس دین کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں۔

۱-۵۰	البریلویہ	لہ ظہیر
۵۰	”	لہ ایضاً
۹۰-۸۸	فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں (مجلس رضا لاہور) ص ۹۰-۸۸	لہ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر

تحریک پاکستان

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے دو قومی نظریہ کی بانیگاہ و ہل حمایت اور حفاظت کی۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے اس نظریے کو اپنانے سے پہلے امام احمد رضا اور ان کے ہم مسلک علماء پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس نظریے کی حفاظت کے لیے جہاد کر چکے تھے۔

۳ نومبر ۱۹۲۱ء کو روزنامہ پیسہ اخبار لاہور نے ایک ادارہ لکھا جس کا عنوان تھا:

آہ! مولانا احمد رضا خاں صاحب

اس عنوان کے تحت امام احمد رضا کے سیاسی موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

”ترکِ موالات کے متعلق مرحوم کی رائے یہ تھی کہ جب مسلمانوں میں ترکِ موالات کا حکم صاف ہے تو اس میں استثناء کی ضرورت نہیں۔ وہ یہ کہ جب اسلام میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ یکساں ترکِ موالات کا حکم ہے، تو جس طرح انگریزوں اور ان کی حکومت سے ترکِ موالات کیا جاتا ہے، ویسے ہی ہندوؤں سے بھی جو مشرکین شمار کیے جاتے ہیں، ترکِ موالات ہونی چاہیے۔ یہ منطلق نہایت کمزور ہے کہ انگریزوں سے تو ترکِ موالات ہو۔ اور ہندوؤں سے محض سیاسی اتحاد کے لیے موالات روارکھی جائے۔“ لے

امام احمد رضا کے وصال کے بعد ان کے تلامذہ، خلفاء اور ہم مسلک علماء اسی راہ پر چلتے رہے اور ملتِ اسلامیہ کی بہتری اور کامیابی کے لیے تمام تر رعنائیاں صرف کرتے رہے۔

انگریز حکمرانوں کی جانب داری اور ہندوؤں کی ہٹ دھرمی نے اصحاب فکر و نظر مسلمانوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ پُر امن اور باعزت زندگی گزارنے کے لیے مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اہل سنت کے ایک منکر محمد عبدالقادر نے ۱۹۲۵ء میں ایک رسالہ ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام لکھا جس میں تقسیم ہند کے سلسلے میں تفصیلی تجاویز پیش کی گئیں اور یہ تجاویز پیش کی کہ جس علاقے میں مسلمانوں کی اکثریت ہو وہ مسلمانوں کو دے دیا جائے پھر انہوں نے ضلع داران علاقوں کی نشان دہی بھی کر دی اور جن علاقوں میں ہندو یا دوسری قومیں اکثریت میں ہوں، وہ انہیں دے دیں جائیں یہ رسالہ ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں جب علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں تقسیم ہند کی اسی تجویز کو پیش کیا تو ہندوؤں نے اس پر بڑی برہمی کا اظہار کیا، طبقہ علماء میں سب سے پہلے حضرت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس تجویز کی پُر زور تائید کی اور فرمایا:

”ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا؟ یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ کیا یہ کوئی نا انصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا، تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے فائدہ ملتا تھا۔ کیا چیز تھی جو اس رائے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برا بھلا کہتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا؟ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بقا کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تھوڑا سا اقتدار ملا جاتا تھا۔۔۔۔۔ اس حالت میں بھی مسلمان کہلانے والی جماعت (جمعیۃ العلماء ہند وغیرہ) ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پُرانی فرسودہ لکیر کو پٹیا کرے، تو اس پر سزار افسوس بہت

اے محمد مسعود احمد، ڈاکٹر

تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم (رضا پبلی کیشنز، لاہور) ص ۲۶۵

لے ایضاً

ص ۲۶۶-۶۷

آل انڈیا سنی کانفرنس

مارچ ۱۹۲۵ء میں جامعہ نعیمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرنس ہوئی، جس میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے خطبہ صدارت پڑھا، اسی کانفرنس میں الجمعية العالیة المركزية (آل انڈیا سنی کانفرنس) کی داغ بیل ڈالی گئی۔ مدلا قابل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، اس کے صدر منتخب کیے گئے۔ قائدین نے شبانہ روز کوشش سے متحدہ پاک ہند کے گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں۔ ایک طرف اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ کو منظم کیا، تو دوسری طرف ہندوؤں اور کانگریسی علماء کی چالوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:

”بریلوی مکتب فکر کی قیادت (بعد ازاں) مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے ہاتھوں

میں آگئی۔ جمعیت علماء ہند کے برعکس وہ ۳۹۰-۱۹۳۸ء میں ہی اس بات پر یقین کر چکے تھے کہ انگریز زیادہ عرصے تک بڑے صغیر پر اپنا اقتدار قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

ان کے لیے یہ سوال شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کہ اس کے بعد ملک کا اقتدار

کون سنبھالے گا؟ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں پر مشتمل

مسلمانوں کی ایک الگ ریاست تشکیل دینی چاہیے۔ اس لیے جو نہی قرار دیا پاکستان

(۱۹۴۰ء) منظور ہوئی، اس مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء جنہوں نے اس سے

قبل بھی کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی مدد کی تھی۔ قیام پاکستان کے لیے

جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع تر کر دیا اور

ان کی برشاخ پاکستان کے قیام کی ضرورت کی تبلیغ میں مصروف ہو گئی۔

مولانا سید نعیم الدین نے بذاتِ خود شمالی بڑے صغیر کا دورہ کیا اور اس کے متعلق چھوٹے

اور بڑے شہروں اور قصبوں میں تقریریں کیں، تنظیم کا نیا دستور تیار کیا گیا اور اسے
 نیا نام دیا گیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس سے اس کا نام ”جمہوریۃ الاسلامیہ“ رکھ
 دیا گیا۔^۱

۱۹۴۰ء میں منٹو پارک (میںار پاکستان) لاہور میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس

اجلاس میں علامہ عبدالحماد بدایونی، علامہ عبدالغفور سزاروی اور علامہ ابوالحسنات قادری

بھی شریک تھے۔ علامہ بدایونی نے قرارداد کے حق میں خطاب بھی فرمایا۔^۲

قیام پاکستان سے اہل سنت کے قلبی لگاؤ کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل سنت

کے ترجمان ہفت روزہ الفقہیہ، امرتسر کی پیشانی پر ۱۹۴۲ء میں ہی پاکستان لکھا ہوتا تھا۔^۳

جبکہ بدقسمتی سے امرتسر پاکستان میں شامل ہی نہ ہو سکا۔

۴ جون ۱۹۴۵ء کو وائسرائے ہند لارڈ ویول نے ایک منصوبے کا اعلان کیا کہ ہندوستان

کی سیاسی جماعتوں کے مشورے سے نئی ایگزیکٹو کونسل کی تشکیل کی جائے گی۔ ۲۵ جون کو

شملہ میں اس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ قائد اعظم نے وائسرائے سے اس امر کی یقین دہانی

چاہی کہ مسلمانوں کی طرف سے کونسل میں صرف مسلم لیگ کو نمائندگی دی جائے۔ گھ

اس موقع پر مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے بریلی سے وائسرائے ہند کے نام

مسلم لیگ کی حمایت میں شملہ تار ارسال کیا۔ یہ خبر ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء پھر ۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء

کو روزنامہ انجام دہلی میں چھپی جسے اہل سنت کے ترجمان ہفت روزہ الفقہیہ، امرتسر نے مرتا

۱۴ نومبر ۱۹۴۵ء کے شمارے میں نقل کیا۔ الفقہیہ کے تراشے کا عکس خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

۱۔ ریاست علی قادری، سید، معارف رضا (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۸

۲۔ محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان (نوری کتب خانہ، لاہور) ص ۱۴۹

۳۔ خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۳۲

۴۔ قائد اعظم کے ۲۷ سال (سورق اکیڈمی کراچی) ص ۳۹۲-۳

۱۔ ریاست علی قادری، سید،

۲۔ محمد صادق قصوری،

۳۔ محمد جلال الدین قادری،

۴۔ رضی حیدر، خواجہ،

میں چھپ چکا ہے۔

۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء کو مرکزی اسمبلی کا انتخاب ہوا، مسلمانوں کی تیس نشستوں پر مسلم لیگ کے نمائندوں نے انتخاب لڑا اور بھاری اکثریت میں کامیابی حاصل کی۔ جمعیتہ علماء، دہلی، احرار، خاکسار اور مسلم مجلس نے بھی اپنے نمائندے مختلف نشستوں کے لیے کھڑے کیے تھے ان میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ فروری ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں بھی مسلم لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی۔

۴ دسمبر ۱۹۴۵ء کو وزیر ہند نے برطانیہ کے دارالامراء میں اعلان کیا کہ انتخابات کے بعد حکومت برطانیہ، ہندوستان میں دستور ساز اسمبلی قائم کرے گی اور ایک کینٹنیشن ہندوستان بھیجے گی تاکہ یہ ہندوستانی رہنماؤں سے ملاقات کر کے بحیثیت آزاد مملکت ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کر سکے۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو کینٹنیشن، دہلی پہنچ گیا جو لارڈ پیٹھک لارنس، سراسٹیفورڈ، کرپس اور اے وی ایگنزڈر پر مشتمل تھا۔ اسی دن پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مشن کے ایک رکن سراسٹیفورڈ کرپس نے کہا:

”ہم کھلے دل کے ساتھ ہندوستان آتے ہیں، ہمارے پاس کوئی سکیم

نہیں، ہم ہر سیاسی مسئلہ کے متعلق تحقیقات کریں گے،“

یہ وہ نازک ترین دور تھا، جس میں حکومت برطانیہ کو فیصلہ کرنا تھا کہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کو منظور کیا جائے یا نہیں؟ علماء اہل سنت نے پوری قوت کے ساتھ قیام پاکستان کی حمایت کی اور آل انڈیا سٹی کانفرنس کی جدوجہد عروج کو پہنچ گئی۔

ص ۸-۷۵

حیات محمد علی جناح

۱۔ رئیس احمد جعفری،

ص ۳۹۹

قائد اعظم کے ۷۲ سال

۲۔ رضی حسید خواجہ،

۳۔ ایضاً،

ص ۷-۶۰

”

۴۔ ایضاً،

حضرت مفتی اعجاز ولی خاں، مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی نے اسی سال پاکستان کی

حمایت میں فتویٰ جاری کیا ہے

۱۹۴۶ء میں علماء اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور

مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ ذیل میں وہ فتویٰ پیش کیا جاتا ہے:

”آل انڈیا سٹی کانفرنس کے مشاہیر علماء و مشائخین کا متفقہ فیصلہ:

مسلم لیگ کو ووٹ دے کر

کانگریس کو شکست دی جائے

آل انڈیا سٹی کانفرنس، مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے

جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو

ناکام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے،

سٹی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں، ووٹ دے سکتے

ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں مسئلہ پاکستان

یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر

حکومت قائم کرنا سٹی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔“

اس فتوے پر چچاں سے زیادہ اہل سنت کے حلیل القدر علماء کے دستخط ہیں جن میں سرفہرست

مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں (جانشین و فرزند امام احمد رضا بریلوی) صدر الافاضل

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ امام احمد رضا) صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی

(خلیفہ امام احمد رضا) مفتی اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں (جانشین و فرزند حجۃ الاسلام

مولانا حامد رضا خاں) ان کے علاوہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرسین مولانا تقدس علی خاں،

مہتمم محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد، صدر مدرس، مولانا سردار علی خاں، مدرس

مولانا وقار الدین پسیلی بھیتتی، مدرس۔ مولانا عبدالغفور، مدرس۔ مولانا احسان علی مظفر پوری، مدرس۔ مولانا انوار احمد مدرس اور مولانا فضل غنی، مدرس کے دستخط ہیں۔ یہ فتویٰ بصورتِ اشہار شاعر آستانہ مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری، پروپگنڈہ سیکرٹری ڈسٹرکٹ سنٹی کانفرنس، بدایوں، یوپی نے شائع کیا۔ اس کے علاوہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو اخبار دبدبہ سکندری ج ۴۸ شماره ۱۵ میں بھی یہ فتویٰ شائع ہوا۔

۲۳ تا ۲۵ صفر مطابق ۲۸ تا ۳۰ جنوری ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے عرس مبارک کے موقع پر متحدہ پاک و ہند کے اطراف و اکناف سے تشریف لائے ہوئے علماء و مشائخ جمع ہیں اور شخص مسئلہ پاکستان کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ جذبات کے تلاطم کا یہ عالم کہ بازار میں قائم کیے جانے والے ہوٹلوں کے نام پاکستان کی نسبت سے رکھے جا رہے ہیں کسی ہوٹل کا نام حامی پاکستان ہوٹل اور کسی کارضوی پاکستان ہوٹل، یہ فضا صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے، جب کسی مطالبے کی لہر ہر کس و ناکس کو اپنی پیٹ میں لے چکی ہو۔

سٹیج پر جو مقرر آتا ہے، اس کا موضوع ایکشن اور پاکستان ہی ہے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی (خلیفہ امام احمد رضا) نے اپنے خطاب میں فرمایا: کانگریس فتنہ عظیمہ ہے، وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے۔۔۔۔۔ علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے، اس لیے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام سنٹی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں ہر صوبہ میں قائم ہیں۔ کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں؛ چنانچہ پچھلے ایکشن (نومبر ۱۹۴۵ء مرکزی ایکشن)

۱۷ عکس فتویٰ؛ قادیانی مرتد (مجلس رضا لاہور) ص ۴۴

۱۸ عکس فتویٰ؛ خطبات آل انڈیا سنٹی کانفرنس ص ۳۳۸

۱۹۴۶ء
میں ان کانفرنسوں کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ اس وقت (فروری)

میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لیے ہم پھر یہی اعلان کرتے ہیں۔“ لہ

اس خطاب کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے تائید

کرتے ہوئے فرمایا:

”الیکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا

جاتے، ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر رضائے الہی کے لیے

انجام دیتے ہیں۔“ لہ

مفتی اعظم پاکستان

۱۹۴۶ء کے فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلی میں مسلم لیگ

کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ لیگی رضا کار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم

پاکستان کے نعے لگاتے ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لاتے۔

حضرت مولانا تقی علی خاں مدظلہ پیر جو گوٹھ، سندھ فرماتے ہیں:

”حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز غالباً ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں جس میں

کانگریس اور مسلم لیگ کا سخت مقابلہ تھا اور یہ فیصلہ ہونا تھا کہ پاکستان بنے یا

نہیں؟ اس میں اول ووٹ حضرت کا ہوا، امیدوار عزیز احمد خاں ایڈووکیٹ تھے

عزیز احمد خاں مسلم لیگ کی طرف سے تھے، اور ووٹ ڈالنے کے بعد حضرت کو

جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کے رضا کار مفتی اعظم پاکستان کے نعروں کے ساتھ

آستانہ شریف پر واپس لاتے۔“ لہ

لہ محمد جلال الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (جوالہ دہ بدہ بکنڈری) ص ۱۰۰-۹۸

ص ۳۱۱

تحریر ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء

لہ ایضاً،
لہ مکتوب بنام رائٹر المحروف،

یہ واقعہ فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات کا ہے جس میں بریلی، پبلی بحیثیت شہری حلقے میں مولوی عزیز احمد خاں، مسلم لیگ کے امیدوار تھے، انہیں ۱۱۵۳۱ ووٹ ملے، ان کے مقابل عبداللطیف فاروقی قوم پرست تھے، جنہیں ۶۰۶ ووٹ ملے تھے، مسلم لیگ کے امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء

یوں تو آل انڈیا سنی کانفرنس کی متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی کثیر التعداد شاخیں اور ان سے وابستہ ہزاروں علماء اپنے حلقوں میں تحریک پاکستان اور اس کے مقاصد سے عوام و خواص کو روشناس کر رہے تھے، لیکن بنارس کا اجلاس اپنی جامعیت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا، اہل سنت و جماعت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ہر اجلاس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین کا اجتماع، شرکاء کے جنوں خیز جذبے اور پاکستان کے ساتھ گہرے قلبی لگاؤ کا غماز تھا۔ بلاشبہ یہ کانفرنس تحریک پاکستان کا وہ سنگ میل ہے جس کے تذکرے کے بغیر قیام پاکستان کی کوئی تاریخ مکمل نہیں کہلا سکتی۔

یہ کانفرنس ۲۰ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو فاطماں باغ، بنارس میں منعقد ہوتی چاروں دن ہر اجلاس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے فرمائی تھی اس کانفرنس میں کیبنٹ مشن، مسٹر کرپس اور ان کے ساتھیوں کو بھی دعوت دی گئی تاکہ وہ پورے ملک کے نمائندہ اجتماع میں حاضر ہو کر چشم خود، پاکستان سے متعلق مسلمانوں کے والہانہ جذبات کو دیکھ لیں۔ انہوں نے شمولیت کا وعدہ بھی کیا، لیکن اپنی گونا گوں مصروفیات کے سبب عین

عظیم قائد عظیم تحریک (مطبوعہ ملتان ۱۹۸۲ء) ج ۱ ص ۳۷۶

۱۔ ولی مظہر ایڈووکیٹ،

حیات صدق الفاضل (مکتبہ نعیمیہ رضویہ، لاہور) ص ۱۸۹

۲۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا،

تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم ص ۳-۲۵۲

۳۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر،

کے صدر، محدثِ اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی نے ولولہ انگیز اور انتہائی بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اس میں انہوں نے فرمایا:

”آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار آزاد حکومت ہے جس میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں، بلکہ اسلام کی حکومت ہو، جس کو مختصر یوں کہیے کہ خلافتِ راشدہ کا نمونہ ہو۔“ لے

آل انڈیا سنی کانفرنس، اجمیر منعقدہ ۷-۸ جون ۱۳۶۵ھ / ۲۶-۲۹ جون ۱۹۴۶ء میں خطاب فرماتے ہوئے محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی نے فرمایا:

”ان پاکوں کا عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھا دیتا ہے یہی علماء و مشائخ اور ان کے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں، جس کا نام آل انڈیا سنی کانفرنس یا جمہوریتِ اسلامیہ ہے اور جس میں اس وقت تک صرف علماء و مشائخ کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے۔۔۔۔۔ اب بخت کی لعنت چھوڑو۔۔۔ اب غفلت کے جرم سے باز آؤ۔۔۔ اٹھ پڑو۔۔۔ کھڑے ہو جاؤ۔۔۔ چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو۔۔۔ پاکستان بنا لو تو جا کر دم لو۔۔۔ کہ یہ کام اے سنٹیو! سن لو کہ صرف تمہارا ہے“ لے

آل انڈیا سنی کانفرنس کی تنظیم میں سب سے زیادہ حصہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کا تھا۔ ان کے سوز و گداز اور حکیمانہ طریق کار کا اثر یہ تھا کہ تمام علماء و مشائخ اہل سنت کو ایک سٹیج پر لا کھڑا کیا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی آل انڈیا سنی کانفرنس کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس کے ارکان پاکستان پر اس قدر اعتماد رکھتے تھے کہ مولانا نعیم الدین

۱۔ مختصر رپورٹ خطبہ بصداریت جمہوریہ اسلامیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء ص ۲۳

۲۔ الخطبۃ الاشرافیۃ للجمہوریۃ الاسلامیہ (مطبوعہ مراد آباد) ص ۷-۸

مراد آبادی نے جمہوریۃ الاسلامیہ پنجاب کے آرگنائزر مولانا ابوالحسنات کو

ایک خط میں لکھا:

”جمہوریۃ الاسلامیہ کو کسی بھی صورت حال میں پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہونا قبول نہیں، خواہ جناح خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔ کینٹ مشن تجاویز سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔“ لے

بنارس کانفرنس کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

بنارس میں ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی،

جس میں پانچ ہزار علماء نے شرکت کی اور حاضرین و مندوبین کے سامنے پاکستان

کی ضرورت و اہمیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ جب یہ علماء اپنے اپنے

علاقوں میں واپس گئے، تو قیام پاکستان کی تحریک کو وسیع پیمانے پر پذیرائی حاصل ہوئی۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی مساعی کی بے گمیری اور سستی کانفرنس کی بے پناہ

مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ممبران کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز

ہو چکی تھی لے

حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی زبان میں قدرت نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ اُن

کی گفتگو سننے والا متاثر ہوتے بغیر نہیں رہتا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی تحریکات

کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ صدر الافاضل، دہلی جا کر مولانا جوہر

سے ملے اور انہیں ہندوؤں سے اتحاد کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی، خدا کی شان کہ مولانا جوہر

نے فرمایا:

۱۔ ریاست علی قادری، سید، معارف رضا (مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۹

۲۔ ایضاً، ص ۲۳۹

۳۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا، حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۸

”مولانا! آپ گواہ رہیں، میں اب توبہ کرتا ہوں، آئندہ کبھی ہنود وغیر مسلموں سے اتحاد و داد نہ رکھوں گا۔ مولانا! میں نے ہندوؤں سے میل جول رکھ کر مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ بڑھا فرمائیے کہ مابقی (باقی) عمر میں اس نقصان کی تلافی کر سکوں، اب میں گاندھی کے پاس جا رہا ہوں، آپ دیکھیں گے کہ میری اُس سے آخری ملاقات ہوگی۔“

مولانا جوہر، گاندھی کے پاس گئے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے چند فارمولے اُس کے سامنے رکھے، اُس نے صاف انکار کر دیا اور مولانا جوہر لڑکر واپس آگئے اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ اس واقعہ کے تین ماہ بعد گول میز کانفرنس، لندن کے موقع پر ان کا وصال ہو گیا۔ مولانا شوکت علی نے خود مراد آباد جا کر صدرالفاضل کے سامنے ہنود مسلم اتحاد کے سلسلے میں سرزد ہونے والے غیر شرعی افعال و اقوال سے توبہ کی۔

مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی نے بھی تحریک پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دیں، ان کا بیان ہے:

”فقیر نے تعمیر پاکستان میں جو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لیے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں جو فقیر کی تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو بعونہ تعالیٰ اقل بند ہے مگر فقیر اپنی شہرت کا نہ کبھی طالب ہوا، نہ اس کی اشاعت ضروری سمجھی مسٹر جناح کے ایک شکریہ کا خط بھی محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری کوششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو برہم کے شر و فساد اور پریشانی سے محفوظ فرمائے آمین واللہ الموفق“

۱۔ غلام معین الدین نعیمی، مولانا حیات صدرالفاضل س ۱۷۲

۲۔ ایضاً ص ۱۷۲-۱۷۳

۳۔ محمد برہان الحق جبل پوری، مفتی اکرام امام احمد رضا (مجلس رضا، لاہور) ص ۱۱۸

نوٹ: ۲۰ دسمبر ۱۹۱۲ء کو حضرت وصال فرما گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون، ۱۲ قادری

امام احمد رضا بریلوی کے ہم مسلک علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ مشائخ میں سے حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مانگی شریف، زکوڑی شریف، گولڑہ شریف، جلال پور شریف، سیال شریف، تونسہ شریف، بھرچوڑی شریف وغیرہم کے سجادہ نشین اور دیگر مشائخ کرام نے ہر طرح تحریک کا ساتھ دیا۔

علماء کرام میں سے مولانا عبدالحماد بدایونی، شاہ عبدالعلیم صدیقی میٹھی، شاہ عارف اللہ قادری، علامہ ابوالحسنات قادری، علامہ عبدالغفور مزاروی، مولانا غلام الدین، لاہور۔ مولانا غلام محمد ترخم، مولانا محمد بخش مسلم، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مفتی محمد عمر نعیمی، علامہ سید سعید کاظمی، مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار نیازی وغیرہم نے اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔

اس موضوع پر تفصیلات جاننے کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

- ۱- تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور
- ۲- فاضل بریلوی اور ترک موالات " " "
- ۳- خطبات آل انڈیا سٹی کانفرنس محمد جلال الدین قادری " " "
- ۴- ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست " " "
- ۵- اکابر تحریک پاکستان (۲ جلد) محمد صادق قصوری " " "
- ۶- پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر میاں عبدالرشید " " "
- ۷- حیات صدر الافاضل سید غلام معین الدین نعیمی " " "
- ۸- معارفِ رضا سید یاسر علی قادری مطبوعہ کراچی

قیام پاکستان کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی،

محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی، مفتی محمد عمر نعیمی اور مولانا غلام معین الدین نعیمی

مارچ ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لائے اور دستور اسلامی کے مسئلے پر لاہور اور کراچی

کے علماء سے مذاکرات کیے، طے پایا کہ صدر الافاضل دستور اسلامی کا مسودہ تیار کریں، کوشش کی جائے گی کہ پاکستان کی قومی اسمبلی سے اسے منظور کرایا جائے۔ اسی اثناء میں صدر الافاضل سخت علیل ہو گئے۔ اس لیے انہیں واپس جانا پڑا۔ مراد آباد جا کر ابھی دستور کی گیارہ دفعات تحریر کر پاتے تھے کہ پیام اجل آپہنچا اور ۱۸ ذی الحجہ ۲۲ اکتوبر ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء کو وصال فرما گئے۔ لے

جمعیتہ العلماء پاکستان

تقسیم ملک کے بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ انوار العلوم، ملتان میں علماء اہل سنت کا اجتماع ہوا، جس میں طے پایا کہ پاکستان میں سنی کانفرنس کا نام تبدیل کر کے جمعیتہ العلماء پاکستان لکھا جائے، کیونکہ دونوں ملکوں میں سنی کانفرنس کے نام سے کام کرنے سے مختلف دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری سابق صدر پنجاب سنی کانفرنس کو جمعیتہ العلماء پاکستان کا صدر اور حضرت علامہ احمد سعید کاظمی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ لے

علامہ ابوالحسنات قادری کے بعد علامہ عبدالحماد بدایونی، صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ مباروی، علامہ عبدالغفور بزاروی شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی، یکے بعد دیگر جمعیت کے صدر رہے۔ ان دنوں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد تورانی صدر اور مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی جنرل سیکرٹری ہیں۔

تحریر آزاد می ہند اور السواد الاعظم . ص ۵۵

لے محمد مسعود احمد، ڈاکٹر

ص ۱۹۶

حیات صدر الافاضل

لے غلام معین الدین نعیمی مولانا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرکزی مجلس رضیہ روڈ قائم شدہ ۱۹۶۸ء نور می مسجد بالمقابل بریلو سٹیشن لاہور

کے زیر اہتمام

تعمیر کئے جانے والے دو عظیم الشان دینی مراکز

مسجدِ رضا ۱ مدرسہ ضیاء الاسلام

محمدی سٹریٹ ۱ محبوب روڈ ۱ چاہ میراں لاہور

مسجد رضا، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان
قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مدرسہ ضیاء الاسلام اعلیٰ حضرت کے خلیفہ
شیخ العرب والعجم حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مہاجر مدنی
قدس سرہ کی یاد میں (۱۴۰۲ھ، ۱۹۸۲ء) قائم کئے گئے ہیں

مدرسہ ہذا میں قرآن مجید حفظ و ناظرہ کی تعلیم و تدریس کے
علاوہ اہالیان شہلی لاہور کی سہولت کے لئے مرکزی مجلس رضیہ
کے ذیلی دفتر کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔

عکسی فوٹو تحریر

نقش اسحاق کھرق

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

خواص بحوالہ ترجمہ اعلیٰ حضرت تفسیر مولانا نعم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
یہ اسماء مکان و دوکان کے دروازے پر لگائے جائیں تو مکان و دوکان جلنے سے محفوظ رہیں
سرمایہ پر رکھے جائیں تو چوری نہیں جاتا جان و مال کی حفاظت۔ نیز جلد بیشتر فوائد حاصل ہوں

سیدنا اکاظم الحاج الزائر اقرار بان الصالح السید
اللہم امدد برکتہ یہ اسما پوسا و غیر حسب شیخین رکھنا
جائیں باز نہ ٹکا اگر سے محفوظ رہے حسب اللہ الرحمن الرحیم
الہی نعمۃ یملینا مکملینا کشفو ط
تیبونس اذرفطیونس کشفیونیس یونس
وامکلمہ قطیرو علی اللہ قصد السبیل
ومنها جائز ولوشاء لکرم اجمعین
آپ دعا کا لینی اسلام فقیر محمد عارف

اپیل

- ۱۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی کو ہر کام پر اولیت دیجئے۔ اسی طرح حرام اور مکروہ کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔
- ۲۔ فریضہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام ترکوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں ہے۔
- ۳۔ خوش اخلاقی، حسن معاملہ اور وعدہ وفا کی کو اپنا شعار بنائیے۔
- ۴۔ قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن قرض معاف نہیں کیا جاتا۔
- ۵۔ قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لیے کلام پاک کا بہترین ترجمہ "کنز الایمان" از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔
- ۶۔ دین مبین کی صحیح شناسائی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ اپنے پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سنائے۔
- ۷۔ فاتحہ، عرس، میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے، شیرینی اور پھلوں کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔
- ۸۔ ہر شہر اور ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔
- ۹۔ ہر شہر میں سستی لٹریچر فراہم کرنے کیلئے کتب خانہ قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین نصاب۔
- ۱۰۔ انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجئے۔
- ۱۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام و فرامین جاننے اور عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کیلئے دعوت اسلامی کی تحریک میں شمولیت اختیار کیجئے۔
- ۱۲۔ مرکزی مجلس رضالہور کی رکنیت قبول کیجئے، رکنیت فارم مجلس کے دفتر سے طلب کیجئے۔

مرکزی مجلس رضالہور پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶